سماج کی بیقرار دھڑکنوں کی تصویر

دردناک ناول

1395

نرملا

منشی پریم چند

پبلشرز: ادبی مرکز۔ دہلی

یوں تو بابو اودے بھان لال کا خاندان بیسیوں افراد پر مشتمل تھا۔ کوئی ممیرا ئی تھا، کوئی پھپیرا، کوئی بھانجا تھا کوئی بھتیجا، لیکن یہاں ہمیں ان سے کوئی ار نہیں، وہ کامیاب وکیل تھے، لکشمی خوش تھیں اور خاندان کے مفلس افراد کو سہارا دینا ان کا فرض ہی تھا، ہماری کہانی تو ان کی لڑکیوں سے متعلق ہے جنہیں بڑی کا نام نرملا اور چھوٹی کا کرشنا تھا۔ ابھی کل تک دونوں ساتھ ساتھ گڑیاں کھیلتی تھیں۔ نرملا کا پندرھواں سال تھا، کرشنا کا دسواں، پھر بھی دونوں کی فطرت میں کوئی خاص فرق نہیں تھا۔ دونوں شوخ کھلنڈری سیر تفریح پر جان دیتی تھیں دونوں دھوم دھام سے گڑیوں کا بیاہ رچاتی تھیں، سدا کام سے چراتی تھیں۔ ماں پکارتی رہتی تھی لیکن دونوں کوٹھے پر چھپی بیٹھی رہتی تھیں کہ نہ جانے کس کام کے لئے بلاتی ہیں۔ دونوں اپنے بھائیوں سے لڑتی تھیں۔ نوکروں کو ڈانٹتی تھیں اور باجے کی آواز سنتے ہی دروازے پر آکر کھڑی ہو جاتی تھیں۔ لیکن آج یکایک ایک ایسی بات ہو گئی ہے جس نے بڑی کو بڑی اور چھوٹی کو چھوٹی بنا دیا ہے۔ کرشنا وہی ہے لیکن نرملا سنجیدہ تنہائی پسند لی ہو گئی ہے۔ ادھر مہینوں سے بابو اودے بھان لال نرملا کے بیاہ کی بات کر رہے تھے ان کی محنت ٹھکانے لگی ہے۔ بابو بھال چندر کے بڑے لڑکے بھون موہن سنہا سے بات پکی ہو گئی ہے، ور کے پتا نے کہہ دیا ہے کہ آپ کی خوشی ہے جہیز دیں یا نہ دیں، مجھے اس کی پرواہ نہیں ہاں برات میں جو لوگ جائیں ان کی خاطر تواضع اچھی طرح ہونی چاہیے جس میں میری اور آپ کی جگ ہنسائی نہ ہو۔ بابو اودے بھان لال تھے تو وکیل لیکن پیسہ جمع کرنے کے فن سے ناواقف تھے۔ جہیز ان کے سامنے کٹھن مسئلہ تھا۔ اس لئے جب ور کے پتا نے خود کہہ دیا کہ مجھے جہیز کی پرواہ نہیں تو گویا انہیں آنکھیں مل گئیں۔

ڈر تھے کہ نجانے کس کس کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑے۔ وہ جن مہاجنوں کو ٹھیک کر رکھا تھا۔ ان کا اندازہ تھا کہ ہاتھ تنگ ہے پھر بھی دس ہزار سے کم خرچ نہیں ہوں گے۔ اور اتنی تسلی پا کر وہ خوشی سے پھولے نہیں سمائے۔

اسی اطلاع نے نرملا کو منہ ڈھانپ کر ایک کونے میں بٹھا رکھا ہے۔ اسکے دل میں ایک عجیب خدشے نے گھر کر لیا ہے، روئیں روئیں میں ایک نامعلوم خوف سرایت کر گیا ہے۔ نجانے کیا ہو گا؟ اسکے دل میں وہ امنگیں نہیں ہیں جو جوان لڑکیوں کی آنکھوں میں ترچھی چتون بن کر، ہونٹوں پہ میٹھی سی ایک مسکراہٹ بن کر اور اعضا میں اضمحلال بن کر ظاہر ہوتی ہیں۔ نہیں وہاں آرزوئیں نہیں ہیں، وہاں صرف خدشات، تفکرات اور خوفزدہ تصورات ہیں۔ جوانی ابھی پورے جوبن پہ نہیں ہے۔

کرشنا کچھ کچھ جانتی ہے اور کچھ کچھ نہیں جانتی۔ جانتی ہے کہ بہن کو اچھے اچھے گہنے ملیں گے۔ دروازے پہ باجے بجیں گے، مہمان آئیں گے، ناچ ہو گا۔ یہ جان کر خوش ہے، اور یہ بھی جانتی ہے کہ بہن سب سے گلے مل کر روئیں گی، یہاں سے رو دھو کر وداع ہو جائیں گی اور میں اکیلی رہ جاؤں گی، یہ جان کر دکھی ہے۔ وہ یہ نہیں جانتی کہ یہ سب کس لئے ہو رہا ہے۔ ماتاجی اور پتاجی کیوں بہن کو گھر سے نکالنے کے لئے اسقدر بیقرار ہیں۔ بہن نے تو کسی کو کچھ نہیں کہا، کسی سے لڑائی نہیں کی۔ کیا اسی طرح ایکدن مجھے بھی یہ لوگ نکال دیں گے؟ میں بھی اسیطرح کونے میں بیٹھ کر روؤں گی اور کسی کو مجھ پہ رحم نہیں آئیگا؟ اسلئے وہ ڈری ہوئی سی ہے۔

شام کا وقت تھا۔ نرملا چھت پہ جا کر اکیلی بیٹھی حسرت بھری نگاہوں سے آسمان کی طرف تاک رہی تھی۔ اسکے دل میں آتی تھی کہ پر ہوتے تو اڑ جاتی اور ان تمام جھنجھٹوں سے چھوٹ جاتی! اس وقت اکثر دونوں بہنیں کہیں سیر کرنے جایا کرتی تھیں۔ بگھی خالی نہ ہوتی تو بغیچے

میں ٹہلا کرتی - اس لئے کرشنا اسے کھوجتی ہوئی آتی تھی جب کہیں نہ پایا تو چھت پہ آئی

اور اسے دیکھتے ہی ہنس کر بولی - تم یہاں آکر چھپی بیٹھی ہو اور میں ڈھونڈتی پھرتی ہوں

چلو تمھیں تیار کرا آئی ہوں +

نرملا نے اداس لہجہ میں کہا - تو جا میں نہیں جاؤں گی +

کرشنا - نہیں میری اچھی دیدی! آج ضرور چلو - دیکھو کیسی ٹھنڈی ٹھنڈی [illegible]

نرملا - میرا من نہیں چاہتا - تو چلی جا +

کرشنا کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں - کانپتی ہوئی آواز میں بولی آج تم کیوں نہیں [illegible]

مجھ سے کیوں نہیں بولتیں؟ کیوں ادھر اُدھر چھپی پھرتی ہو؟ میرا جی اکیلے بیٹھے [illegible]

گھبراتا ہے - تم نہ چلوگی تو میں بھی نہ جاؤنگی - یہیں تمہارے پاس بیٹھی رہونگی

نرملا - اور جب میں چلی جاؤنگی تب کیا کرے گی؟ تب کس کے ساتھ کھیلے گی کس

کے ساتھ گھومنے جائیگی - بتا؟

کرشنا - میں بھی تمہارے ساتھ چلونگی - اکیلے مجھ سے یہاں نہ رہا جائیگا +

نرملا مسکرا کر بولی - تجھے اماں نہ جانے دیگی +

کرشنا - تو میں بھی تمہیں نہ جانے دونگی - تم اماں سے کہتی کیوں نہیں [illegible]

نرملا - کہہ تو رہی ہوں - کوئی سنتا نہیں ہے؟

کرشنا - تو کیا یہ گھر تمہارا نہیں ہے؟

نرملا - نہیں میرا گھر ہوتا تو کوئی زبردستی نکال دیتا؟

کرشنا - اس طرح کسی دن میں بھی نکال دی جاؤں گی؟

نرملا - اور نہیں کیا تو بیٹھی رہیگی؟ ہم لڑکیاں ہیں ہمارا گھر کہیں نہیں ہوتا +

کرشنا۔ چندر بھی نکال دیا جائیگا؟

نرملا۔ چندر تو لڑکا ہے، اُسے کون نکالے گا؟

کرشنا۔ تو لڑکیاں بڑی خراب ہوتی ہونگی؟

نرملا۔ خراب نہ ہوتیں تو گھر سے بھگائی کیوں جاتیں +

کرشنا۔ چندر تو اتنا بدمعاش ہے، اُسے کوئی نہیں بھگاتا۔ ہم تُم تو کوئی بدمعاشی بھی نہیں کرتیں +

یکایک چندر دھم دھم کرتا ہوا چھت پر آپہنچا اور نرملا کو دیکھ کر بولا۔ بھیّا، آپ یہاں بیٹھی ہیں۔ اوہو! آج تو باجے بجیں گے، دیدی دُلہن بنیں گی، پالکی پر چڑھیں گی، اوہو! اوہو!!

چندر کا پُورا نام چندر بھان سنہا تھا۔ نرملا سے تین سال چھوٹا اور کرشنا سے دو سال بڑا تھا +

نرملا۔ چندر تُم چڑاؤ گے تو ابھی جا کر اماں سے کہہ دوں گی +

چندر۔ تو چڑتی کیوں ہو؟ تُم بھی باجے سُننا۔ اوہو، ہو! اب تُم دولہن بنوگی۔ کیوں کشنی، تو باجے سُنے گی نہ؟ ایسے باجے تو نے کبھی نہ سُنے ہونگے!

کرشنا۔ کیا بینڈ سے بھی اچھے ہونگے؟

چندر۔ ہاں ہاں بینڈ سے بھی اچھے۔ ہزار گُنا اچھے، لاکھ گُنا اچھا تم جانو کیا؟ ایک بینڈ سُن لیا تو سمجھنے لگیں کہ اس سے اچھے باجے ہی نہیں ہوتے۔ باجا بجانے والے سُرخ سُرخ وردیاں اور سیاہ سیاہ ٹوپیاں پہنے ہونگے۔ ایسے خوبصورت ہونگے کہ تم سے کیا کہوں۔ آتشبازی بھی ہوگی۔

ہوائیاں آسمان پر اُڑ جائیں گی اور وہاں تاروں میں لگیں گی تو لال، پیلے، ہرے، نیلے تارے ٹوٹ ٹوٹ کر گریں گے۔ بڑا مزہ آئے گا۔

کرشنا۔ اور کیا کیا ہوگا، چندر؟ بتا دے میرے بھیا!

چندر۔ میرے ساتھ گھومنے چل تو راستے میں ساری باتیں بتا دوں۔ ایسے ایسے تماشے ہوں گے کہ دیکھ کر تیری آنکھیں کھل جائیں گی۔ ہوا میں اُڑتی ہوئی پریاں ہوں گی، سچ مچ کی پریاں!

کرشنا۔ اچھا چلو، لیکن نہ بتاؤ گے تو مار ملے گی۔

چندر بھان اور کرشنا چلے گئے مگر نرملا تنہا بیٹھی رہ گئی۔ کرشنا کے چلے جانے پر اُس وقت اُسے بہت رنج ہوا۔ کرشنا، جسے وہ جان سے زیادہ پیار کرتی تھی، آج اتنی بے مروّت ہو گئی کہ تنہا چھوڑ کر چلی گئی! بات کچھ نہ تھی مگر دُکھی دل دُکھتی ہوئی آنکھ ہے جس میں ہوا سے بھی درد ہوتا ہے۔ نرملا بڑی دیر تک بیٹھی روتی رہی۔ بھائی، بہن، ماں، باپ، سبھی اسی طرح مجھے بھول جائیں گے، سب کی آنکھیں پھر جائیں گی! پھر شاید انہیں دیکھنے کو بھی ترس جاؤں۔

باغ میں پھول کھلے ہوئے تھے، بھینی بھینی خوشبو آ رہی تھی، چیت کی سرد خوشگوار ہوا چل رہی تھی۔ آسمان پر تارے چھٹکے ہوئے تھے۔ نرملا انہیں دُکھ بھرے خیالات میں پڑے پڑے سو گئی اور آنکھ لگتے ہی اُس کا خیال عالمِ خواب میں گشت کرنے لگا۔ کیا دیکھتی ہے کہ سامنے ایک دریا موجیں مار رہا ہے اور وہ اس کے کنارہ پر کشتی کا انتظار کر رہی ہے۔ شام کا وقت ہے۔ تاریکی کسی خوفناک جانور کی طرح بڑھتی چلی آ رہی ہے۔ وہ

سخت تفکرات میں مبتلا ہے کہ کس طرح اُس پار جاکر گھر پہنچوں گی - رو رہی ہے
کہ کہیں رات نہ ہو جائے ورنہ میں اکیلی کیسے رہوں گی - دفعتاً اُسے ایک عمدہ
کشتی گھاٹ کی طرف آتی ہوئی نظر آتی ہے - وُہ خوشی سے اُچھل پڑتی ہے اور
جونہی کشتی گھاٹ پر آتی ہے وہ اُس پر چڑھنے کے لئے بڑھتی ہے - لیکن
جونہی کشتی کے تختہ پر قدم رکھنا چاہتی ہے، ملاح بول اُٹھتا ہے کہ تیرے
لئے یہاں جگہ نہیں ہے - وہ ملاح سے منت کرتی ہے - اُس کے پیروں پڑتی
ہے، روتی ہے لیکن وہ برابر یہی کہتا جاتا ہے کہ تیرے لئے یہاں جگہ نہیں
ہے - ایک لمحہ میں کشتی کھل جاتی ہے - وہ زار و قطار رونے لگتی ہے - دریا
کے سنسان کنارہ پر تمام رات کیسے رہے گی، یہ سوچ کر وہ دریا میں کود کر
اُس کشتی کو پکڑنا چاہتی ہے کہ اتنے میں کہیں سے آواز آتی ہے "ٹھہرو ٹھہرو!
ندی گہری ہے، ڈوب جاؤ گی - وُہ کشتی تمہارے لئے نہیں ہے - میں آتا ہوں
میری کشتی پر بیٹھو - میں اُس پار پہنچا دوں گا" وہ خوف زدہ ہو کر اِدھر اُدھر
دیکھتی ہے کہ یہ آواز کہاں سے آئی - ذرا دیر بعد ایک چھوٹی سی ڈونگی آتی ہوئی
دکھائی دیتی ہے - اُس میں نہ پال ہے اور نہ پتوار اور نہ مستول - پیندا پھٹا ہوا
تختے ٹوٹے ہوئے اور کشتی میں پانی بھرا ہوا! ایک شخص اُس میں سے پانی باہر
پھینک رہا ہے - وُہ اُس سے کہتی ہے، یہ تو ٹوٹی ہوئی ہے، کیسے پار لگے گی؟
ملاح کہتا ہے، تمہارے لئے ہی بھیجی گئی ہے، آکر بیٹھ جاؤ - وُہ ایک لمحہ سوچتی
ہے کہ بیٹھوں یا نہ بیٹھوں - بالآخر وہ بیٹھنے کا تہیہ کر لیتی ہے یہاں تنہا پڑے
رہنے سے کشتی میں بیٹھ جانا پھر بھی اچھا ہے - کسی خوفناک جانور کا لقمہ ہونے سے

تو یہی بہتر ہے کہ ندی میں ڈوب جاؤں۔ کون جانے کشتی پار لگ ہی جاوے۔
یہ سوچ کر وہ جان کو مٹھی میں لئے ہوئے کشتی میں بیٹھ جاتی ہے۔ کچھ دیر کشتی
ڈگمگاتی ہوئی چلتی ہے۔ مگر رفتہ رفتہ اُس میں پانی بھرتا جاتا ہے۔ وہ بھی ملاح کے
ساتھ دونوں ہاتھوں سے پانی باہر پھینکنے لگتی ہے یہاں تک کہ اُس کے ہاتھ تھک جاتے
ہیں۔ آخر کشتی چکر کھانے لگتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اب ڈوبی اور تب ڈوبی۔ اُس وقت
وہ کسی نادیدہ سہارے کے لئے اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتی ہے۔ کشتی نیچے
سے کھسک جاتی ہے اور اُس کے پیر اُکھڑ جاتے ہیں۔ وہ زور سے چلاتی ہے
اور چلاتے ہی اُس کی آنکھیں کھل گئیں۔ دیکھا تو ماں سامنے کھڑی ہوئی اس کے
شانے پکڑ کر اُسے ہلا رہی تھی۔

(۴)

بابو اُدے بھان لال کا مکان بازار میں واقع ہے۔ برآمدہ میں سنار
کے ہتھوڑے اور کمرہ میں درزی کی سوئیاں چل رہی ہیں۔ سامنے نیم کے
درخت کے نیچے بڑھئی چارپائیاں بنا رہا ہے۔ کھپریل کے تلے حلوائی کے لئے
بھٹہ کھودا گیا ہے۔ مہمانوں کے لئے علیحدہ ایک مکان میں انتظام کیا گیا ہے۔
یہ بندوبست کیا جا رہا ہے کہ ہر ایک مہمان کے لئے ایک ایک چارپائی،
ایک ایک کرسی اور ایک ایک میز ہو۔ ہر تین مہمانوں کے لئے ایک ایک کہار
مقرر کرنے کی تجویز ہو رہی ہے۔ ابھی بارات کے آنے میں ایک ماہ کا وقفہ
ہے مگر تیاریاں ابھی سے ہو رہی ہیں۔ براتیوں کی ایسی خاطر کی جاوے کہ کسی
کو زبان ہلانے کی ضرورت نہ ہو، وہ لوگ بھی یاد کریں کہ کسی کے یہاں بارات

ٹوٹے

میں گئے تھے۔ ایک پورا مکان برتنوں سے بھرا ہوا ہے۔ چائے کے سیٹ
ہیں، ناشتہ کی طشتریاں، نعال، لوٹے اور گلاس۔ جو لوگ روزانہ چار
پائیوں پر پڑے حقہ پیتے رہتے تھے وہ بڑی مستعدی سے کام کر رہے ہیں
اپنی کارپردازی ثابت کرنے کا ایسا عمدہ موقع انہیں پھر بہت روز بعد
ملے گا۔ جہاں ایک آدمی کو جانا ہوتا ہے، پانچ دوڑتے ہیں۔ کام کم ہوتا
ہے، شور وغل زیادہ۔ ذرا ذرا سی بات پر گھنٹوں حجت ہوتی ہے اور
بالآخر وکیل صاحب کو آکر تصفیہ کرنا پڑتا ہے۔ ایک کہتا ہے، یہ گھی خراب
ہے۔ دوسرا کہتا ہے، اس سے اچھا بازار میں مل جاوے تو ٹانگ کی راہ
نکل جاؤں۔ تیسرا کہتا ہے، اس میں تو بدبو آتی ہے۔ چوتھا کہتا ہے کہ تمہاری
ناک ہی سڑ گئی ہے، تم کیا جانو کہ گھی کسے کہتے ہیں۔ جب سے یہاں آئے ہو،
گھی ملنے لگا ہے ورنہ گھی کے درشن بھی نہ ہوتے تھے۔ اس پر تکرار بڑھ جاتی ہے
اور وکیل صاحب کو نپٹارا کرنا پڑتا ہے۔

رات کے نو بجے تھے۔ اُدو بھان لال اندر بیٹھے ہوئے مصارف کا
تخمینہ لگا رہے تھے۔ وہ عموماً ہر روز تخمینہ لگاتے تھے مگر روز ہی اس میں کچھ نہ کچھ ترمیم
یا اضافہ کرنا پڑتا تھا۔ سامنے کلیانی چیں بجبیں کھڑی تھی۔ بابو صاحب نے بڑی دیر کے بعد
سر اٹھایا اور بولے۔ دس ہزار سے کم نہیں ہوتا بلکہ شاید اور بڑھ جاوے۔

کلیانی۔ دس دن میں پانچ ہزار تھے، دس ہزار ہو گئے، ایک مہینہ میں تو شاید
ایک لاکھ کی نوبت آجائے۔

اُدو بھان۔ کیا کروں؟ جگ ہنسائی بھی تو اچھی نہیں لگتی۔ کوئی شکایت

ہوئی تو لوگ کہیں گے کہ نام بڑے درشن تھوڑے - پھر جب وہ مجھ سے جہیز کے نام
ایک پائی نہیں لیتے تو میرا بھی فرض ہے کہ مہمانوں کی خاطر مدارت میں کوئی بات نہ اُٹھا رکھوں
کلیانی - جب سے برہما جی نے دُنیا کو بنایا تب سے آج تک کوئی براتیوں
کو خوش نہیں کر سکا - اُنہیں عیب نکالنے اور برائی کرنے کا کوئی نہ کوئی موقع مل
ہی جاتا ہے - جسے اپنے گھر سُوکھی روٹیاں بھی نصیب نہیں وہ بھی بارات میں
جا کر تاناشاہ بن جاتا ہے - تیل خوشبودار نہیں، صابن ٹکے سیر کا جانے کہاں
سے بٹور لائے، کہار بات نہیں سُنتے، لالٹینیں دُھواں دیتی ہیں، کرسیوں
میں کھٹمل ہیں، چارپائیاں ڈھیلی ہیں، جنواسہ کی جگہ ہوادار نہیں، ایسی ایسی
ہزاروں شکایتیں ہوتی رہتی ہیں - اُنہیں آپ کہاں تک روکئے گا - اگر یہ موقع نہ
ملا تو اور کئی عیب نکال لئے جاویں گے - بھئی، یہ تیل تو رنڈیوں کے لگانے لائق
ہے، ہمیں تو سادہ تیل چاہئے - جناب، یہ صابن نہیں بھیجا ہے اپنی امارت
کی شان دکھائی ہے، گویا ہم نے صابن دیکھا ہُوا نہیں - یہ کہار نہیں، جم دُوت
ملک الموت ہیں؟ جب دیکھئے سر پہ سوار! لالٹینیں ایسی بھیجی ہیں کہ آنکھیں
جھپکنے لگتی ہیں - اگر دس پانچ روز اِس روشنی میں بیٹھنا پڑے تو آنکھیں پھوٹ
جائیں جنواسہ کیا ہے ابھاگے کا بھاگ ہے جس میں چاروں طرف سے جھونکے
آتے رہتے ہیں - میں تو پھر یہی کہوں گی کہ براتیوں کے نخرے کا خیال ہی چھوڑ دو +

اُدے بھان - تو آخر تُم مجھے کیا کرنے کو کہتی ہو؟

کلیانی - کہہ تو رہی ہوں کہ پختہ اِرادہ کر لو کہ پانچ ہزار سے زیادہ نہ خرچ
کرینگے - گھر میں ٹکا ہے نہیں، قرض ہی کا بھروسہ ٹھہرا تو پھر اتنا قرض کیوں لو کہ

زندگی میں اضافہ ہو۔ آخر میرے اور بچّے بھی ہیں، اُن کے لئے بھی تو کچھ چاہیئے۔

اُودے بھان۔ تو کیا آج میں مرا جاتا ہُوں؟

کلیانی۔ جیون کا حال کوئی نہیں جانتا۔

اُودے بھان۔ تو تم بیٹھی یہی منایا کرتی ہو؟

کلیانی۔ اِس میں بگڑنے کی تو کوئی بات نہیں ہے۔ مرنا ایک دن سبھی کو ہے کوئی یہاں اَمر ہو کر تھوڑا ہی آیا ہے۔ آنکھیں بند کر لینے سے تو ہونے والی بات نہ ٹلے گی۔ روز آنکھوں سے دیکھتی ہُوں کہ باپ مر جاتا ہے اور اُس کے بچّے گلی گلی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ آدمی ایسا کام ہی کیوں کرے؟

اُودے بھان نے جھلّا کر کہا۔ تو اب سمجھ لوں کہ میرے مرنے کے دن قریب آ گئے، یہ تمہاری پیشین گوئی ہے۔ سُہاگ سے عورتوں کو اُکتاتے نہیں سُنا تھا، آج یہ نئی بات معلوم ہوئی۔ رنڈاپا رہیگی، ہیں بھی کوئی شگون ہوگا ضرور۔

کلیانی۔ تم سے دُنیا کی بھی کوئی بات کہی جاتی ہے تو زہر اُگلنے لگتے ہو۔ اسی لئے نہ کہ جانتے ہو اس کا کہیں ٹھکانا نہیں ہے، میری ہی روٹیوں پر پڑی ہوئی ہے۔ یا اور کچھ؟ جہاں کوئی بات کہی کہ بس سر ہو گئے۔ گویا میں گھر کی لونڈی ہوں، میرا صرف روٹی کپڑے کا ناطہ ہے۔ جتنا ہی میں دبتی ہوں تم اور بھی دباتے ہو۔ مُفت خورے مال اُڑائیں، کوئی مُنہ نہ کھولے۔ شراب کباب میں روپے اُڑیں، کوئی زبان نہ ہلائے۔ یہ سارے کانٹے میرے بچوں ہی کے لئے تو بوئے جا رہے ہیں۔

اُودے بھان۔ تو میں کیا تمہارا غلام ہوں؟

کلیانی - تو کیا میں تمہاری لونڈی ہوں ؟
اودے بھان - ایسے مرد اور ہوں گے جو عورتوں کے اشاروں پر ناچتے ہیں ۔
کلیانی - تو ایسی عورتیں بھی اور ہونگی جو مردوں کی جوتیاں سہا کرتی ہیں ۔
اودے بھان - میں کما کر لاتا ہوں، جیسے چاہوں ویسے خرچ کر سکتا ہوں - کسی کو بولنے کا اختیار نہیں ہے ۔

کلیانی - تو آپ اپنا گھر سنبھالئے - ایسے گھر کو میرا دور ہی سے سلام ہے، جہاں میری کوئی پوچھ نہیں - گھر میں تمہارا جتنا اختیار ہے اتنا میرا بھی - اس سے جو بھر بھی کم نہیں - اگر تم اپنے من کے راجہ ہو تو میں بھی اپنے من کی رانی ہوں - تمہارا گھر تمہیں مبارک رہے - میرے لئے پیٹ کی روٹیوں کی کمی نہیں ہے تمہارے بچے ہیں، مارو یا جلاؤ - نہ آنکھوں سے دیکھوں گی نہ درد ہو گا - آنکھ پھوٹی پیر گئی (درد) ۔

اودے بھان - کیا تم سمجھتی ہو کہ تم نہ سنبھالو گی تو میرا گھر ہی نہ سنبھلے گا؟ میں تنہا ایسے ایسے دس گھر سنبھال سکتا ہوں ۔
کلیانی - کون! اگر آج کے تیسرے دن مٹی میں نہ مل جائے تو کہنا کوئی کہتی تھی۔

یہ کہتے کہتے کلیانی کا چہرہ تمتما اٹھا - وہ جھمک کر اٹھی اور کمرے کے دروازہ کی طرف چلی - وکیل صاحب مقدمات میں تو خوب "ہندی کی چندی" نکالتے تھے مگر عورتوں کے مزاج سے انہیں کچھ تھوڑی ہی سی واقفیت تھی - یہی ایک ایسا علم ہے جس سے آدمی مسن ہونے پر بھی نابلد رہتا ہے - اگر اب بھی وہ نرم پڑ جاتے اور کلیانی کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیتے تو شاید وہ رک جاتی - لیکن آپ سے یہ تو ہو نہ

نرملا

سکا۔ اُلٹا چلتے چلاتے ایک اور چرکا دیا جسے مانگ کا گھمنڈ ہوگا +

کلیانی نے دروازہ پر ٹھہر کر شوہر کی طرف سُرخ سُرخ آنکھوں سے دیکھا اور بپھر کر بولی۔ مانگ والے میری تقدیر کے ساتھی نہیں ہیں اور نہ میں اتنی کمینہ ہوں کہ اُن کی روٹیوں پر جا پڑوں +

اُدے بھان۔ تب کہاں جا رہی ہو +

کلیانی۔ تم یہ پوچھنے والے کون ہوتے ہو۔ ایشور کی دُنیا میں بیشمار جانداروں کے لئے جگہ ہے تو پھر کیا میرے لئے جگہ نہیں ہے ؟

یہ کہہ کر کلیانی کمرہ کے باہر نکل گئی صحن میں جاکر اُس نے ایک بار آسمان کی طرف دیکھا، گویا ستاروں کو گواہ کر رہی ہے کہ میں اس گھر سے کتنی بے دردی سے نکالی جا رہی ہوں۔ رات کے گیارہ بج گئے تھے۔ گھر میں سناٹا چھایا ہُوا تھا۔ دونوں لڑکوں کی چارپائی اُسی کے کمرہ میں رہتی تھی۔ وہ اپنے کمرہ میں آئی۔ دیکھا چندر بھان سویا ہُوا ہے۔ سب سے چھوٹا سورج بھان چارپائی پر اُٹھ بیٹھا ہے۔ ماں کو دیکھتے ہی وہ بولا۔ تم تہاں (کہاں) دئی (گئی) تھیں، اماں ؟

کلیانی۔ دور ہی کھڑی ہوئی بولی۔ کہیں نہیں بیٹا، تمہارے بابو جی کے پاس گئی تھی۔

سورج۔ تم تلی دئیں، مجھے اکیلے ڈر لدتا۔ تم تیوں تلی دئی تھیں ؟ بتاؤ۔

یہ کہہ کر بچہ نے گود میں جانے کے لئے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ کلیانی اب ضبط نہ کر سکی مہرِ مادری کی امرت دھارا سے اُس کا جلتا ہُوا دل تر بتر ہوگیا دل کا نازک پودا جو غصہ کی آنچ سے مُرجھا گیا تھا، پھر شاداب ہوگیا آنکھیں

نرم ہو گئیں۔ اُس نے بچہ کو گود میں اُٹھا لیا اور سینہ سے لگا کر بولی۔ تم نے مجھے پکارا نہ تھا
کیوں نہ لیا بیٹا؟

سورج ۔ پکارتا تو تھا، تم سُنتی ہی نہ تھیں۔ بتاؤ، اب تو کبھی نہ جاؤ گی؟

کلیانی ۔ نہیں بھیا، اب کبھی نہ جاؤنگی۔

یہ کہہ کر کلیانی سورج بھان کو لے کر چارپائی پر لیٹی۔ ماں کے سینہ سے لپٹتے ہی بچہ بے کھٹکے ہو کر سو گیا۔ کلیانی کے دل میں وسوسے ہونے لگے۔ شوہر کی باتیں یاد آتیں تو جی میں آتا کہ گھر کو یکدم چھوڑ کر چلی جاؤں۔ مگر بچوں کا منہ دیکھتی تو پیار سے دل پر رقت طاری ہو جاتی۔ بچوں کو کس پر چھوڑ کر جاؤں؟ میرے ان لالوں کو کون پالیگا؟ یہ کس کے ہو کر رہینگے؟ کون بڑے سویرے انہیں دودھ اور حلوا کھلائیگا؟ کون ان کی نیند سوئیگا، انکی نیند جاگیگا؟ بیچارے کوڑی کے تین ہو جائینگے۔ نہیں پیارے بچو! میں تمہیں چھوڑ کر نہ جاؤنگی۔ تمہارے لیئے سب کچھ سہہ لونگی۔ بیعزتی ذلت، گالی گپتی، کھوٹی کھری، دھکی جھڑکی، یہ سب تمہارے لئے سہونگی۔

کلیانی تو بچہ کو لیکر لیٹی۔ مگر بابو صاحب کو نیند نہ آئی۔ انہیں چوٹ کرنیوالی باتیں بڑی مشکل سے بھولتی تھیں۔ اُف! یہ مزاج، گویا میں ہی انکی بیوی ہوں۔ بات منہ سے نکالنی مشکل ہے۔ اب میں انکا غلام ہو کر رہوں۔ گھر میں تنہا یہ رہیں اور باقی جتنے لگنے بیگانے ہیں، وہ سب نکال دیئے جاویں۔ جلا کرتی ہیں، مناتی ہیں کہ یہ کسی طرح مرے تو میں اکیلی آرام سے رہوں۔ دل کی بات منہ سے نکل ہی آتی ہے، خواہ کوئی کتنا ہی چھپائے۔ کئی روز سے دیکھ رہا ہوں، ایسی جلی کٹی سُنایا کرتی ہیں کہ بس۔ مانگے کا گھمنڈ ہوگا لیکن وہاں کوئی بات بھی نہ پوچھیگا۔ ابھی سب آؤ بھگت کرتے ہیں، جب جا کر سر پڑ جائینگی تو آٹا دال کا بھاؤ معلوم ہو جائیگا۔

روتی ہوئی اُٹھیں! واہ رے گھمنڈ، سوچتی ہیں کہ میں ہی یہ گرہستی چلاتی ہوں۔ ابھی چار دن کو کہیں چلا جاؤں تو معلوم ہو۔ تب دیکھوں، کیا کرتی ہیں۔ بس چار ہی دن میں تو معلوم ہو جائے گا۔ ساری شیخی کرکری ہو جائے گی۔ ایک بار تو ان کا گھمنڈ توڑ ہی دوں۔ ذرا بیوگی کا مزہ بھی چکھا دوں۔ نہ جانے ان کی ہمت کیسے پڑتی ہے کہ مجھے اس طرح کوسنے لگتی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ محبت انہیں چھو نہیں گئی یا سمجھتی ہیں کہ یہ گھر سے اتنا لپٹا ہوا ہے کہ اسے چاہے جتنا کوسوں ٹلنے کا نام نہ لے گا۔ یہی بات ہے۔ مگر یہاں دُنیا سے لپٹنے والے نہیں ہیں۔ جہنم میں جائے وہ گھر جہاں ایسے آدمیوں سے پالا پڑے۔ گھر ہے یا نرک! آدمی باہر سے تھکا ماندہ آتا ہے تو گھر میں اُسے آرام ملتا ہے۔ یہاں آرام کے عوض کوسنے سُننا پڑتا ہے! میری موت کے لئے برت کئے جاتے ہیں۔ یہ ہے پچیس سال کی ازدواجی زندگی کا نتیجہ! بس چل ہی دوں۔ جب دیکھ لونگا کہ ان کا سارا گھمنڈ مٹی میں مل گیا اور مزاج ٹھنڈا ہو گیا تو لوٹ آؤنگا۔ چار پانچ روز کافی ہونگے۔ لو تم بھی کیا یاد کرو گی کہ کسی سے کام پڑا تھا ❊

یہی سوچتے ہوئے بابو صاحب اُٹھے، ریشمی چادر گلے میں ڈالی، کچھ روپے لئے، اپنا کارڈ نکال کر دوسرے کُرتے کی جیب میں رکھا، چھڑی اُٹھائی اور چپکے سے باہر نکلے۔ سب لوگ نیند میں مست تھے۔ کُتّا آہٹ پا کر چونک پڑا اور اُنکے ساتھ ہو لیا۔

مگر کون جانتا تھا کہ یہ ساری باتیں کارستان قضا و قدر کے ہاتھوں ہو رہی ہیں۔ زندگی کے اسٹیج کے بے درد منتظمین کسی نامعلوم مخفی مقام پر بیٹھے ہوئے اپنی ناقابل فہم بے دردی کا تماشا دکھا رہے ہیں؟ یہ کون

جانتا تھا کہ نقل اصل ہونے جا رہی ہے، تماشا سچائی کی صورت اختیار کرنیوالا ہے ٭
شب دیجور نے چاند کو شکست دے کر اپنا عملدرآمد قائم کر رکھا تھا۔ اُس کی
شیطانی فوج قدرت پر اپنا رُعب جمائے ہوئے تھی۔ روحانی جذبات مُنہ چھپائے
پڑے تھے اور نفسانی جذبات غرور نخوت سے اکڑتے پھرتے تھے۔ جنگلوں میں
درندے شکار کی تلاش میں گھُوم رہے تھے اور شہروں میں بدمعاش لوگ کوچہ
بکوچہ سنڈلاتے پھرتے تھے ٭

بابو اودے بھان لال تیزی سے گنگا کی طرف چلے جا رہے تھے۔ اُنھوں
نے اپنا کُرتہ گھاٹ پر رکھ کر پانچ روز کے لئے مرزاپور چلے جانے کا ارادہ کر لیا
تھا۔ اُن کے کپڑے دیکھ کر لوگوں کو اُن کے ڈوب جانے کا یقین ہو جائیگا کاغذ
کُرتے کی جیب میں تھا، پتہ لگنے میں کوئی دقّت نہ ہو سکتی تھی۔ آن واحد میں سارے
شہر میں خبر مشہور ہو جاوے گی۔ آٹھ بجتے بجتے تو سارا شہر میرے دروازہ
پر جمع ہو جائیگا۔ تب دیکھوں کہ دیوی جی کیا کرتی ہیں ٭

یہی سوچتے ہوئے بابو صاحب گلیوں میں چلے جا رہے تھے۔ دفعتاً اُنھیں
اپنے پیچھے کسی دُوسرے آدمی کے آنے کی آہٹ ملی۔ سمجھے کوئی ہوگا۔ آگے بڑھے
لیکن جس گلی سے وُہ مُڑتے اُسی طرف وُہ آدمی بھی مُڑتا تھا۔ اُس وقت
بابو صاحب کو اندیشہ ہُوا کہ یہ آدمی میرا ہی پیچھا کر رہا ہے۔ ایسا معلوم ہُوا
کہ اس کی نیت صاف نہیں ہے۔ اُنھوں نے فوراً جیبی لالٹین نکالی اور اسکی
روشنی میں اس آدمی کو دیکھا۔ ایک طاقتور شخص کندھے پر لٹھ رکھے چلا آتا
بابو صاحب اسے دیکھتے ہی چونک پڑے [illegible] شہر کا مشہور بدمعاش تھا

تین سال قبل اُس پہ ڈاکہ مقدمہ چلا تھا - اُدوے بھان نے اُس مقدمہ میں سرکار کی طرف سے پیروی کی تھی اور اس بدمعاش کو تین برس کی سزا دلائی تھی - جبھی سے وہ اُن کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا - کل ہی وُہ چھوٹ کر آیا تھا - آج اتفاقاً بابو صاحب تہارات کو دکھائی دیئے تو اُس نے سوچا کہ اُن سے بدلہ لینے کا یہ اچھا موقع ہے - ایسا موقع شاید ہی پھر کبھی ملے - فوراً پیچھے ہو لیا اور حملہ کرنے کی گھات ہی میں تھا کہ بابو صاحب نے لالٹین جلائی - بدمعاش ذرا ٹھٹھک کر بولا کیوں بابو جی، پہچانتے ہو نہ؟ میں ہوں متئی *

بابو صاحب نے ڈانٹ کر کہا - تم میرے پیچھے پیچھے کیوں آ رہے ہو؟

متئی - کیوں کسی کو راہ چلنے کی مناہی (ممانعت) ہے؟ یہ گلی تمہارے باپ کی ہے؟

بابو صاحب جوانی میں کُشتی لڑتے تھے - اب بھی ہٹے کٹے آدمی تھے - دل کے بھی کچے نہ تھے - چھڑی سنبھال کر بولے ابھی شاید جی نہیں بھرا؟ اب کے سات سال کو جاؤ گے *

متئی - میں سات سال کو جاؤں یا چودہ سال کو مگر تمہیں جیتا نہ چھوڑونگا ہاں اگر تم میرے پیروں پر گر کر قسم کھاؤ کہ اب کسی کو سزا نہ کراؤنگا تو چھوڑ دوں بولو منظور ہے؟

اُدوے بھان - تیری شامت تو نہیں آئی ہے؟

متئی - شامت میری نہیں آئی، تمہاری آئی ہے - بولو، کھاتے ہو قسم ایک *

اُودے بھان - تم بیٹھے ہو، کہیں پولیس کو بلاؤں؟

منشی - دو!

اُودے بھان (گرج کر) ہٹ جا بدمعاش سامنے سے۔

منشی - تین!

منہ سے تین کی آواز نکلتے ہی بابو صاحب کے سر پر لٹھ کا ایسا تلا ہوا ہاتھ پڑا کہ وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ منہ سے صرف اتنا ہی نکلا "ہائے مار ڈالا!" منشی نے پاس جا کر دیکھا تو سر پھٹ گیا تھا اور خون کی دھار بہہ رہی تھی۔ نبض کا کہیں پتہ نہ تھا۔ سمجھ گیا کہ کام تمام ہو گیا۔ اُس نے کلائی سے سونے کی گھڑی کھولی، کُرتے سے سونے کے بٹن کاٹ لیے۔ اُنگلی سے انگوٹھی اتاری اور اپنی راہ چلا گیا گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ البتہ اتنا رحم کیا کہ لاش کو راستے سے کھینچ کر ایک طرف ڈال دیا۔ ہائے بیچارے گھر سے کیا سوچ کر چلے تھے اور کیا ہو گیا۔ زندگی تجھ سے زیادہ ناپائدار بھی دُنیا میں کوئی چیز ہے؟ کیا وہ اُس چراغ کی طرح نہیں ہے جو ہوا کے ایک جھونکے سے بُجھ جاتا ہے؟ پانی کے اُس بلبلے کو دیکھتے ہو بنتے ٹوٹتے پھر بھی کچھ دیر لگتی ہے۔ زندگی میں اُتنی پائداری بھی نہیں۔ سانس کا بھروسہ ہی کیا؟ اور اسی بھروسے پر ہم اپنی آرزوؤں کا کتنا عالیشان محل بناتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ اندر جانے والی سانس باہر آئیگی یا نہیں۔ مگر سوچتے اتنی دُور کی ہیں کہ گویا ہمیں فنا نہیں!

(۳)

بیوہ کی فریاد اور یتیموں کی گریہ و زاری سُن کر ناظرین کا دِل دُکھ اُٹھے

جس پر بیتی ہے۔ وہ روتا ہے، چلاتا ہے، پچھاڑیں کھاتا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔
اگر آپ چاہیں تو کلیانی کے اُس وقت روحانی قلق کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جو
اس کو اس خیال سے ہو رہا تھا کہ میں ہی اپنے دل و جان کے مالک کی قاتلہ ہوں!
وہ کلمے جو غصہ کے جوش میں اُس کی بے لگام زبان سے نکلے تھے۔ اب اُس
کے دل کو تیر بن کر چھلنی کئے دیتے تھے۔ اگر شوہر نے اُس کی گود میں کراہ کراہ
کر جان دی ہوتی تو اُسے تسکین ہوتی کہ میں نے اُن کے متعلق اپنا فرض ادا کر
دیا۔ غمزدہ دلوں کو اس سے زیادہ تسکین اور کسی بات سے نہیں ہوتی۔ اُسے
یہ خیال کر کے کتنا اطمینان ہوتا کہ میرے مالک مجھ سے خوش ہو کر گئے۔ آخر وقت
تک اُن کے دل میں میری محبت برقرار رہی۔ کلیانی کو یہ اطمینان نصیب تھا۔
وہ سوچتی کہ ہائے، میری پچیس سال کی ریاضت ضائع ہو گئی۔ میں آخر وقت
میں اپنے مالک کی محبت سے محروم رہی۔ اگر میں نے انہیں ایسے سخت الفاظ
نہ کہے ہوتے تو وہ رات کو گھر سے باہر ہرگز نہ جاتے۔ نہ جانے اُن کے دل میں
کیا کیا خیال پیدا ہوئے ہوں۔ ان کے خیالات کا اندازہ اور اپنے
گناہ میں اضافہ کر کے وہ آٹھوں پہر کڑھتی رہتی تھی۔ جن بچوں پر وہ جان
دیتی تھی، اب اُن کی صورت سے چڑھتی تھی۔ انہیں کے سبب مجھ کو اپنے
مالک سے جھگڑا مول لینا پڑا۔ یہی میرے دشمن ہیں۔ جہاں آٹھوں پہر کچہری
سی لگی رہتی تھی وہاں اب خاک اُڑتی تھی۔ وہ میلا ہی اُٹھ گیا تھا۔ جب
کھلانے والا ہی نہ رہا تو کھانے والے وہاں کیسے پڑتے رہتے۔ رفتہ رفتہ
ایک ماہ کے اندر سبھی بھانجے بھتیجے رخصت ہو گئے۔ جن کو دعوے تھا کہ ہم

پسینہ کی جگہ لہو بہانے والوں میں ہیں وہ ایسا منہ پھیر کر بھاگے کہ پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا۔ دُنیا ہی دُوسری ہو گئی۔ جن بچوں کو دیکھ کر پیار کرنے کو جی چاہتا تھا اُن کے چہروں پر اب مکھیاں بھنبھناتی تھیں۔ نہ جانے وہ رونق کہاں چلی گئی تھی ؛

رنج گھٹا تو نرملا کے بیاہ کا مسئلہ درپیش ہُوا۔ کچھ لوگوں کی رائے ہوئی کہ شادی امسال ملتوی کی جاوے لیکن کلیانی نے کہا کہ اتنی تیاریوں کے بعد شادی ملتوی کر دینے سے سب کیا دھرا خاک میں مل جاوے گا اور دُوسرے سال پھر یہی تیاریاں کرنی پڑینگی جس کی کوئی اُمید نہ تھی۔ بیاہ کر دینا ہی بہتر ہے۔ کچھ لینا دینا تو ہے نہیں، براتیوں کے مہانداری کا کافی بندوبست ہو چکا ہے پس توقف سے نقصان ہی نقصان ہے۔ پس بابو بھال چندر کو اس حادثہ کے خبر کے ساتھ ہی یہ پیغام بھی بھیج دیا گیا۔ کلیانی نے اپنے خط میں لکھا۔ اس بے کس پر رحم کیجئے اور ڈوبتی ہُوئی ناؤ کو پار لگائیے۔ سوامی جی کے دل میں بڑے بڑے حوصلے تھے مگر ایشور کو کچھ اور منظور تھا۔ اب میری لاج آپ کے ہے۔ لڑکی آپ کی ہو چکی۔ میں آپ لوگوں کی خاطرداری کرنے میں اپنی خوش قسمتی سمجھتی ہُوں۔ لیکن اگر اس میں کچھ کمی ہو یا کوئی غلطی سرزد ہو تو میری حالت کا خیال کر کے معاف کیجئے گا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ خود مجھ بے کس کی بدنامی نہ ہونے دینگے، وغیرہ وغیرہ ؛

کلیانی نے یہ خط ڈاک سے نہ بھیجا بلکہ پروہت جی سے کہا۔ آپ کو تکلیف تو ہوگی مگر آپ خود جا کر یہ خط دیجئے گا اور میری جانب سے نہایت عاجزی سے

ساتھ کہنے لگا کہ جتنے کم لوگ آئیں اُتنا ہی اچھا۔ یہاں کوئی انتظام کرنے والا نہیں ہے۔ پر بہت موٹے لالہ رام پیغام نے کہ تیسرے روز لکھنؤ جا پہنچے۔

شام کا وقت تھا۔ بابو بھال چند دیوان خانے کے سامنے آرام کرسی پر بیٹھے ہوئے حقہ پی رہے تھے۔ بہت موٹے اور بلند قامت شخص تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سیاہ دیو ہے یا کوئی حبشی افریقہ سے پکڑ کر آیا ہے۔ سر سے پیر تک ایک ہی رنگ تھا، سیاہ۔ چہرہ اتنا سیاہ تھا کہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ ماتھے کی انتہا کہاں ہے اور سر کی ابتدا کہاں۔ بس کوئلے کی ایک زندہ مورت تھی۔ آپ کو گرمی بہت ستاتی تھی۔ دو آدمی کھڑے پنکھا جھل رہے تھے۔ اس پر بھی پسینہ کا تار بندھا ہوا تھا۔ آپ محکمہ آبکاری کے کسی بڑے عہدے پر تھے۔ پانچ سو روپیہ مشاہرہ ملتا تھا۔ ٹھیکہ داروں سے خوب رشوت بھی لیتے تھے۔ ٹھیکہ دار شراب کے نام پانی فروخت کریں، چوبیس گھنٹے دکان کھلی رکھیں، آپ کو صرف خوش رکھنا کافی تھا۔ سارا قانون آپ کی خوشی تھی۔ اتنی بھیانک شکل تھی کہ چاندنی رات میں انہیں دیکھ کر دفعتاً لوگ چونک پڑتے تھے، صرف بچے اور عورتیں نہیں، مرد تک ڈر جاتے تھے۔ چاندنی رات اس لئے کہی گئی کہ اندھیری رات میں تو انہیں کوئی دیکھ ہی نہ سکتا تھا، سیاہی تاریکی میں جذب ہو جاتی تھی۔ صرف آنکھوں کا رنگ سرخ تھا۔ جیسے پکا مسلمان پانچ بار نماز پڑھتا ہے اُسی طرح آپ پانچ بار شراب پیتے تھے۔ مفت کی شراب تو قاضی کو حلال ہے پھر آپ تو شراب کے افسر ہی تھے۔ جتنی چاہیں پئیں، کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہ تھا۔ جب پیاس لگتی۔

شراب پی لینے جیسے کچھ رنگوں میں باہمی موافقت ہے اسی طرح کچھ رنگوں میں باہمی مخالفت ہے سُرخی کے مل جانے سے سیاہی اور بھی خوفناک ہو جاتی ہے ؛

بابو صاحب نے پنڈت جی کو دیکھتے ہی کُرسی سے اُٹھ کر کہا - اخاہ آپ ہیں آئیے آئیے ۔ زہے نصیب! کوئی ہے ؟ کہاں چلے گئے سب کے سب ، جھگڑو گوُردین ، چھکوڑی ، بھوانی ، رام غلام ، کوئی ہے ؟ کیا سب کے سب مر گئے؟ چلو رام غلام ، بھوانی ، چھکوڑی ، گوُردین ، جھگڑو ! کوئی نہیں بولتا ، سب مر گئے درجن بھر آدمی ہیں مگر وقت پر ایک کی بھی صُورت نظر نہیں آتی ، نہ جانے سب کہاں غائب ہو جاتے ہیں - آپ کے واسطے کُرسی لاؤ ؛

بابو صاحب نے یہ نام کئی بار دُہرائے لیکن یہ نہ ہُوا کہ پنکھا کھینچنے والے دونوں آدمیوں میں سے کسی کو کُرسی لانے کے لئے بھیج دیتے - تین چار منٹ کے بعد ایک کانا آدمی کھانستا ہُوا آکر بولا - سرکار ، اسے تتا کی نوکری ہمارے نا ہوئی - کہاں تلک اُدھار باڑی سے کھائی - مانگت مانگت تھیتھر ہوئی گئیں ؛

بھال چندر - مت بکو ، جا کر کُرسی لاؤ - جب کوئی کام کرنے کو کہا گیا تو رونے لگتا ہے - کہئے پنڈت جی ، وہاں سب خیریت ہے ؟

موٹے رام - کیا خیریت کہوں ، بابو جی ! اب خیریت کہاں ؟ سارا گھر مٹی میں مل گیا ؛

اتنے میں کہار نے ایک ٹوٹا ہُوا چیڑ کا صندوق لا کر رکھ دیا اور بولا - ”کُرسی مینچ ہمارا اُٹھائے ناہیں اُٹھت ہے“ ؛

پنڈت جی شرمانے ہُوئے ڈرتے ڈرتے اُس پر بیٹھے کہ مُبادا کہیں ٹوٹ جائے اور گلیانی کا خط بابُو صاحب کے ہاتھ میں رکھ دیا ٭

بھال چندر۔ اب اور کیسے مٹی میں ملیگا۔ اس سے اور کون مصیبت پڑیگی؟ باپُو دیو بھان لال سے میری پُرانی دوستی تھی۔ آدمی نہیں ہیرا تھا۔ کیا دل تھا، کیا ہمت تھی، (آنکھیں پُونچھ کر) میرا تو جیسے داہنا ہاتھ ہی کٹ گیا۔ یقین جانئے کہ جب سے یہ خبر سُنی ہے، آنکھوں میں اندھیرا سا چھا گیا ہے۔ کھانے بیٹھتا ہُوں تو لُقمہ مُنہ میں نہیں جاتا۔ اُن کی صُورت آنکھوں کے سامنے کھڑی رہتی ہے۔ مُنہ جُوٹھا کر کے اُٹھ آتا ہُوں۔ کسی کام میں دِل نہیں لگتا۔ بھائی کے مَرنے کا رنج بھی اِس سے کم ہی ہوتا۔ آدمی نہیں ہیرا تھا!

موٹے رام۔ سرکار، نگر میں اب ایسا کوئی رئیس ہی نہیں رہا ٭

بھال چندر۔ مَیں خُوب جانتا ہُوں پنڈت جی، آپ مجھ سے کیا کہتے ہیں! ایسے آدمی لاکھ دو لاکھ میں ایک ہوتا ہے۔ جتنا مَیں اُن کو جانتا تھا، دُوسرا نہیں جان سکتا۔ دو ہی تین بار کی مُلاقات میں اُن کا مُعتقد ہو گیا اور مَرتے دم تک رہُونگا۔ آپ سیٹھانی صاحبہ کو کہہ دیجئے گا کہ مجھے دِلی رنج ہے ٭

موٹے رام۔ آپ سے ایسی اُمید تھی۔ آپ جیسے بھلے آدمیوں کا مِلنا مُشکل ہے ورنہ آج کل کون بلا جہیز کے لڑکے کا بیاہ کرتا ہے؟

بھال چندر۔ جہیز کی گُفتگو ایسے راستباز لوگوں سے نہیں کی جاتی۔ اُن سے تو رشتہ ہو جانا ہی لاکھ روپے کے برابر ہے۔ مَیں اسی کو اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہُوں۔ آہ دِل کتنا فیاض تھا! روپیہ کو تو اُنھوں نے کچھ سمجھا ہی نہیں، اُس کی تنکے کے

سرا بر بھی پروا نہیں کی! بُرا رواج ہے! بیحد بُرا۔ میرا بس چلے تو جہیز لینے والوں اور دینے والوں دونوں ہی کو گولی مار ڈالوں، ہاں صاحب، صاف گولی مار دُوں! پھر چاہے پھانسی کیوں نہ ہو جائے۔ پُوچھو، آپ لڑکے کی شادی کرتے ہیں کہ اُسے بیچتے ہیں۔ اگر آپ کو لڑکے کی شادی میں دل کھول کر خرچ کرنے کا ارمان ہے تو شوق سے خرچ کیجئے لیکن جو کچھ کیجیے وُہ اپنے بل بوتہ پر یہ کیا کہ لڑکی کے باپ کا گلہ کاٹئے کمینہ پن ہے، بیحد کمینہ پن! میرا بس چلے تو ان پاجیوں کو گولی مار دُوں ✢

ہوتے رام۔ دھنیہ ہو، سرکار! بھگوان نے آپ کو بڑی بُدھی دی ہے یہ دھرم کی برکت ہے۔ مالکن کی خواہش ہے کہ بیاہ کا مہورت وہی رہے اور تو اُنھوں نے ساری باتیں خط میں لکھ ہی دی ہیں۔ بس اب آپ ہی ہاتھ لگائیں تو ہمارا بیڑا پار ہو سکتا ہے۔ اِس طرح تو بارات میں جتنے لوگ جائینگے اُن کی خاطر تو کرینگے ہی مگر حالت اب بہت بدل گئی ہے سرکار کوئی کرنے دھرنے والا نہیں ہے۔ بس ایسی بات کیجئے کہ وکیل صاحب کے نام پر بٹا نہ لگے ✢

بھال چندر ایک منٹ کے لئے آنکھیں بند کئے بیٹھے رہے، پھر ایک لمبی سانس کھینچ کر بولے۔ ایشور کو منظور ہی نہ تھا کہ وہ لکشمی میرے گھر آتی ورنہ کیوں یہ مصیبت نازل ہوتی؟ سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔ خوشی سے پھُولا نہ سماتا تھا کہ وہ مبارک وقت قریب آ رہا ہے مگر کیا معلوم تھا کہ ایشور کے دربار میں کچھ اور سازش ہو رہی ہے۔ مرنے والے کی یاد ہی رُلانے کے لئے کافی ہے۔ اُسے دیکھ کر تو زخم اور بھی ہرا ہو جائیگا۔ اُس حالت میں نہ جانے

کیا کہہ بیٹھوں۔ اسے وصف سمجھئے یا عیب کہ جس سے ایکبار میری دوستی ہو گئی پھر اُس کی یاد دل سے نہیں بھولتی۔ ابھی تو خیر اتنا ہی ہے کہ اُن کی صُورت آنکھوں میں گھومتی رہتی ہے مگر وہ لڑکی گھر میں آگئی اُسوقت تو میرا زندہ رہنا مُشکل ہو جاویگا۔ سچ مانئے، روتے روتے میری آنکھیں پھُوٹ جاوینگی۔ جانتا ہُوں کہ رونا دھونا فضول ہے، جو مرگیا وُہ لوٹ کر نہیں آسکتا، صبر کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے، مگر دل سے مجبُور ہوُں۔ اُس اناتھ لڑکی کو دیکھ کر میرا کلیجہ پھٹ جاویگا۔

موٹے رام۔ ایسا نہ کہئے سرکار! وکیل صاحب نہیں ہیں تو کیا آپ تو ہیں۔ آپ اپنا ہی اُس کے باپ کی طرح ہیں۔ وہ اب وکیل صاحب کی لڑکی نہیں، آپ کی لڑکی ہے۔ آپ کے دل کی بات کو تو کوئی جانتا ہی نہیں لوگ سمجھیں گے کہ وکیل صاحب کے مرجانے کی وجہ سے آپ اپنے وعدہ سے پھر گئے۔ اِسمیں آپ کی بدنامی ہے۔ دل کو ڈھارس دیجئے اور ہنسی خوشی سے لڑکی کو بیاہ لائیے۔ ہاتھی مرے سے بھی نو لاکھ کا۔ لاکھ مصیبت پڑی ہے مگر مالکن آپ لوگوں کا آدر ستکار کرنے میں کوئی بات اُٹھا نہ رکھیں گی۔

بابُو صاحب سمجھ گئے کہ پنڈت موٹے رام صرف پوتھی ہی کے پنڈت نہیں بلکہ بات بیوہار میں بھی ہوشیار ہیں۔ بولے۔ پنڈت جی، حلفیہ کہتا ہوں کہ مجھے اُس لڑکی سے جتنی محبت ہے اُتنی اپنی لڑکی سے بھی نہیں ہے۔ لیکن جب ایشور کو منظور ہی نہیں ہے تو میرا کیا بس ہے؟ یہ موت ایک طرح کی بدشگونی کی خبر ہے جو ایشور کی جانب سے ہم کو ملی ہے۔ یہ کسی آنے والی مُصیبت

کی غیبی آواز ہے - ایشور صاف الفاظ میں کہہ رہا ہے کہ یہ شادی مُبارک
نہ ہوگی - ایسی حالت میں آپ ہی سوچئے کہ یہ رشتہ کہاں تک مناسب ہے
آپ تو وِدوان آدمی ہیں - سوچئے جس کی شروعات ہی بدشگونی سے ہو اُس
کا انجام بھلا مُبارک ہو سکتا ہے؟ نہیں، جان بُوجھ کر مکھی نہیں نگلی جاتی -
سمدھن صاحبہ سے سمجھا کر کہہ دیجئے گا کہ میں اُن کا حکم ماننے کو تیار ہوں مگر اُس
کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا - خود غرض بن کر میں اپنے دلی دوست کی اولاد کے ساتھ
یہ بے انصافی نہیں کر سکتا +

اِس منطق نے پنڈت جی کو لاجواب کر دیا - مدھی نے وہ تیر سر کیا تھا
جس کی کوئی کاٹ اُن کے پاس نہ تھی، دشمن نے اُنہیں کے ہتھیار سے اُن پر
وار کیا تھا اور وہ اس کا دفعیہ نہ کر سکتے تھے - وہ ابھی کوئی جواب سوچ ہی
رہے تھے کہ بابو صاحب نے پھر نوکروں کو پکارنا شروع کیا - ارے تم سب کہاں
غائب ہو گئے؟ جھگڑو، چھکوڑی، بھوانی، گردین، [illegible]، ایک بھی نہیں
بولتا، سب کے سب مر گئے - پنڈت جی کے واسطے کچھ پانی وانی کی بھی فکر
نہ چاہئے ان سبھوں کو کوئی کہاں تک سمجھائے عقل چھو تک نہیں گئی - دیکھتے
ہیں کہ بھلا آدمی دُور سے تھکا ماندہ چلا آرہا ہے مگر کسی کو ذرا بھی پرواہ
نہیں! لاؤ، پانی وانی رکھو! پنڈت جی! آپ کے لئے شربت تیار کراؤں یا
پھلاہاری مٹھائی منگوا دوں؟

موٹے رام جی مٹھائیوں کے متعلق قیود کی پرواہ نہ کرتے تھے - اُن کا
اصول تھا کہ گھی سے سبھی چیزیں پاک ہو جاتی ہیں - رس گلے اور بیسن لڈو انہیں

بہت پسند تھے مگر شربت سے اُنہیں رغبت نہ تھی۔ پانی سے پیٹ بھرنا اُن کے اصُول کے خلاف تھا۔ تامّل سے بولے۔ شربت پینے کی تو میری عادت نہیں؛ مٹھائی کھالوں گا ؛

بھال چندر۔ پھلاہاری نہ؟

موٹے رام۔ اس کا مجھے کوئی خیال نہیں ؛

بھال چندر۔ ہے تو یہی بات۔ چھُوت چھات سب ڈھکوسلا ہے میں تو اس کا قائل نہیں سارے ابھی تک کوئی نہیں آیا۔ چھلوڑی، بھوانی، گرِدھر رام غلام، کوئی تو لوٹے ؛

اتنے میں وہی بوڑھا کہار کھانستا ہؤا آکر کھڑا ہوگیا اور بولا۔ سرکار! مور طلب دے دین جائے۔ ایسی نوکری موسے نہ ہوئی۔ کہاں تو (تنک) دوڑی دوڑت دوڑت گوڑ پیر ٹوٹے لگت ہیں ؛

بھال چندر۔ کام کچھ کرو یا نہ کرو مگر طلب پہلے چاہئے۔ دن بھر بیٹھے بیٹھے کھانسا کرو، طلب تو تمہاری چڑھ ہی رہی ہے۔ جاکر بازار سے ایک آنہ کی کوئی تازہ مٹھائی لا؛ دوڑتا ہؤا جا!

کہار کو یہ حکم دے کر بابو صاحب گھر میں گئے اور بیوی سے بولے۔ وہاں سے ایک پنڈت جی آئے ہیں۔ یہ خط لائے ہیں، ذرا پڑھو تو ؛

بیوی صاحبہ کا نام رنگیلی بائی تھا۔ گورے رنگ کی خوش دل عورت تھی۔ حسن و شباب اُس سے رُخصت ہو رہے تھے، مگر کسی محبت کرنے والے دوست کی طرح مچل مچل کر بیس سال تک جس کے گلے کا ہار رہے اُس کو چھوڑتے نہ

بنتا تھا ۔
رنگیلی بائی بیٹھی پان لگا رہی تھیں ۔ بولیں ۔ کہدیا نہ کہ ہمیں وہاں بیاہ کرنا منظور نہیں ؟
بھال چندر ۔ ہاں کہد تو دیا مگر شرم کے مارے مُنہ سے لفظ نہ نکلتا تھا جھوٹھ مُوٹھ کا حیلہ کرنا پڑا ۔
رنگیلی ۔ صاحب بات کہنے میں شرم کیا ؟ ہماری مرضی ہے نہیں کرتے کسی کا کچھ لیا تو نہیں ہے ؟ جب دوسری جگہ دس ہزار نقد مل رہے ہیں تو وہاں کیوں نہ کروں ؟ اُن کی لڑکی کوئی سونے کی تھوڑا ہی ہے ۔ وکیل صاحب جیتے ہوتے تو شرماتے شرماتے بھی پندرہ بیس ہزار دے نکلتے ۔ اب وہاں کیا دھرا ہے ؟
بھال چندر ۔ ایک مرتبہ قول دے کر پھر جانا اچھّی بات نہیں ۔ کوئی مُنہ پر کچھ نہ کہے مگر بدنامی ہوئے بغیر نہیں رہتی ۔ پھر بھی تمہاری ضد سے مجبور ہوں ۔
رنگیلی بائی نے پان کھا کر خط کھولا اور پڑھنے لگی ۔ ہندی کی تعلیم بابو صاحب کو تو بالکل نہ تھی اور اگرچہ رنگیلی بھی شاید ہی کبھی کوئی کتاب پڑھتی ہو مگر خط وغیرہ پڑھ لیتی تھی ۔ پہلی ہی سطر پڑھ کر اُس کی آنکھیں آبگوں ہو گئیں اور خط کے خاتمہ پر اُس کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے ۔ ایک ایک لفظ میں رقّت تھی ، ایک ایک حرف سے بے کسی ٹپک رہی تھی ۔ رنگیلی بائی کا کلیجہ پتّھر کا نہیں لاکھ کا تھا جو ایک ہی آنچ میں پگھل جاتی ہے کلیجا ۔ رقّت آمیز تحریر نے اُس کے خود غرض دل کو پگھلا دیا ۔ بھرائی ہوئی آواز سے بولی ۔ ابھی برہمن بیٹھا ہے نہ ؟

بھال چندر بیوی صاحبہ کے آنسوؤں کو دیکھ دیکھ کر خشک ہوئے جاتے تھے۔ اپنے اوپر جھنجلا رہے تھے کہ ناحق مَیں نے یہ خط اس کو دکھایا۔ اس کی ضرورت ہی کیا تھی ؟ ایسی غلطی اُن سے کبھی نہ ہوئی تھی۔ مشتبہ لہجہ میں بولے۔ شائد بیٹھا ہو۔ مَیں نے تو جانے کو کہدیا تھا +

رنگیلی نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ پنڈت موٹے رام جی بگلے کی طرح دھیان لگائے بازار کے راستہ کی طرف تاک رہے تھے۔ شوق سے مضطرب ہو کر کبھی یہ پہلو بدلتے کبھی وہ پہلو۔ ایک آشا کی مٹھائی نے امید کی کمر تو پہلے ہی توڑ دی تھی، اُس پر یہ تاخیر قیامت ہی تھی۔ اُنہیں بیٹھا دیکھ کر رنگیلی بول اُٹھی۔ ہے ہے، ابھی ہے۔ جا کر کہدو کہ ہم بیاہ کرینگے، ضرور کر بیچارے بیچارے بڑی مصیبت میں ہے +

بھال چندر۔ تم کبھی کبھی بچوں کی سی باتیں کرنے لگتی ہو۔ ابھی اُس سے کہہ آیا ہوں کہ مجھے بیاہ کرنا منظور نہیں جس کے لئے مجھے ایک لمبی چوڑی تمہید باندھنی پڑی۔ اب جا کر یہ بات کہوں گا تو وہ اپنے دل میں کیا کہیگا ؟ ذرا سوچو تو۔ یہ شادی بیاہ کا معاملہ ہے، لڑکوں کا کھیل نہیں ہے کہ ابھی ایک بات طے کی اور ابھی پلٹ گئے۔ بھلے آدمی کی بات نہ ہوئی دل لگی ہوئی +

رنگیلی۔ اچھا تم اپنے منہ سے نہ کہو۔ اُس برہمن کو میرے پاس بھیجدو۔ مَیں اس طرح سمجھا دونگی کہ تمہاری بات بھی رہ جائے اور میری بھی۔ اس میں تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے +

بھال چندر۔ تم میرے سوا ساری دنیا کو نادان سمجھتی ہو۔ تم کہو یا مَیں کہوں

KASHMIR UNIVERSITY
Iqbal Library
Acc. No. 257636

بات ایک ہی ہے۔ جو بات طے ہو گئی وہ ہو گئی۔ اب میں اُسے پھر نہیں اُٹھانا چاہتا۔ تمہیں تو بار بار کہتی تھیں کہ میں وہاں نہ کرونگی۔ تمہارے ہی سبب مجھے اپنی بات پلٹنی پڑی۔ اب تم پھر رنگ بدلتی ہو۔ یہ تو میری چھاتی پر مونگ دلنا ہے آخر تمہیں کچھ تو میری عزت بے عزتی کا خیال ہونا چاہئے۔

رنگیلی۔ تو مجھے کیا معلوم تھا کہ بیوہ کی حالت اتنی بُری ہو گئی ہے تمہیں نے تو کہا تھا کہ اُس نے اپنی شوہر کی ساری دولت چھپا رکھی ہے اور اپنی غریبی کا ڈھونگ رچ کر کام نکالنا چاہتی ہے۔ ایک ہی چھٹی ہوئی عورت ہے۔ تم نے جو کہا اُسے میں نے مان لیا۔ بھلائی کر کے بُرائی کرنے میں تو شرم و غیرت ہے۔ بُرائی کر کے بھلائی کرنے میں کوئی شرم و غیرت نہیں۔ اگر تم ہاں کرا کے ہوتے اور میں نہیں کرنے کو کہتی تو تمہارا ہچکنا مناسب ہوتا۔ نہیں کرنے کے بعد ہاں کرنے میں تو اور اپنی بڑائی ہی ہے۔

بھالچندر۔ تمہیں بُرائی معلوم ہوتی ہو مگر مجھے کمینہ پن ہی معلوم ہوتا ہے۔ پھر تم نے یہ کیسے مان لیا کہ میں نے وکیل صاحب کی بیوہ کے بارے میں جو بات کہی تھی وہ جھوٹی تھی۔ کیا یہ خط پڑھ کر؟ تم جیسے خود سیدھی سادی ہو ویسے ہی دوسروں کو سمجھتی ہو۔

رنگیلی۔ اس خط میں بناوٹ نہیں معلوم ہوتی۔ بناوٹ کی بات دل میں بیٹھتی نہیں، اُس میں بناوٹ کی بو ضرور رہتی ہے۔

بھالچندر۔ بناوٹ کی بات تو دل میں ایسی کھٹکتی ہے کہ سچ بات اُس کے سامنے بالکل پھیکی معلوم ہوتی ہے۔ یہ قصہ کہانی لکھنے والے جن کی بات

پڑھ پڑھ کر تم گھنٹوں روتی ہو، کیا سچ باتیں لکھتے ہیں؟ سراسر جھوٹ کا طومار باندھتے ہیں۔ یہ بھی ایک ہنر ہے۔

رنگیلی۔ کیوں جی تم مجھ سے بھی اڑتے ہو؟ دائی سے پیٹ چھپاتے ہو؟؟ میں تمہاری باتیں مان لیتی ہوں تو تم سمجھتے ہو کہ اس کو چکما دے دیا۔ مگر میں تمہاری ایک ایک رگ پہچانتی ہوں۔ تم اپنا عیب میرے سر منڈھ کر خود بے داغ بننا چاہتے ہو؟ بولو جھوٹ کہتی ہوں؟ جب وکیل صاحب جیتے تھے تو تم نے سوچا تھا کہ قرار کی ضرورت ہی کیا ہے، وہ خود ہی جتنا مناسب سمجھیں گے دیدینگے بلکہ بلا قرار کے اور زیادہ ملنے کی امید ہوگی۔ اب جو وکیل صاحب کا سورگباش ہوگیا تو طرح طرح کے حیلے حوالے کرنے لگے۔ یہ شرافت نہیں کمینہ پن ہے۔ اس کا الزام بھی تمہارے ہی سر ہے۔ میں اب شادی بیاہ کے قریب جاؤنگی۔ تمہاری جیسی مرضی ہو کرنا ڈھونگی آدمیوں سے مجھے چڑھ ہے۔ جو بات کرو صفائی سے کرو۔ برا ہو یا بھلا۔ "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور" والی مثال پر چلنا تمہارے لئے بھلا نہیں معلوم ہوتا۔ بولو اب بھی ہاں شادی کرتے ہو یا نہیں؟

بھالچندر۔ جب میں بے ایمان، دغا باز اور جھوٹا ٹھہرا تو مجھ سے پوچھنا ہی کیا؟ مگر خوب پہچانتی ہو آدمیوں کو! کیا کہنا ہے، تمہاری اس سوجھ بوجھ کے بلہاری!

رنگیلی۔ ہو بڑے عیار، اب بھی نہیں شرمانے۔ یہاں سے کہو ہمیں نے بات تار لی کہ نہیں؟

بھال چند۔ اجی جاؤ۔ وہ دوسری عورتیں ہوتی ہیں جو مردوں کو پہچانتی ہیں۔ اب تک میں بھی یہی سمجھتا تھا کہ عورتوں کی نگاہ بہت باریک ہوتی ہے مگر وہ آج خیال جاتا رہا اور رہاتماؤں نے عورتوں کے بارہ میں جو اہم باتیں کہی ہیں ان کا ماننا پڑا۔

رنگیلی۔ ذرا آئینہ میں صورت تو دیکھ آؤ۔ تمہیں میری قسم ہے۔ ذرا دیکھ لو۔ کتنا جھینپے ہوئے ہو؟

بھال چندر۔ سچ کہنا۔ کتنا جھینپا ہوا ہوں؟

رنگیلی۔ اتنا ہی۔ جتنا کوئی بھلا مانس چور چوری کھل جانے پر جھینپتا ہے۔

بھال چند۔ خیر میں جھینپا سہی مگر شادی وہاں نہ ہوگی؟

رنگیلی۔ میری بلا سے! جہاں چاہے کرو۔ کیوں بھون سے ایک بار کیوں نہیں پوچھ لیتے؟

بھال چندر۔ اچھی بات ہے اسی پر فیصلہ رہا۔

رنگیلی۔ ذرا بھی اشارہ نہ کرنا۔

بھال چندر۔ اجی میں اس کی طرف دیکھوں گا بھی نہیں۔

اتفاقاً ٹھیک اسی وقت بھون موہن بھی آپہنچا۔ ایسے شکیل، سڈول مضبوط نوجوان کالج میں کم نظر آتے ہیں بالکل وہی مشابہہ تھا۔ وہی گورا صاف رنگ۔ وہی نازک گلاب کے پنکھڑی جیسے ہونٹ، وہی چوڑا ماتھا، وہی بڑی بڑی آنکھیں۔ البتہ قد باپ کا سا تھا۔ اونچا کوٹ، بریچز، ٹائی، بوٹ، ہیٹ اس کے بدن پر بہت بھلے لگتے تھے۔ ہاتھ میں ایک ہاکی

اسنک تھی۔ رفتار میں شباب کا غرور تھا آنکھوں میں خودداری کی جھلک۔
رنگیلی نے کہا۔ آج تم نے بڑی دیر کی۔ یہ دیکھو، تمہاری سسرال سے
ایک خط آیا ہے۔ تمہاری ساس کا لکھا ہوا۔ صاف صاف بتلا دو، ابھی
وقت ہے، کہ تمہیں وہاں بیاہ کرنا منظور ہے کہ نہیں۔

بھون۔ کرنا تو چاہیئے امّاں، مگر میں کروں گا نہیں۔

رنگیلی۔ کیوں؟

بھون۔ کہیں ایسی شادی کروایئے کہ خوب روپے ملیں۔ اور نہ
سہی، کم سے کم ایک لاکھ تو ملیں۔ وہاں اب کیا رکھا ہے؟ وکیل صاحب تو
اب رہے نہیں، بڑھیا کے پاس کیا ہوگا؟

رنگیلی۔ تمہیں ایسی باتیں منہ سے نکالتے شرم نہیں آتی؟

بھون۔ اس میں شرم کی کونسی بات ہے؟ روپے کسے کاٹتے ہیں؟
لاکھ روپے تو لاکھ جنم میں بھی نہ جمع کر پاؤنگا اس سال پاس بھی ہو گیا تو
کم از کم پانچ سال تک تو روپے کی صورت نہ دکھائی پڑیگی۔ پھر سو دو سو
روپے ماہوار کمانے لگونگا۔ پانچ چھ سو تک پہنچتے پہنچتے عمر کا تین چوتھائی
حصّہ ختم ہو جاویگا، روپے جمع کرنے کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ دنیا کا کچھ
لطف نہ حاصل کر سکونگا۔ کسی امیر کی لڑکی سے شادی ہو جاتی تو چین سے
گذرتی۔ میں زیادہ نہیں چاہتا، بس ایک لاکھ نقد ہوا یا پھر کوئی ایسی جائداد والی
بیوہ ملے جس کی ایک ہی لڑکی ہو!

رنگیلی۔ چاہے عورت کیسی ہی ملے؟

بھون۔ روپیہ سارے عیبوں کو چھپا دے گا۔ مجھے دو گالیاں بھی سنائے تو چوں نہ کروں۔ دودھار گائے کی لات کسے بُری معلوم ہوتی ہے؟

بابو صاحب نے تعریف کے لہجہ میں کہا۔ ہمیں ان لوگوں سے ہمدردی ہے اور رنج ہے کہ ایشور نے انہیں مصیبت میں ڈالا۔ لیکن عقل سے کام لے کر ہی کوئی بات طے کرنی چاہیئے۔ ہم کتنے پھٹے حالوں سے جائیں پھر بھی اچھی خاصی بارات ہو جائے گی۔ وہاں کھانے تک ٹھکانا نہیں۔ سوائے اس کے کہ لوگ ہنسیں اور کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔

رنگیلی۔ تم باپ بیٹے دونوں ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہو۔ دونوں اس غریب لڑکی کے گلے پر چھری چلانا چاہتے ہو۔

بھون۔ جو غریب ہے اسے غریبوں ہی کے یہاں رشتہ بندی کرنا چاہیئے اپنی حیثیت سے بڑھ کر........

رنگیلی۔ چپ بھی رہ۔ آیا ہے وہاں سے حیثیت لے کر۔ تم کہاں لے ایسے دھنا سیٹھ ہو؟ کوئی آدمی دروازہ پر آجائے تو ایک لوٹا پانی کو ترس جائے بڑی حیثیت والے بنے ہیں۔

یہ کہہ کر رنگیلی وہاں سے اُٹھ کر رسوئی ٹھیک کرنے چلی گئی۔ بھون مسکراتا ہُوا اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ اور بابو صاحب اپنی مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے باہر آئے کہ موٹے رام کو آخری فیصلہ سُنا دیں۔ مگر ان کا کہیں پتہ نہ تھا۔

موٹے رام جی کچھ دیر تک تو کہار کا انتظار کرتے رہے۔ جب اس کے آنے میں بہت دیر ہوگئی تو ان سے بیٹھا نہ گیا۔ سوچا یہاں بیٹھے بیٹھے کام نہ

چلیگا۔ کچھ تدبیر کرنی چاہیئے۔ تقدیر کے بھروسے یہاں اڑے بیٹھے رہے تو بھوکوں
مرجائیں گے یہاں تمہاری دال نہیں گلنے کی! چپکے سے چھڑی اٹھائی اور جدھر
وہ کہار گیا تھا اسی طرف چلے۔ بازار ذرا ہی دور تھا۔ ایک لمحہ میں جا پہنچے
دیکھا تو بڈھا کہار ایک حلوائی کی دکان پر بیٹھا چلم پی رہا ہے۔ اسے دیکھتے
ہی آپ نے بڑی بے تکلفی سے کہا "ابھی کچھ تیار نہیں ہے کیا بھرا؟ سرکار وہاں
بیٹھے بگڑ رہے ہیں کہ جاکر سو گیا یا کہیں تاڑی پینے لگا۔ میں نے کہا کہ سرکار
یہ بات نہیں، بڑھا آدمی ہے آتے ہی آتے تو آئے گا۔ عجیب آدمی ہیں،
نہ جانے ان کے یہاں کیسے نوکر کا نباہ ہوتا ہے۔

کہار۔ مجھے چھوڑ کر آج تک تو دوسرا ٹکا نہیں اور نہ ٹکے گا۔ سال بھر سے
طلب نہیں ملی۔ کسی کی طلب نہیں دیتے۔ جہاں کسی نے طلب مانگی اور لگے ڈانٹنے
بے چارہ نوکری چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ وہ دونوں آدمی جو پنکھا
جھل رہے تھے۔ سرکاری نوکر ہیں۔ سرکار سے دو آدمی ملے ہیں اسی لئے
پڑے ہوئے ہیں میں بھی سوچتا ہوں کہ جیسا تیرا تانا بانا ویسی میری بھرنی
دس سال کٹ گئے ہیں۔ سال دو سال اور اسی طرح کٹ جائیں گے۔

موٹے رام۔ تو تم اکیلے ہی ہو؟ نام تو کئی کہار و لما کا لیتے ہیں۔

کہار۔ وہ سب ان دو تین مہینوں کے اندر آئے اور چھوڑ چھوڑ کر چلے
گئے۔ یہ اپنا رعب جمانے کو ابھی تک ان کا نام جپا کرتے ہیں۔ کہیں نوکری دلائیگا؟
چلوں؟

موٹے رام۔ اجی بہت نوکری ہیں۔ کہار تو آج کل ڈھونڈے نہیں ملتے

تم تو پرانے آدمی ہو۔ تمہارے لئے نوکری کی کون کمی ہے۔ ہے وہاں کوئی تازہ چیز؟ مجھ سے کہنے لگے کچوڑی بنا ہے گا یا بائی لگا ہے۔ میں نے کہہ دیا۔ سرکار وہ بڈھا آدمی ہے۔ رات کو اُسے میرا کھانا پکانے میں تکلیف ہوگی۔ میں کچھ بازار میں کھا لوں گا۔ اس کی آپ فکر نہ کریں۔ بولے اچھی بات ہے۔ کہلا آپ کو دوکان پہ ملے گا۔ بولو ساہ جی۔ کچھ تر مال ہے؟ لڈو تو تازہ معلوم ہوتے ہیں تول دو ایک سیر بھر۔ آ جاؤں وہیں پر نہ؟

یہ کہہ کر موٹے رام جی حلوائی کی دوکان پر جا بیٹھے۔ اور لگے تر مال چکنے خوب چکھ کر کھایا۔ ڈھائی تین سیر چٹ کر گئے۔ کھاتے جاتے اور حلوائی کی تعریف کرتے جاتے تھے۔ شاہ جی تمہاری دکان کا جیسا نام سنا تھا ویسا ہی مال بھی پایا۔ بنارس والے ایسے رس گلے نہیں بنا سکتے۔ قلاقند اچھی بناتے ہیں۔ پر تمہاری ان سے بری نہیں سالی ڈالنے سے اچھی چیز نہیں بن جاتی۔ ہنر چاہیئے۔

حلوائی۔ کچھ اور لیجئے مہاراج تھوڑی سی ربڑی میری طرف سے لے لیجئے۔

موٹے رام۔ بھوک تو نہیں ہے۔ لیکن دے دو پاؤ بھر!

حلوائی۔ پاؤ بھر کا کیا کیجئے گا۔ چیز اچھی ہے۔ آدھ سیر تو لیجئے۔

دب شکم سیر ہونے کے بعد پنڈت جی نے تھوڑی دیر بازار کی سیر کی۔ اور نو بجتے بجتے مکان پر پہنچے۔ یہاں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ایک لالٹین جل رہی تھی آپ نے بستر جمایا اور سو گئے۔

صبح اپنی عادت کے موافق کوئی آٹھ بجے اُٹھے۔ دیکھا کہ بابو صاحب ٹہل رہے ہیں۔ انہیں جگا ہُوا دیکھ کر وہ پالاگن کر کے بولے۔ مہاراج، آپ کہاں چلے گئے؟ میں بڑی رات تک آپ کی راہ دیکھتا رہا۔ کھانے کا سب سامان بڑی دیر تک رکھا رہا۔ جب آپ نہ آئے تو رکھوا دیا گیا۔ آپ نے کچھ بھوجن کیا تھا یا نہیں؟

موٹے رام۔ حلوائی کی دُکان سے کچھ کھا آیا تھا۔

بھال چندر۔ اجی پُوری مٹھائی میں وہ مزا کہاں جو باٹی اور دال میں ہے دس بارہ آنے خرچ ہوئے ہونگے اور پھر بھی پیٹ نہ بھرا ہوگا۔ آپ میرے مہمان ہیں، جتنے پیسے لگے ہوں لے لیجئے گا۔

موٹے رام۔ آپ ہی کے حلوائی کی دکان سے کھا آیا تھا۔ وہ جو نکڑ پر بیٹھتا ہے

بھال چندر۔ کتنے پیسے دینے پڑے؟

موٹے رام۔ آپ کے حساب میں لکھ دیئے ہیں۔

بھال چندر۔ جتنی مٹھائی لی ہو، مجھے بتا دیجئے ورنہ بعد کو وہ بے ایمانی کرنے لگیگا۔ ایک ہی ٹھگ ہے۔

موٹے رام۔ کوئی ڈھائی سیر مٹھائی تھی آدھ سیر ربڑی۔

بابو صاحب نے تعجب آمیز نگاہوں سے پنڈت جی کو دیکھا گویا کوئی انوکھی بات سنی ہو۔ تین سیر تو یہاں کبھی مہینہ بھر کا ٹوٹل بھی نہ ہوتا تھا اور یہ حضرت ایک ہی بار کوئی چار روپے کا مال اڑا گئے۔ اگر ایک آدھ روز اور رہ گئے تو دیوالہ ہی نکل جائیگا۔ پیٹ ہے یا شیطان کی قبر۔ تین سیر! کچھ ٹھکانا ہے۔ ایک پریشانی کی

حالت میں دوڑے ہوئے اندر گئے اور رنگیلی سے بولے۔ کچھ سنتی ہو۔ حضرت کل تین سیر مٹھائی اڑا گئے سیر کی تول!

رنگیلی بائی نے متحیر ہو کر کہا۔ اچھی نہیں، تین سیر بھلا یا کھائیگا۔ آدمی ہے یا بیل!

بھال چندر۔ تین سیر تو وہ اپنے منہ سے کہہ رہا ہے۔ چار سیر سے کم نہ کھایا ہوگا، پکی تول ۔

رنگیلی۔ پیٹ میں سنیچر ہے کیا!

بھال چندر۔ آج اور رہ گیا تو چھ سیر پر ہاتھ صاف کریگا۔

رنگیلی۔ تو آج رہے کیوں؟ خط کا جواب جو دینا ہو، دے کر رخصت کرو۔ اگر رہے تو صاف کہہ دینا کہ ہمارے یہاں مٹھائی مفت نہیں آتی۔ کھچڑی بنانا ہو تو بنائیں ورنہ اپنی راہ لیں۔ جنہیں ایسے پیٹوؤں کو کھلانے سے مکتی (نجات) ملتی ہو وہ کھلائیں، ہمیں ایسی مکتی نہ چاہیئے۔

مگر پنڈت جی رخصت ہونے کو تیار بیٹھے تھے اس لئے بابو صاحب کو کسی چالاکی سے کام لینے کی ضرورت نہ پڑی۔ پوچھا۔ کیا تیاری کر دی مہاراج!

موٹے رام۔ ہاں سرکار، اب چلونگا۔ نو بجے کی گاڑی ملے گی نہ؟

بھال چندر۔ بھلا آج تو اور رہیئے۔

یہ کہتے کہتے بابو صاحب کو خوف ہوا کہ کہیں یہ مہاراج سچ مچ نہ رہ جائیں اس لئے اس جملہ کو یوں پورا کیا۔ وہاں لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہوں گے۔

موٹے رام۔ ایک دو دن کی تو بات نہ تھی اور ارادہ بھی یہی تھا کہ گومتی

میں اشنان کروں گا۔ مگر بُرا نہ مانئے تو کہوں۔ آپ لوگوں میں برہمنوں کی کچھ بھی بھگتی نہیں ہے ہمارے ججمان ہیں جو ہمارا منہ جوہتے رہتے ہیں کہ پنڈت جی کوئی آگیا (حکم) دیں تو اس کا پالن (تعمیل) کریں۔ ہم ان کے دروازہ پر پہنچ جاتے ہیں تو وہ اپنا دھنیہ بھاگ مانتے ہیں۔ اور سارا گھر چھوٹے بڑوں کے ہماری خاطر کرنے میں لگ جاتا ہے۔ جہاں اپنا آدر نہیں ایک چھن (لمحہ) بھی ہمیں ٹھہرنا ناگوار ہے جہاں براہمن کا آدر نہیں وہاں کلیان نہیں ہوسکتا +

بھال چندر۔ مہاراج! ہم سے تو ایسا اپرادھ (قصور) نہیں ہُوا۔

ہونے رام۔ اپرادھ نہیں ہُوا! اپرادھ کسے کہتے ہیں؟ آ بھی آپ ہی نے گھر جا کر کہا کہ یہ حضرت تین سیر مٹھائی چٹ کر گئے پکی تول! آپ نے ابھی کھانے والے دیکھے کہاں؟ ایک بار کھلایئے تو آنکھیں کھل جائیں۔ ایسے ایسے مہان رتھے اپرش پڑے ہوئے ہیں جو پنسیری بھر مٹھائی کھا جائیں۔ اور ڈکار تک نہ لیں۔ ایک مٹھائی کھانے کے لئے ہماری خوشامد کی جاتی ہے۔ روپیے دیئے جاتے ہیں۔ ہم فقیر نہیں جو آپ کے دروازہ پر پڑے رہیں۔ آپ کا نام سن کر آئے تھے۔ یہ نہ جانتے تھے کہ یہاں بھوجن کے بھی لالے پڑیں گے۔ جایئے بھگوان آپ کا بھلا کریں۔

بابو صاحب اس قدر نادم ہوئے کہ منہ سے بات نہ نکلی۔ زندگی میں انھیں کبھی ایسی لعنت ملامت نہ کی گئی تھی۔ بہت باتیں بنائیں۔ آپ کا ذکر نہ تھا۔ ایک دوسرے ہی شخص کی بات تھی۔ لیکن پنڈت جی کا غصہ فرو نہ ہُوا۔ وہ سب کچھ

برداشت کر سکتے تھے مگر اپنے مت کی مذمت نہیں۔ عورتوں کو صورت کی مذمت جتنی بڑی لگتی ہے اس سے کہیں بڑی مردوں کو اپنے پیٹ کی مذمت معلوم ہوتی ہے۔ بابو صاحب سناتے تو تھے مگر یہ کھٹکا بھی لگا ہوا تھا کہ یہ ٹھہر نہ جائیں۔ ان کے بخل کا پردہ فاش ہو گیا تھا۔ اب اس میں کچھ شک نہ تھا۔ اس پردہ کو ڈھانکنا ضروری تھا۔ اپنے بخل کی پردہ داری کے لئے انہوں نے کوئی بات اٹھا نہ رکھی تھی مگر شدنی ہو کر رہی! پچھتا رہے تھے کہ کہاں سے گھر یہ اس کی بات کہنے گیا اور کہا بھی تو بلند آواز میں۔ یہ کمبخت بھی کان لگائے سنتا رہا۔ مگر پچھتانے سے کیا ہو سکتا تھا؟ نہ جانے کس منحوس کی شکل دیکھی تھی کہ یہ مصیبت پڑی۔ اگر اس وقت یہاں سے خفا ہو کر چلا گیا تو وہاں جا کر بدنام کریگا اور میرا سارا پردہ فاش ہو جائیگا۔ افسوس اس کا منہ بند کر دینا ہی پڑے گا۔

یہ سوچتے ہوئے گھر میں جا کر رنگیلی بائی سے بولے۔ اس دشٹ نے ہماری تمہاری باتیں سن لیں، روٹھ کر چلا رہا ہے۔

رنگیلی۔ جب تم جانتے تھے کہ دروازہ پر کھڑا ہے تو آہستہ کیوں نہ بولے؟

بھال چندر۔ مصیبت آتی ہے تو کہہ کے نہیں آتی۔ میں کیا جانتا تھا کہ وہ دروازہ پر کان لگائے کھڑا ہے۔

رنگیلی۔ نہ جانے کس کا منہ دیکھا تھا۔

بھال چند۔ وہی دشٹ سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ جانتا تو ادھر دیکھتا بھی نہ۔ اب تو اسے کچھ دے دلا کر راضی کرنا پڑے گا۔

رنگیلی۔ اونہہ، جانے بھی دو۔ جب تمہیں وہاں شادی ہی نہیں کرنی تو کیا پرواہ

ہے۔ جو چاہے سمجھے؛ جو چاہے کہے؛

بھال چندر۔ یوں نہ جان بچے گی۔ لاؤ دس روپے رخصتانہ کے بہانے دیدو۔ ایشور پھر اس منحوس کی صورت نہ دکھائے۔ رنگیلی نے بہت پچھتاتے ہوئے دس روپے نکالے اور بابو صاحب لے لیجا کر پنڈت جی کے قدموں پر رکھدیئے۔ پنڈت نے دل میں کہا "وحت تیرے کمبی چوس کی! ایسا رگڑا کہ یاد ہی کرو گے۔ تم سمجھتے ہوگے کہ دس روپئے دے کر اسے اُلو بنالونگا۔ اس پھیر میں نہ رہنا، یہاں تمہاری نس نس پہچانتے ہیں۔ روپئے جیب میں رکھ لیے اور آشیرواد (دعا) دے کر اپنی راہ لی؛

(۴)

کلیانی کے لئے اب ایک مشکل سوال پیدا ہوگیا تھا۔ شوہر کی وفات کے بعد اُسے اپنی بُری حالت کا یہ پہلا اور تلخ تجربہ ہُوا۔ غریب بیوہ کے لئے اس سے بڑھ کر اور کونسی مصیبت ہو سکتی ہے کہ جوان لڑکی سر پر موجود ہو؟ لڑکے برہنہ پا پڑھنے جا سکتے ہیں، چوکا برتن بھی اپنے ہاتھ سے کیا جا سکتا ہے؟ جھونپڑے میں دن گذارے جا سکتے ہیں مگر جوان لڑکی گھر میں نہیں بٹھائی جا سکتی۔ کلیانی کو بھال چندر پر ایسا غصّہ آتا تھا کہ میں خود جا کر اُس کے مُنہ میں کالکھ لگاؤں، اُس کے سر کے بال نوچ ڈالوں۔ کہوں: "تو اپنی بات سے پھر گیا۔ تو اپنے باپ کا بیٹا نہیں"! پنڈت موٹے رام نے ان کی قلعی اچھی طرح کھولدی تھی؛

وہ غصّہ میں بھری بیٹھی تھی کہ کرشنا کھیلتی ہوئی آئی اور بولی کے دن میں بارات آئیگی، اماں؟ پنڈت جی تو آگئے؛

کلیانی ۔ بارات کا سپنہ دیکھ رہی ہے کیا
کرشنا۔ وہی چندر تو کہہ رہا ہے کہ دو تین دن میں بارات آئیگی ۔ کیا نہ آئیگی اماں؟
کلیانی ۔ ایک بار تو کہدیا، سر کیوں کھاتی ہے؟
کرشنا۔ سب کے گھر تو بارات آرہی ہے، ہمارے یہاں کیوں نہیں آتی؟
کلیانی ۔ تیرے یہاں جو بارات لانے والا تھا اس کے گھر میں آگ لگ گئی؟
کرشنا۔ سچ اماں؟ تب تو سارا گھر جل گیا ہوگا ۔ کہاں رہتے ہوں گے؟ بہن کہاں جا کر رہے گی؟
کلیانی ۔ ارے پگلی تو تو بات ہی نہیں سمجھتی آگ نہیں لگی ۔ وہ ہمارے یہاں بیاہ نہ کرے گا۔
کرشنا۔ یہ کیوں، اماں؟ پہلے تو وہاں ٹھیک ہو گیا تھا نہ؟
کلیانی ۔ بہت سے روپے مانگتا ہے میرے پاس اسے دینے کو روپے نہیں ہیں۔
کرشنا۔ کیا وہ بڑے لالچی ہیں اماں؟
کلیانی ۔ لالچی نہیں تو اور کیا ہیں ۔ پورا قصائی، بلے درد، دغاباز!
کرشنا۔ تب تو اماں، بہت اچھا ہوا کہ اس کے گھر بہن کا بیاہ نہیں ہوا ۔ بہن ان کے ساتھ کیسے رہتی؟ یہ تو خوش ہونے کی بات ہے، اماں، تم رنج کیوں کرتی ہو۔

کلیانی نے لڑکی کو محبت آمیز آنکھوں سے دیکھا۔ اس کا کہنا کتنا سچ ہے بھولے بھالے لفظوں میں سوال کا کتنا دل میں اثر کرنے والا جواب ہے، سچ سچ یہ تو خوش ہونے کی بات ہے کہ ایسے بڑے لوگوں سے ناطہ نہیں ہوا، اس میں رنج کی

تو کوئی بات نہیں۔ ایسے بڑے آدمیوں میں بیچاری نرملا کی مدبھا نے کیا درشا ہوتی؟ اپنے بھاگ کو روتی! ذرا سا گھی دال میں زیادہ پڑ جاتا تو سارے گھر میں شور مچ جاتا۔ ذرا کھانا زیادہ پک جاتا تو ساس تو نہا سر پر اٹھا لیتی۔ لڑکا بھی ایسا ہی لالچی ہے۔ بڑی اچھی بات ہوئی ورنہ بیچاری کو تمام عمر رونا پڑتا کلیانی یہاں سے ابھی تو اس کا دل ہلکا ہو گیا تھا۔

مگر شادی تو کرنی ہی تھی اور ممکن ہو تو اسی سال ورنہ دوسرے سال تو پھر نئے سرے سے تیاریاں کرنی پڑینگی۔ اب تو اچھے گھر کی ضرورت نہ تھی، اچھے بر کی ضرورت نہ تھی۔ بدنصیب کو اچھا گھر اور بر کہاں ملتا ہے! انہو کسی طرح سر کا بوجھ اوتارنا تھا۔ کسی طرح لڑکی کو پار لگانا تھا۔ اسے کنوئیں میں دھکیلنا تھا! وہ خوبصورت ہے، خوشخو ہے، ہوشیار ہے، معزز ہے تو ہوا کرے، جہیز نہیں تو اس کے جملہ اوصاف عیوب ہیں اور جہیز ہے تو جملہ عیوب اوصاف ہیں۔ انسان کی کوئی قدر نہیں صرف جہیز کی قدر ہے! قسمت کا کتنا دل ہلا دینے والا کھیل ہے!

کلیانی کا کچھ قصور نہ تھا۔ بیکس اور بیوہ ہونا ہی اُسے الزام سے بری نہیں کر سکتا تھا اس کو اپنے لڑکے اپنی لڑکیوں سے کہیں زیادہ عزیز تھے لڑکے ہل کے بیل ہیں، بھوسہ کھلی پر پہلا حق ان کا ہے۔ پھر ان کے کھانے سے جو بچ رہے وہ گائیوں کا! مکان تھا، کچھ نقد تھا۔ کئی ہزار کے گہنے تھے، مگر اُسے ابھی دو لڑکوں کی پرورش کرنی تھی، انہیں پڑھانا لکھانا تھا۔ ایک لڑکی اور بھی چار پانچ سال میں بیاہ کے لائق ہو جاویگی۔ اس لئے وہ کوئی بڑی رقم جہیز میں نہ دے سکتی تھی۔ آخر لڑکوں کو بھی تو کچھ چاہیئے، وہ کیا

سمجھیں گے کہ ہمارا بھی کوئی باپ تھا۔

پنڈت موٹے رام کو لکھنؤ سے لوٹے پندرہ روز گذر چکے تھے۔ لوٹنے کے بعد وہ دوسرے ہی روز سے لڑکے کی کھوج میں نکلے تھے۔ انہوں نے عہد کرلیا تھا کہ میں ان لکھنؤ والوں کو دکھا دوں گا کہ دنیا میں تمہیں اکیلے نہیں ہو۔ بلکہ تمہارے جیسے بہت پڑے ہوئے ہیں۔ کلیانی روز دن گنا کرتی تھی۔ آج اس نے ان کو خط لکھنے کا تہیہ کرلیا تھا وہ قلم دوات لے کر بیٹھی ہی تھی کہ پنڈت موٹے رام نے قدم رنجہ فرمایا۔

کلیانی۔ آئیے پنڈت جی۔ میں تو آپ کو خط لکھنے جا رہی تھی۔ کب لوٹے؟

موٹے رام۔ لوٹا تو بڑے سویرے ہی تھا۔ مگر اسی وقت ایک سیٹھ کے یہاں سے بلاوا آگیا۔ کئی روز سے تر مال نہ ملا تھا۔ میں نے کہا کہ لگے ہاتھ اس کام کو بھی نپٹاتا چلوں۔ ابھی وہیں سے چلا آرہا ہوں۔ کوئی پانچ سو برہمنوں کا بھوجن تھا۔

کلیانی۔ کچھ کام بھی ٹھیک ہوا یا راستہ ہی ناپنا پڑا؟

موٹے رام۔ کام کیوں نہ ٹھیک ہوتا۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے۔ پانچ جگہ بات چیت کر آیا ہوں۔ پانچوں کی نقل لایا ہوں۔ ان میں سے جسے آپ چاہیں پسند کریں۔ یہ دیکھئے۔ اس لڑکے کا باپ ڈاک کے محکمہ میں سو روپیہ ماہوار کا ملازم ہے لڑکا ابھی کالج میں پڑھ رہا ہے۔ مگر نوکری ہی کا بھروسہ ہے گھر میں کوئی جائیداد نہیں۔ لڑکا ہونہار معلوم ہوتا ہے۔ خاندان بھی اچھا ہے دو ہزار میں بات طے ہو جائے گی۔ مانگتے تو وہ تین ہزار ہیں۔

کلیانی۔ لڑکے کے اور بھی بھائی ہیں؟

موٹے رام۔ نہیں۔ مگر تین بہنیں ہیں اور تینوں کنواری۔ ماں زندہ ہیں

اچھا، اب دوسری نقل دیکھئے۔ یہ لڑکا ریل کے محکمہ میں پچاس روپیہ ماہوار پاتا ہے۔ ماں باپ نہیں ہیں۔ نہایت خوبصورت، بہت اچھے سوبھاؤ والا خوب مضبوط بدن کا کسرتی جوان ہے۔ مگر خاندان اچھا نہیں، کوئی کہتا ہے ماں نائن تھی کوئی کہتا ہے ٹھکرائی تھی۔ باپ کسی ریاست میں مختار تھے۔ گھر پر کچھ زمینداری ہے مگر اس پر کئی ہزار کا قرضہ ہے۔ یہاں کچھ لینا دینا نہ پڑیگا۔ عمر کوئی بیس سال ہوگی۔

کلیانی۔ خاندان میں داغ نہ ہوتا تو منظور کر لیتی۔ دیکھ کر تو مکھی نہیں نگلی جاتی۔

موٹے رام۔ تیسری نقل دیکھئے۔ ایک زمیندار کا لڑکا ہے کوئی ایک ہزار سالانہ منافع ہے۔ کچھ کھیتی باڑی بھی ہوتی ہے۔ لڑکا پڑھا لکھا تھوڑا ہی ہے۔ مگر کچہری عدالت کے کام میں ہوشیار ہے۔ دوسرا بیاہ ہوگا۔ پہلی عورت کو مرے دو سال ہوئے۔ اس سے کوئی اولاد نہیں ہے۔ لیکن رہن سہن طرز معاشرت موٹا ہے۔ پیسنا کوٹنا گھر ہی میں ہوتا ہے۔

کلیانی۔ کچھ جہیز بھی مانگتے ہیں؟

موٹے رام۔ اس کی کچھ نہ پوچھئے، چار ہزار سناتے ہیں۔ اچھا، یہ چوتھی نقل دیکھئے۔ لڑکا وکیل ہے، عمر کوئی پینتیس سال کی ہوگی۔ تین چار سو کی آمدنی ہے پہلی عورت مر چکی ہے، اس سے تین لڑکے بھی ہیں۔ اپنا گھر بنوایا ہے، کچھ جائداد بھی خریدی ہے۔ یہاں بھی لینے دینے کا جھگڑا نہیں ہے۔

کلیانی - خاندان کیسا ہے؟

موٹے رام - بہت اچھا، پرانے رئیس ہیں - اچھا، یہ پانچویں نقل دیکھئے باپ کا چھاپہ خانہ ہے - لڑکا پڑھا نوبی - اے تک ہے مگر چھاپہ خانہ کام کرتا ہے - عمر اٹھارہ سال ہوگی - گھر میں چھاپہ خانہ کے سوائے کوئی جائداد نہیں ہے - مگر کسی کا قرضہ سر پر نہیں - خاندان نہ بہت اچھا ہے نہ بُرا - لڑکا بہت خوبصورت اور اچھے چال چلن کا ہے - مگر ایک ہزار سے کم پر معاملہ طے نہ ہوگا" مانگتے تو وہ بھی ہزار ہیں - اب بتائیے، آپ کونسا بر پسند کرتی ہیں؟

کلیانی - آپ کو سب میں سے کون پسند ہے؟

موٹے رام - مجھے تو دو بر پسند ہیں - ایک وہ جو ریلوے میں ہے - اور دوسرا یہ جو چھاپہ خانہ میں کام کرتا ہے۔

کلیانی - مگر پہلے کے خاندان میں آپ عیب بتلاتے ہیں۔

موٹے رام - ہاں یہ بات تو ہے تو پھر چھاپہ خانہ والے ہی کو رہنے دیجئے۔

کلیانی - یہاں ایک ہزار دینے کو کہاں سے آئیگا؟ ایک ہزار تو آپکا اندازہ ہے، شائد وہ اور بھی مُنہ پھیلائے - آپ تو گھر کی حالت دیکھ ہی رہے ہیں کھانا ملتا جائے یہی غنیمت ہے - روپئے کہاں سے آئینگے؟ زمیندار صاحب چار ہزار سناتے ہیں، ڈاک بابو بھی دو ہزار کا سوال کرتے ہیں - ان کو جانے دیجئے - بس وکیل صاحب ہی بچ رہتے ہیں پینتیس سال کی عمر بھی کچھ ایسی زیادہ نہیں - انہیں کو کیوں نہ رکھئے؟

موٹے رام - آپ خوب سوچ بچار لیں، میں تو آپکی مرضی کا تابعدار ہوں

جہاں کہیئے گا وہاں ٹیکہ کراؤنگا۔ مگر ہزار ڈیڑھ ہزار کا منہ نہ دیکھیے۔ جیا بہ خانہ والا لڑکا ہیرا ہے! اس کے ساتھ لڑکی کی زندگی سپھل ہو جائیگی۔ جیسے یہ روپ اور گن کی پوری ہے ویسا لڑکا بھی سندر اور سوشیل ہے۔

کلیانی۔ پسند تو مجھے بھی یہی ہے مہاراج، مگر روپے کس کے گھر سے لاؤں؟ کون دینے والا ہے؟ ہے کوئی ایسا دانی؟ کھانے والے تو کھا پی کر چل دیئے۔ اب کسی کی صورت بھی نہیں دکھائی نہیں دیتی بلکہ اور مجھے برا مانتے ہیں کہ ہمیں نکالدیا۔ جو بات اپنے بس کے باہر ہے اس کے لئے ہاتھ ہی کیوں پھیلاؤں؟ اولاد کس کو پیاری نہیں ہوتی؟ کون اُسے سکھی نہیں دیکھنا نہیں چاہتا؟ پر جب اپنا کوئی بس بھی ہو۔ آپ ایشور کا نام لے کر وکیل صاحب کو ٹیکہ کر آئیے۔ عمر کچھ زیادہ ہے مگر مرنا جینا ایشور کے ہاتھ ہے۔ پینتیس سال کا آدمی بڈھا نہیں کہلاتا۔ اگر لڑکی کے نصیب میں سکھ بھوگنا بدا ہے تو جہاں جائیگی سکھی رہے گی۔ اور دکھ بھوگنا ہے تو جہاں جائیگی، دکھ جھیلے گی۔ ہماری نرملا کو بچوں سے محبت ہے ان کے بچوں کو اپنا سمجھے گی۔ آپ اچھی ساعت دیکھ کر ٹیکہ کر آئیں۔

(۵)

نرملا کا بیاہ ہو گیا، خسرال آ گئی۔ وکیل صاحب کا نام تھا منشی طوطارام سانولے رنگ کے موٹے تازے آدمی تھے۔ عمر تو ابھی چالیس سال سے زیادہ نہ تھی مگر وکالت کی سخت محنت نے سر کے بال سفید کر دیئے تھے ورزش کرنے کی انہیں فرصت نہ تھی۔ یہاں تک کہ کبھی کہیں گھومنے بھی نہ جاتے تھے۔ اس لئے پیٹ بڑھ گیا تھا۔ بدن کے فربہ ہونے پر بھی آئے دن کوئی نہ کوئی شکایت بنی رہتی۔

رہتی - بدہضمی اور بواسیر سے تو اُن کی مُستقل رفاقت تھی۔ پس بہت پھُونک پھُونک کر قدم رکھتے تھے - اُن کے تین لڑکے تھے - بڑا منسا رام سولہ سال کا تھا - جیارام بارہ سال کا اور چھوٹا سیارام سات سال کا - تینوں انگریزی پڑھتے تھے - گھر میں وکیل صاحب کی بیوہ بہن کے سوا کوئی عورت نہ تھی - وہی گھر کی مالک تھی - اس کا نام تھا رُکمنی اور اُسکی عمر پچاس سال سے زائد نہ تھی - سُسرال میں کوئی نہ تھا۔ مستقل طور پر یہیں رہتی تھی +

طوطا رام علم ازدواج سے خُوب واقف تھے - نرملا کو خوش کرنے کے لئے اُن میں جو قدرتی کمی تھی اُسے وہ تحفہ جات سے پُوری کرنا چاہتے تھے۔ اگرچہ کفایت شعار آدمی تھے مگر نرملا کے لئے کوئی نہ کوئی تحفہ روز لایا کرتے - موقع پر روپیہ کی پرواہ نہ کرتے تھے - خود کبھی ناشتہ نہ کرتے تھے، لڑکوں کے لئے تھوڑا تھوڑا دُودھ آتا تھا مگر نرملا کے لئے میوے - مُربّے - مٹھائیاں، کسی کی کمی نہ تھی - وہ زندگی میں سیر تماشہ کے لئے نہ گئے تھے مگر تعطیل میں نرملا کو سینما، سرکس، تھیئٹر دکھلانے لے جاتے - اپنے بیش قیمتی وقت کا تھوڑا سا حصّہ اُس کے ساتھ بیٹھ گراموفون بجانے میں بھی گزارتے +

لیکن نرملا کو نہ جانے کیوں طوطا رام کے پاس بیٹھنے اور اُن سے ہنسنے بولنے میں تامل ہوتا تھا - اس کا شاید یہ سبب تھا کہ اب تک اسی قسم کا ایک شخص اُس کا باپ تھا جس کے سامنے وہ سر جھکا کر اور بدن چھُپا کر نکلتی تھی - اب اُسی عمر کا ایک شخص اُس کا شوہر تھا - وہ اُسے محبّت کی چیز نہیں، عزت کی چیز سمجھتی تھی - اُن سے بھاگتی پھرتی، اُن کو دیکھتے ہی اُس کی خُوشی کا فو

ہو جاتی تھی +

وکیل صاحب کو، اُن کے علمِ ازدواج نے سکھلایا کہ نوجوان عورت سے خوب محبّت بھری باتیں کرنی چاہئیں، اس کے سامنے دل نکال کر رکھ دینا چاہئیے۔ یہی اُس کی تسخیر کا خاص منتر ہے۔ پس وکیل صاحب اپنے اظہارِ محبّت میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھتے تھے مگر نرملا کو ان باتوں سے نفرت ہوتی تھی وہی باتیں جنھیں کسی نوجوان کے مُنہ سے سُن کر اُس کا دِل نشّۂ محبّت سے سرشار ہو جاتا۔ جب وکیل صاحب کے مُنہ سے نکلتی تھیں تو اُس کے دل میں تیر سی جا کر لگتی تھیں۔ اُن میں مزا نہ تھا، لُطف نہ تھا، نشّہ نہ تھا، دِل نہ تھا بلکہ تصنع تھا، فریب تھا، اور رُوکھا پھیکا لفظی تلازمہ! اُسے عِطر و روغن بُرے نہ لگتے، سیر و تماشے بُرے نہ لگتے۔ بناو سِنگار کرنا بھی بُرا نہ لگتا، البتہ اُسے بُرا لگتا تھا طوطا رام کے پاس بیٹھنا! وہ اپنا حُسن و شباب اُنہیں دکھلانا چاہتی تھی کیونکہ وہاں دیکھنے والی آنکھیں نہ تھیں، وہ اُنہیں ان نعمتوں سے لذّت اندوز ہونے کے قابل ہی نہ سمجھی تھی! غُنچہ نسیم ہی کے مَس سے شگفتہ ہوتا ہے، دونوں میں یکساں تازگی ہے، نرملا کے لئے وہ نسیمِ سحری کہاں تھی؟

پہلا مہینہ گُزرتے ہی طوطا رام نے نرملا کو اپنا خزانچی بنا لیا۔ کچہری سے آ کر دن بھر کی کمائی اُسے دے دیتے۔ اُن کا خیال تھا کہ نرملا ان روپیوں کو دیکھ کر خوشی سے پھُولی نہ سمائیگی۔ نرملا بڑے شوق سے اس عہدہ کا کام انجام دیتی۔ ایک ایک پیسہ کا حساب لکھتی۔ اگر کبھی روپئے کم ملتے تو پوچھتی کہ آج کم کیوں ہیں، امورِ خانہ داری کے متعلق اُن سے خوب باتیں کرتی، انہیں باتوں لائق وہ

اُن کو سمجھتی تھی۔ جیوں ہی کوئی تُشنن آمیز کلمہ اُن کی زبان سے نکل جاتا، اُس کا چہرہ اُداس ہو جاتا تھا۔

نرملا جب گہنے کپڑوں سے اپنا سنگار کر کے آئینہ کے سامنے کھڑی ہوتی اور اُس میں اپنے حُسنِ روح افزا کا عکس دیکھتی تو اُس کا دِل ایک حسرت بھری اُمنگ سے بیقرار ہو جاتا تھا۔ اُسوقت اُس کے سینہ میں آگ سی جل اُٹھتی تھی۔ جی میں آتا کہ اِس گھر کو آگ لگا دُوں۔ ماں پر غُصّہ آتا، باپ پر غُصّہ آتا، اپنی قسمت پر غُصّہ آتا اور سب سے زیادہ غُصّہ آتا بیچارے بے قصور طوطا رام پر۔ وہ ہمیشہ اِسی کوفت میں مُبتلا رہتی۔ بانکا سوار بُوڑھے لدّو ٹٹو پر سوار ہونا کب پسند کریگا خواہ اُسے پیدل ہی کیوں نہ چلنا پڑے؟ نرملا کی حالت اُسی بانکے سوار کی سی تھی۔ وہ اُس پر سوار ہو کر اُڑنا چاہتی تھی۔ اُس کی مُسرت خیز برق رفتاری کا لطف اُٹھانا چاہتی تھی، اُسے ٹٹو کے ہنہنانے اور کنوتیاں کھڑی کرنے سے کیا اُمید ہوتی؟ ممکن تھا کہ بچّوں کے ساتھ ہنس کھیل کر وہ ذرا دیر کے لئے اپنی حالت کو بھول جاتی، دِل کچھ ہرا ہو جاتا مگر رُکمنی دیوی بچّوں کو اُس کے پاس پھٹکنے بھی نہ دیتی تھیں گویا وہ کوئی ڈائن ہے جو اُنہیں کھا جائیگی۔ رُکمنی کا مزاج ساری دُنیا سے نرالا تھا۔ یہ پتا لگانا مُشکل تھا کہ وہ کس بات سے خوش ہوتی تھیں اور کس بات سے ناراض۔ ایک بار جس بات سے خُوش ہو جاتی تھیں دُوسری بار اُسی بات سے ناراض ہوتی تھیں۔ اگر نرملا اپنے کمرہ میں بیٹھی رہتی تو کہتیں کہ نہ جانے کہاں کی منحوس ہے۔ اگر وہ کوٹھے پر جاتی یا مہریوں سے باتیں کرتی تو سینہ کوبی کرنے لگتیں۔ لاج ہے نہ شرم نگوڑی کے حیا بھون کھائی ہے، اب کیا؟ کچھ

دنوں ہیں بازار بازار ناچے گی۔ جب سے وکیل صاحب نے نرملا کے ہاتھ میں روپئے پیسے دینے شروع کیے، رکمنی اس کی نکتہ چینی پر آمادہ ہو گئی تھی۔ اسے معلوم ہوتا تھا کہ اب قیامت ہونے میں بہت تھوڑی کسر رہ گئی ہے۔ لڑکوں کو بار بار پیسہ کی ضرورت پڑتی۔ جب تک خود مالک تھی، انہیں بہلا دیا کرتی تھی اب ان کو سیدھے نرملا کے پاس بھیج دیتی۔ نرملا کو لڑکوں کا چٹورا پن اچھا نہ لگتا تھا، کبھی کبھی پیسے دینے سے انکار کر دیتی۔ رکمنی کو اپنے لفظی تیر سر کرنے کا موقع مل جاتا، اب تو مالکن ہوئی ہیں، لڑکے کاہیکو جیئیں گے، بلا ماں کے بچوں کو کون پوچھے، روپیوں کی مٹھائیاں کھا جاتے تھے، اب دھیلے دھیلے کو ترستے ہیں! نرملا اگر چڑھ کر کبھی دن بلا پوچھے پیسے دے دیتی تو دیوی جی اس کی اور ہی طرح نکتہ چینی کرتیں، انہیں کیا؟ لڑکے مریں یا جئیں، ان کی بلا سے ماں کے بغیر کون سمجھاوے کہ بیٹا، بہت مٹھائی مت کھاؤ؟ آئی گئی تو میرے سر جاوے گی انہیں کیا؟ یہیں تک ہوتا تو شاید نرملا ضبط کر لیتی مگر دیوی جی خفیہ پولیس کے سپاہی کی طرح نرملا کا پیچھا کرتی رہتی تھیں۔ اگر وہ کوٹھے پر کھڑی ہے تو ضرور کسی پر نظر دوڑا رہی ہوگی۔ مہری سے بات کرتی ہے تو ضرور ہی ان کی برائی کرتی ہوگی، بازار سے کچھ منگواتی ہے تو ضرور کوئی شوق کی چیز ہوگی۔ وہ برابر اس کے خطوط کو پڑھنے کی کوشش کیا کرتیں، چھپ چھپ اس کی باتیں سنا کرتیں۔ نرملا ان کی دو دھار والی تلوار سے کانپتی رہتی تھی یہاں تک کہ ایک روز اس نے شوہر سے کہا۔ آپ ذرا جی جی کو سمجھا دیں، کیوں میرے پیچھے پڑی رہتی ہیں؟

طوطا رام نے تیز لہجہ میں کہا۔ کیا تمہیں کچھ کہا ہے کیا؟

"روز ہی کہتی ہیں۔ بات منہ سے نکلنی مشکل ہے! اگر انہیں اس بات کی جلن ہو کہ یہ مالکہ کیوں بنی ہوئی ہے تو آپ انہیں کو روپئے پیسے دیجئے اب مجھے نہیں چاہئے۔ وہی مالکہ بنی رہیں۔ میں تو صرف اتنا چاہتی ہوں کہ کوئی مجھے طعنے نہ دیا کرے"۔

یہ کہتے کہتے نرملا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ طوطا رام کو اپنی محبت ظاہر کرنے کا بہت اچھا موقع ملا، بولے۔ میں آج ہی ان کی خبر لوں گا۔ صاف کہہ دوں گا کہ اگر منہ بند کر کے رہنا ہے تو رہو ورنہ اپنی راہ لو۔ اس گھر کی مالکہ وہ نہیں ہیں، تم ہو۔ وہ محض تمہیں مدد دینے کے لئے ہیں۔ اگر مدد کرنے کی بجائے تمہیں دق کرتی ہیں تو ان کے یہاں رہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ میں نے تو سوچا تھا کہ بدھوا ہیں، اناتھ ہیں، پاؤ بھر آٹا کھائیں گی اور پڑی رہیں گی۔ جب اور نوکر چاکر کھا رہے ہیں تو یہ تو اپنی بہن ہی ہیں۔ لڑکوں کی دیکھ بھال کے لئے ایک عورت کی ضرورت بھی تھی، رکھ لیا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ تمہارے اوپر حکومت کریں۔

نرملا نے پھر کہا۔ لڑکوں کو سکھا دیتی ہیں کہ جا کر ماں سے پیسے مانگو کبھی کچھ، کبھی کچھ۔ لڑکے آکر میری جان کھاتے ہیں۔ گھڑی بھر لیٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ڈانٹتی ہوں تو وہ آنکھیں لال پیلی کر کے دوڑتی ہیں۔ مجھے سمجھتی ہیں کہ یہ لڑکوں کو دیکھ نہیں سکتی۔ ایشور جانتا ہے کہ میں بچوں کو کتنا چاہتی ہوں۔ آخر میرے ہی بچے تو ہیں، مجھے ان سے کیوں جلن ہونے لگی۔

طوطا رام غصّہ سے کانپ اُٹھے، بولے تمہیں جو دِق کرے اُسے پیٹ دیا کرو۔ میں بھی دیکھتا ہوں کہ لڑکے شریر ہو گئے ہیں۔ منسا رام کو تو میں بورڈنگ ہاؤس میں بھیجدونگا، باقی دونوں کو آج ہی ٹھیک کئے دیتا ہوں ⁂

اِس وقت طوطا رام کچہری جا رہے تھے، ڈانٹ ڈپٹ کرنیکا موقع نہ تھا لیکن کچہری سے واپس آتے ہی اُنہوں نے گھر میں جاکر رُکمنی سے کہا۔ کیوں بہن، تمہیں اِس گھر میں رہنا ہے یا نہیں؟ اگر رہنا ہے تو سیدھی طرح رہو، یہ کیا کہ دُوسروں کا رہنا مشکل کر دو ✦

رُکمنی سمجھ گئی کہ بہو نے اپنا وار کیا مگر وُہ دبنے والی عورت نہ تھی۔ ایک تو عُمر کی بڑی، اُس پر اِسی گھر کی خدمت میں زندگی گُزار دی تھی، کس کی مجال تھی کہ اُنہیں بے دخل کر دے؟ اُنہیں بھائی کی کم ظرفی پر تعجب ہُوا۔ بولی تو کیا لونڈی بنا کر رکھو گے؟ لونڈی بن کر رہنا ہے تو اس گھر کی لونڈی نہ بنوں گی۔ اگر تمہاری یہ مرضی ہو کہ گھر میں کوئی آگ لگا دے اور میں کھڑی دیکھا کروں کسی کو بے راہ چلتے دیکھوں تو چُپ سادھ لُوں، جو جس کے دل میں آئے کرے اور میں مٹی کی مُورت بنی بیٹھی رہوں تو یہ سب مجھ سے نہ ہو گا۔ یہ ہُوا کیا جو تم آج آپلے سے باہر ہو رہے ہو؟ نکل گئی ساری عقلمندی، کل کی چھوکری چوٹی پکڑ کر سنچانے لگی! کچھ پُوچھنا نہ گچھنا، بس اُس نے تار کھینچا اور تم کاٹھ کے سپاہی کی طرح تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے ✦

طوطا رام۔ سُنتا تو ہُوں کہ تم ہمیشہ عیب نکالتی رہتی ہو، بات بات پر طعنے دیتی ہو۔ اگر کچھ سکھ دینی ہو تو اُسے پیار سے ملائم لفظوں میں دینی چاہئے

ھنے سے نصیحت ملنے کے بجائے اور اُلٹا جی جلنے لگتا ہے ٭
رُکمنی - تو تُمھاری یہی مرضی ہے کہ کسی بات میں نہ بولوں - یہی سہی - لیکن
پھر یہ نہ کہنا کہ تُم تو گھر میں بیٹھی تھیں، کیوں نہیں صلاح دی ؟ جب میری باتیں
زہر معلوم ہوتی ہیں تو مجھے کیا کُتے نے کاٹا ہے کہ بولوں ؟ مثل ہے " ناٹوں
کھیتی، بہریوں گھر " مَیں بھی دیکھوں، بہُو ریا کیسے گھر چلاتی ہے ؟
اتنے میں سیارام اور جیارام اسکول سے آ گئے - آتے ہی آتے دونوں
بُوا کے پاس جا کر کھانا مانگنے لگے - رُکمنی نے کہا - جا کر اپنی نئی امّاں سے کیوں
نہیں مانگتے ؟ مجھے بولنے کا حکم نہیں ہے ٭
طوطا رام - اگر تُم لوگوں نے اُس مکان میں قدم رکھا تو ٹانگ توڑ دوں گا -
بدمعاشی پر کمر باندھی ہے ٭
جیارام ذرا شوخ تھا، بولا - اُن کو تو آپ کچھ نہیں کہتے، ہمیں کو دھمکاتے
ہیں - کبھی پیسے نہیں دیتیں ٭
سیارام نے اس کی تائید کی - کہتی ہیں کہ مجھے دِق کرو گے تو کان کاٹ
لونگی - کہتی ہیں کہ نہیں جیا ؟
نرملا اپنے کمرہ سے بولی - مَیں نے کب کہا تھا کہ تُمھارے کان کاٹ لونگی ؟
ابھی سے جھوٹ بولنے لگے ؟
اتنا سُننا تھا کہ طوطا رام نے سیارام کے کان پکڑ کر اُس کو اُٹھا لیا -
لڑکا زور کی چیخ مار کر رو پڑا ٭
رُکمنی نے دوڑ کر بچے کو مُنشی جی کے ہاتھ سے چھڑا لیا اور بولیں -

بس رہنے بھی دو، کیا بچّہ کو مار ہی ڈالو گے؟ ہائے ہائے، کان لال ہو گیا! سچ کہا ہے، نئی بیوی پا کر آدمی اندھا ہو جاتا ہے۔ ابھی سے یہ حال ہے تو آگے اس گھر کے بھگوان ہی مالک ہیں؟

نرملا اپنی فتح پہ دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی لیکن جب منشی جی نے بچّہ کا کان پکڑ کر اٹھا لیا تو اس سے صبر نہ ہو سکا۔ چھڑانے کو دوڑی۔ مگر رکمنی پہلے ہی پہنچ گئی تھی، بولی پہلے آگ لگا دی، اب بجھانے دوڑی ہو۔ جب اپنے لڑکے ہوں گے تب آنکھیں کھلیں گی، پرایا درد کیا جانو +

نرملا۔ کھڑے تو ہیں، پوچھ لو نہ کہ میں نے کہا آگ لگا دی۔ میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ لڑکے مجھے پیسوں کے لئے بار بار دق کرتے ہیں۔ اس کے سوا جو میرے منہ سے کچھ اور نکلا ہو تو میری آنکھیں پھوٹ جائیں +

طوطا رام۔ میں خود ان لونڈوں کی شرارت دیکھا کرتا ہوں اندھا تھوڑا ہی ہوں۔ تینوں ضدی اور شریر ہو گئے ہیں۔ بڑے میاں کو تو میں آج ہی ہوسٹل بھیجتا ہوں +

رکمنی۔ اب تک تو تمہیں ان کی کوئی شرارت نہ سوجھی تھی، آج آنکھیں کیوں اتنی تیز ہو گئیں؟

طوطا رام۔ تمہیں نے ان کو اتنا شوخ کر رکھا ہے +

رکمنی۔ تو میں ہی بس کی گانٹھ ہوں۔ میرے ہی کارن تمہارا گھر چوپٹ ہو رہا ہے۔ لو میں جاتی ہوں، تمہارے لڑکے ہیں۔ مارو چاہے کاٹو، میں کچھ نہ بولوں گی +

یہ کہکر رکمنی وہاں سے چلی گئی - نرملا بچہ کو روتا دیکھ کر بیتاب ہو گئی۔ اُس نے اُس کو سینہ سے لگا لیا اور گود میں لئے ہوئے اپنے کمرہ میں لاکر اُسے تھپکنے لگی - لیکن بچہ اور بھی سِسک سِسک کر رونے لگا - اُس کا معصوم دل اس پیار میں وہ مامتا نہ پاتا تھا جس سے ایشور نے اُس کو محروم کر دیا تھا۔ یہ پیار تھا، صرف رحم تھا - یہ وہ چیز تھی جس پہ اُس کا کوئی حق نہ تھا، جو صرف خیرات کی صورت میں اُسے دی جا رہی تھی - باپ نے پہلے بھی دو ایک بار مارا تھا، جب اُس کی ماں زندہ تھی - لیکن تب اُس کی ماں اُسے سینہ سے لگا کر روتی نہ تھی، وہ ناخوش ہو کر اُس سے بولنا ترک کر دیتی، یہاں تک کہ وہ خود ذرا ہی دیر بعد سب کچھ بھول کر پھر ماں کے پاس دوڑا جاتا تھا - شرارت کے لئے سزا پانا تو اُس کی سمجھ میں آتا تھا لیکن مار کھانے پر چمکارا جانا اُس کی سمجھ میں نہ آتا تھا - ماں کے پیار میں سختی ہوتی تھی مگر نرمی ملی ہوئی - اس پیار میں رحم تھا مگر وہ سختی نہ تھی جو یگانگیت کا خفیہ پیغام ہے - تندرست عضو کی پروا کون کرتا ہے؟ لیکن وہی عضو جب درد سے پھکنے لگتا ہے تو اُسے ٹھیس اور دھکے سے بچانے کی تدبیر کی جاتی ہے - نرملا کا رحم آمیز رونا بچہ کو اُس کے بے کس ہونے کی خبر دے رہا تھا - وہ بڑی دیر نرملا کی گود میں بیٹھا روتا رہا اور روتے روتے سو گیا - نرملا نے اُسے چارپائی پر سُلانا چاہا تو بچہ نے سوتے ہوئے اپنے دونوں نازک ہاتھ اُس کی گردن میں ڈال دئے اور اُس سے ایسا لپٹ گیا گویا نیچے کوئی گڈھا ہو - اُس کے چہرے پر خوف و اندیشہ کے نشانات ظاہر ہو گئے - نرملا نے پھر بچہ کو گودی میں اُٹھا لیا، چارپائی پر نہ سُلا سکی - اسوقت بچہ کو

گود میں لٹائے ہوئے اُسے وہ اطمینانِ قلبی ہو رہا تھا جو ابھی تک کبھی نہ ہُوا تھا۔ آج اوّل مرتبہ اُس کو اِس دلی قدر کا احساس ہُوا جس کے بغیر آنکھیں نہیں کُھلتیں، اپنے فرض کا راستہ نہیں سُجھائی دیتا۔ یہ راستہ اب دکھائی دینے لگا +

(۶)

اُس دن اپنی گہری محبت کا زبردست ثبوت دینے کے بعد مُنشی طوطا رام کو اُمید ہوئی تھی کہ نرملا کے دل پر میرا سکّہ جم گیا لیکن اُن کی یہ اُمیّد ذرا بھی پُوری نہ ہوئی بلکہ پہلے تو وہ کبھی کبھی اُن سے ہنس کر بولا بھی کرتی تھی اب بچّوں ہی کی پرورش و پرداخت میں مصروف رہنے لگی۔ جب گھر میں جاتے تو بچّوں کو اُس کے پاس بیٹھا پاتے کبھی دیکھتے کہ اُنہیں کھلا رہی ہے، کبھی کپڑے پہنا رہی ہے کبھی کوئی کھیل کھیل رہی ہے اور کبھی کوئی کہانی سُنا رہی ہے۔ نرملا کا آرزو مند دل اب محبت سے مایُوس ہو کر اِسی سہارے کو غنیمت سمجھنے لگا۔ بچّوں کے ساتھ ہنسنے بولنے میں اُس کی خیالی مامتا کو آسودگی ہوتی تھی۔ شوہر کے ساتھ ہنستے بولتے اُسے جو تامل، جو نفرت اور جو ناپسندیدگی ہوتی تھی یہاں تک کہ وُہ اُٹھ کر بھاگ جانا چاہتی، اُس کے بجائے یہاں بچوں کی سچی سادہ محبت سے دل مسرور ہو جاتا تھا۔ پہلے منسا رام اُس کے پاس جاتے ہُوئے، جھجکتا تھا مگر اب وُہ بھی کبھی کبھی جا بیٹھتا۔ یہ نرملا کا ہمسِن تھا لیکن باطنی ترقی میں پانچ سال چھوٹا۔ ہاکی اور فٹ بال ہی اِس کی دُنیا، اُس کے تخیل کا وسیع میدان اور اُس کی تمناؤں کا ہرا بھرا باغ تھا۔ اکہرے بدن کا چھریرا، شکیل، ہنس مکھ اور حیا والا لڑکا تھا جس کا گھر سے صرف کھانے کا تعلق تھا، باقی تمام دن دجانے کہاں گھومتا

رہتا۔ نرملا اُس کی زبان سے کمیں کی باتیں سُن کر تھوڑی دیر کے لئے اپنے تفکرات بھول جاتی اور چاہتی ایک بار پھر وہی دِن آجائے جب وہ گڑیاں کھیلتی اور اُن کا بیاہ رچایا کرتی تھی اور جس کو ابھی تھوڑے، آہ، بہت تھوڑے دِن گزرے تھے +

منشی طوطا رام دیگر تنہائی انسانوں کی طرح نفس پرست انسان تھے۔ کچھ روز تو وہ نرملا کو سیر تماشے دکھاتے رہے لیکن جب دیکھا کہ اِن باتوں کا کچھ نتیجہ نہیں ہوتا تو انھوں نے گوشۂ تنہائی اختیار کیا۔ دِن بھر کی سخت دماغی محنت کے بعد ان کا دِل تفریح کے لئے بیقرار ہو جاتا لیکن جب اپنے تفریح خیز باغ میں داخل ہوتے اور اُس کے پھولوں کو مُرجھایا، پودوں کو سُوکھا اور کیاریوں میں خاک اُڑتی ہوئی دیکھتے تو اُن کے دِل میں آتا کہ کیوں نہ اِس باغ کو اُجاڑ دوں؟ نرملا اُن سے کیوں مخاطب نہیں ہوتی، اُس کا بھید اُن کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ علم از دواج کی ساری حکمتوں کو آزما چکے مگر اُن کی مقصد برآری نہ ہُوئی۔ اب کیا کرنا چاہئے، یہ اُن کی سمجھ میں نہ آتا تھا +

ایک روز اسی تردد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اُن کے ہم سبق دوست منشی نین سکھ رام آکر بیٹھ گئے اور سلام کلام کے بعد مُسکرا کر بولے۔ آجکل تو خوب گہری چھنتی ہو گی، نئی بیوی کو ہم آغوش کر کے جوانی کا مزا آجاتا ہو گا؟ بڑے خوش نصیب ہو بھئی، روٹھی ہُوئی جوانی کو منانے کی اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں کہ نیا بیاہ ہو جائے۔ یہاں تو زندگی وبال ہو رہی ہے۔ بیوی صاحبہ اس بُری طرح لپٹی ہیں کہ کسی طرح پیچھا ہی نہیں چھوڑتیں ۔۔ میں تو

دُوسری شادی کی فکر میں ہوں۔ کہیں ڈال ہو تو ٹھیک ٹھاک کر دو۔ دوستوں میں ایک روز تمہیں اُس کے ہاتھ کے بُنے ہوئے پان کھلا دیں گے +

طوطا رام نے متانت سے کہا۔ کہیں ایسی حماقت نہ کر بیٹھنا ورنہ پچھتاؤ گے۔ لونڈیاں کچھ لونڈوں ہی سے خوش رہتی ہیں۔ ہم تم اب اُس کام کے نہیں ہیں۔ سچ کہتا ہوں کہ میں شادی کر کے پچھتا رہا ہوں۔ بری بلا گلے پڑی! سوچا تھا کہ دو چار سال اور زندگی کا لُطف اُٹھا لوں مگر الٹی آنتیں گلے پڑیں +

نین سُکھ۔ تم کیا باتیں کرتے ہو؟ لونڈیوں کو قابو میں لانا کیا مشکل ہے؟ ذرا سیر تماشا دکھا دو، اُس کے رنگ رُوپ کی تعریف کر دو بس رنگ جم گیا +

طوطا رام یہ سب کر دھر کے ہار گیا +

نین سُکھ۔ اچھا، کچھ عطر روغن، پھول پتے، چاٹ واٹ کا بھی مزہ چکھایا؟

طوطا رام۔ اجی یہ سب کر چکا علم از دواج کے سارے منتروں کو آزما چکا سب جھوٹے ہیں +

نین سُکھ۔ اچھا اب میری ایک اور صلاح مانو۔ ذرا اپنی صُورت بنوا لو۔ آجکل یہاں ایک بجلی کے ڈاکٹر آئے ہوئے ہیں جو پیری کے سارے نشان مٹا دیتے ہیں۔ کیا مجال کہ چہرہ پہ ایک شکن یا سر کا ایک بال سفید رہ جائے۔ نہ جانے، ایسا کیا جادُو کر دیتے ہیں کہ آدمی کا کایا کلپ ہو جاتا ہے +

طوطا رام۔ فیس کیا لیتے ہیں؟

نین سُکھ۔ فیس تو سُنا زیادہ لیتے ہیں۔ شائد پانچسو روپے +

طوطا رام۔ اجی کوئی جعلساز ہوگا، بیوقوفوں کو لُوٹ رہا ہوگا۔ کوئی روغن

لگا کر دو چار روز کے لئے ذرا چہرہ چکنا کر دینا ہوگا۔ اشتہاری ڈاکٹروں پر تو میرا اعتقاد ہی نہیں۔ دس پانچ کی بات ہوتی تو کہتا، ذرا دلگی ہی سہی پانچسو تو بڑی رقم ہے!

نین سکھ۔ تمہارے لئے پانچ سو کون بڑی بات ہے، ایک ماہ کی آمدنی ہے۔ میرے پاس تو بھئی، اگر پانچسو ہوتے تو میں سب سے پہلا کام یہی کرتا۔ شباب کے ایک گھنٹہ کی قیمت پانچسو سے کہیں زیادہ ہے ⁂

طوطارام۔ اجی کوئی سستا نسخہ بتاؤ، کوئی فقیری جڑی بوٹی ہو کہ بلا ہر ہر پھٹکڑی کے رنگ چوکھا ہو جاوے۔ بجلی اور ریڈیم بڑے آدمیوں کے لئے رہنے دو یہ انہیں کو مبارک ہوں!

نین سکھ۔ تو پھر رنگیلے پن کا سوانگ بھرو۔ یہ ڈھیلا ڈھالا کوٹ پھینکو۔ تنزیب کی چست اچکن ہو، چوڑی دار پاجامہ، گلے میں طلائی زنجیر، سر پر جے پوری صافہ، آنکھوں میں سُرمہ اور بالوں میں حنا کا تیل پڑا ہوا۔ پیٹ کا پچکنا بھی ضروری ہے۔ دوہرا کمر بند باندھو۔ ذرا تکلیف تو ہوگی، مگر اچکن سج اُٹھے گی خضاب میں لا دوں گا۔ سو پچاس غزلیں یاد کر لو اور موقع موقع سے اشعار پڑھو۔ باتوں میں چاشنی بھری ہو۔ ایسا معلوم ہو کہ تمہیں دین دُنیا کی کچھ فکر نہیں ہے، بس جو کچھ ہے معشوق ہی ہے۔ جوانمردی اور ہمت کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ڈھونڈھتے رہو۔ رات کو جھوٹ موٹ شور کرو کہ چور چور! اور تلوار لے کر اکیلے پل پڑو۔ ہاں ذرا موقع دیکھ لینا، ایسا نہ ہو کہ سچ مچ کوئی چور آ جاوے اور تم اُس کے پیچھے دوڑ پڑو، ورنہ ساری قلعی کھُل

جاوے گی اور تم مُفت میں احمق بنو گے۔ اُس وقت تو جوانمردی اسی میں ہے کہ دم سادھ کے پڑے رہو تاکہ وہ سمجھے کہ تمہیں خبر ہی نہیں ہوئی۔ لیکن جیونہی چور بھاگ کھڑا ہو، تم بھی اُچھل کر باہر نکلو اور تلوار لے کر "کہاں کہاں" کہتے دوڑو۔ زیادہ نہیں، ایک ہی ماہ میری باتوں کو آزما دیکھو اگر وہ تمہارا دم نہ بھرنے لگے تو جو جرمانہ کہو وہ دوں +

طوطا رام نے اُس وقت تو یہ باتیں مذاق میں اُڑا دیں جیسا کہ ایک ہوشیار آدمی کو کرنا چاہئے تھا۔ لیکن ان میں سے کچھ باتیں اُن کے دلنشین ہو گئیں، اُن کے مؤثر ہونے میں کوئی شبہ نہ تھا۔ آہستہ آہستہ رنگ بدلنے لگے کہ لوگ جان نہ سکیں۔ پہلے بالوں سے ابتدا ہوئی، پھر سُرمہ کی باری آئی یہاں تک کہ ایک دو ماہ میں اُن کی کایا پلٹ ہی ہو گئی۔ غزلیں یاد کرنے کی تجویز تو مضحکہ خیز تھی مگر جوانمردی کی ڈینگ مارنے میں کوئی ہرج نہ تھا +

اُس روز سے روزانہ اپنی بہادری کا کوئی نہ کوئی تذکرہ ضرور چھیڑ دیتے۔ نرپ ملا کو شک ہونے لگا کہ کہیں اُن کو دیوانگی کا عارضہ تو نہیں ہو رہا ہے۔ جو شخص مُونگ کی دال اور موٹے آٹے کے دو پھلکے کھا کر بھی نمک سلیمانی کا محتاج ہو اُس کے چھیلے پن پر دیوانگی کا شبہ ہو تو تعجب ہی کیا ہے؟ نرپ ملا پر دیوانگی کا اور تو کیا رنگ جمتا، ہاں اُس کو اُن پر رحم آنے لگا۔ غُصّہ اور نفرت کا احساس جاتا رہا۔ غُصہ اور نفرت کے لئے وُہ شخص ہے جو اپنے ہوش میں ہو، پاگل تو رحم ہی کا مستحق ہے! وہ بات بات میں اُن کی چٹکیاں لیتی، اُن کا مضحکہ اُڑاتی جیسے لوگ پاگلوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ ہاں

اِس امر کا احساس رکھتی تھی کہ یہ سمجھ نہ جاویں۔ وُہ سوچتی کہ بیچارہ اپنے گناہ کا کفارہ کر رہا ہے۔ یہ سارا شوانگ صرف اسی لئے تو ہے کہ مَیں اپنا غم بھول جاؤں۔ آخر اب بھاگ تو بدل سکتا نہیں، اِس بیچارے کو کیوں جلاؤں؟

ایک روز رات کے نو بجے طوطا رام چھیلا بنے ہوئے سبز کرکے لوٹے اور نرملا سے بولے۔ آج تین چوروں سے مقابلہ ہو گیا۔ مَیں ذرا شوپور کی طرف چلا گیا تھا۔ اندھیرا تھا ہی۔ جونہی ریل کی سڑک کے پاس پہنچا کہ تین آدمی تلواریں لئے ہُوئے نہ جانے کدھر سے نکل پڑے۔ یقین مانو، تینوں سیاہ دیو تھے ایں بالکل تنہا ہاتھ میں صرف ایک چھڑی تھی۔ اُدھر تینوں تلواریں باندھے ہُوئے۔ ہوش اُڑ گئے۔ سمجھ گیا کہ زندگی کا یہیں تک ساتھ تھا۔ مگر مَیں نے بھی سوچا کہ مرنا ہی ہُوں تو بہادروں کی موت کیوں نہ مروں؟

اتنے میں ایک شخص نے للکار کر کہا۔ رکھ دے تیرے پاس جو کچھ ہو اور چپکے سے چلا جا +

مَیں چھڑی سنبھال کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔ میرے پاس صرف یہ چھڑی ہے اور اس کی قیمت ایک آدمی کا سر ہے +

میرے مُنہ سے اِتنا نکلنا تھا کہ تینوں تلوار کھینچ کر مجھ پر جھپٹ پڑے اور میں اُن کے واروں کو چھڑی پر روکنے لگا۔ تینوں جھلا جھلا کر وار کرتے تھے، کھٹاکے کی آواز آتی تھی اور مَیں بجلی کی طرح لپک کر اُن کے واروں کو کاٹ دیتا تھا۔ کوئی دس منٹ تک تینوں نے خوب تلوار کے جوہر دکھائے مگر میرا ذرا بھی بال بیکا نہ ہُوا۔ مجبوری یہی تھی کہ میرے ہاتھ میں تلوار نہ تھی۔

اگر کہیں تلوار ہوتی تو ایک کو بھی جیتا نہ چھوڑتا خیر کہاں تک بیان کروں اُس وقت میرے ہاتھوں کی صفائی دیکھنے کے قابل تھی مجھے خود حیرت ہو رہی تھی کہ یہ تیزی مجھ میں کہاں سے آگئی۔ جب تینوں نے دیکھا کہ یہاں دال نہیں گلنے کی تو تلوار نیام میں رکھ لی اور میری پیٹھ ٹھونک کر بولے۔ جوان تم سا بہادر آج تک نہیں دیکھا۔ ہم تینوں سو پر بھاری ہیں، گانوں کے گانوں ڈھول بجا کر لوٹتے ہیں مگر آج تم نے ہم کو نیچا دکھا دیا۔ ہم تمہارا لوہا مان گئے۔ یہ کہکر تینوں پھر نظروں سے اوجھل ہو گئے +

نرملا نے متانت سے مسکرا کر کہا۔ اس چھڑی پر تو تلواروں کے بہت سے نشان بنے ہوئے ہونگے؟

منشی جی اس سوال کے لئے تیار نہ تھے مگر کوئی جواب دینا ضروری تھا۔ بولے۔ میں واروں کو برابر خالی کر دیتا تھا۔ دو چار چوٹیں چھڑی پر پڑی تھیں تو اُچٹتی ہوئی جن سے کوئی نشان نہ پڑ سکتا تھا +

ابھی اُن کے منہ سے پوری بات بھی نہ نکلی تھی کہ یکایک رکمنی دیوی بدحواس دوڑتی ہوئی آئیں اور ہانپتی ہوئی بولیں ـــــــ طوطا، طوطا، ہے کہ نہیں؟ میرے کمرہ میں ایک سانپ نکل آیا ہے، میری چارپائی کے نیچے بیٹھا ہوا ہے ـ میں اُٹھ کر بھاگی۔ موا کوئی دو گز کا ہوگا۔ پھن نکالے پھنکار رہا ہے۔ ذرا چلو تو، ڈنڈا لیتے چلنا +

طوطا رام کے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا، منہ پر ہوائیاں اُڑنے لگیں مگر دلی جذبات کو چھپا کر بولے ـــــــ سانپ وہاں کہاں؟ تمہیں دھوکا ہوا

ہوگا۔ کوئی رسی پڑی ہوگی۔

رکمنی۔ ارے میں نے اپنی آنکھوں دیکھا ہے ذرا چل کر دیکھ تو لو ہے، مرد ہو کر ڈرتے ہو!

منشی جی گھر میں سے تو نکلے مگر برآمدہ میں جاکر پھر ٹھٹھک گئے۔ ان کے قدم ہی نہ اٹھتے تھے۔ کلیجہ دھک دھک کر رہا تھا۔ سانپ غصہ ور جانور ہے کہیں کاٹ لے تو مفت جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔ بولے۔ ڈرتا نہیں ہوں، سانپ ہی تو ہے، شیر تو نہیں۔ مگر سانپ پر لاٹھی نہیں کارگر نہیں ہوتی، جاکر کسی کو بھیجوں۔ کسی کے گھر سے بھالا لائے

یہ کہہ کر منشی جی لپکے ہوئے باہر چلے گئے۔ منسا رام بیٹھا کھانا کھا رہا تھا منشی جی باہر گئے اور ادھر وہ کھانا چھوڑ کر اپنی ہاکی اسٹک ہاتھ میں لیے ہوئے کمرہ میں گھس ہی تو گیا اور چارپائی کھینچ لی۔ سانپ مست تھا بھاگنے کی بجائے پھن نکال کر کھڑا ہو گیا۔ منسا رام نے جھٹ پٹ چارپائی کی چادر اٹھا کر سانپ کے اوپر پھینک دی اور متواتر تین چار ڈنڈے زور زور سے لگائے۔ سانپ چادر کے اندر ہی تڑپ کر رہ گیا۔ تب وہ اس کو ڈنڈے پر اٹھائے ہوئے باہر چلا۔ منشی جی کئی آدمیوں کو ساتھ لیے ہوئے آ رہے تھے منسا رام کو سانپ لٹکائے دیکھا تو دفعتاً ان کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی مگر پھر سنبھل گئے اور بولے۔ میں تو آ ہی رہا تھا تم نے کیوں جلدی کی دو ہی پھینک آئے۔

یہ کہہ کر وہ بڑی بہادری کے ساتھ رکمنی کے دروازہ پر جاکر کھڑے

پھر کیسا اور کمرہ کو خوب دیکھ بھال کر مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے نرملا کے
پاس آکر بولے میں جب تک جاؤں جاؤں، منسارام نے مار ڈالا۔ بے سمجھ
لڑکا ڈنڈا لے کر دوڑ پڑا۔ سانپ کو ہمیشہ بھالے سے مارنا چاہیئے یہی تو لڑکوں
میں عیب ہے۔ میں نے ایسے ایسے کتنے ہی سانپ مارے ہیں۔ سانپ کو کھلا
کھلا کر مارتا ہوں۔ کتنے کو تو مٹھی میں پکڑ کر مسل دیا ہے۔

رکمنی نے کہا جاؤ بھی، دیکھ لی تمہاری مردانگی!

منشی جی خجل ہو کر بولے۔ اچھا جاؤ، میں ڈرپوک ہی سہی، تم سے کچھ انعام
تو نہیں مانگ رہا ہوں۔ جاکر مہراج سے کہو، کھانا نکالے

منشی جی تو کھانا کھانے گئے اور نرملا دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑی سوچ
رہی تھی بھگوان، کیا انھیں سچ مچ کوئی سخت عارضہ ہو رہا ہے؟ کیا میری
حالت کو اور بھی ابتر بنانا چاہتے ہو؟ میں ان کی خدمت کر سکتی ہوں، عزت کر سکتی
ہوں، اپنی جان ان کے قدموں پر نثار سکتی ہوں مگر وہ نہیں کر سکتی جو یہ-
کئے نہیں ہو سکتا۔ عمر کا فرق مٹانا میرے بس کی بات نہیں! آخر یہ مجھ سے
کیا چاہتے ہیں؟ سمجھ گئی! آہ یہ بات پہلے ہی نہیں سمجھی تھی ورنہ ان کو کیوں
تکلیف اٹھانی پڑتی، کیوں اتنے سوانگ بھرنے پڑتے؟

(۷)

اس روز نرملا کا رنگ ڈھنگ بدلنے لگا۔ اس نے اپنے آپکو فرض پر قربان
کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اب تک مایوسی کے غم میں اس نے فرض پر دھیان ہی نہ دیا
تھا۔ اس کے دل میں بیقراری کی آگ سی جلتی رہتی تھی۔ جس کے ناقابل

برداشت تکلیف نے اسے بدحواس سا کر رکھا تھا۔ اب اس تکلیف میں کچھ کمی واقع ہونے لگی۔ اسے احساس ہوا کہ میرے لیئے زندگی میں کوئی خوشی نہیں اس کا خواب دیکھ کر کیوں زندگی کو خراب کروں؟ دنیا میں سب لوگ سکھ پر ہی نہیں سوتے، میں بھی انھیں بد نصیبوں میں سے ایک ہوں۔ مجھے بھی ایشور نے دکھوں کا بوجھ ڈھونے کے لیئے چُنا ہے۔ وہ بوجھ سر سے اتر نہیں سکتا۔ اسے پھینکنا بھی چاہوں تو نہیں پھینک سکتی۔ اس بڑے بوجھ سے خواہ آنکھوں میں اندھیرا ہو جاوے، خواہ گردن ٹوٹنے لگے۔ خواہ قدم اٹھانا دوبھر ہو جاوے، مگر وہ بوجھ تو ڈھونا ہی پڑے گا۔ عمر بھر کا قیدی کہاں تک روئیگا اور روئے بھی تو کون دیکھتا ہے۔ کسے اس پر رحم آتا ہے؟ رونے سے کام میں ہرج ہونے کے سبب اتنے اور زیادہ تکلیفیں سہنی پڑتی ہیں۔

دوسرے روز وکیل صاحب کچہری سے آئے تو دیکھا کہ نرملا خندہ پیشانی کی مورت بن کر کمرہ کے دروازہ پر کھڑی ہے۔ یہ خوش کن جلوہ دیکھ کر اُن کی آنکھیں آسودہ ہو گئیں۔ آج بہت دنوں کے بعد انہیں یہ کنول کھلا ہوا نظر آیا۔ کمرہ میں ایک آئینہ دیوار سے لٹکا ہوا تھا جس پر ایک پردہ پڑا رہتا تھا، آج وہ پردہ اٹھا ہوا تھا۔ وکیل صاحب نے کمرہ میں قدم رکھا تو آئینہ پر نگاہ پڑی، اپنی صورت صاف صاف نظر آئی۔ ان کے دل پر چوٹ سی لگی، دن بھر کی محنت سے چہرہ کی رونق معدوم ہو گئی تھی۔ انواع واقسام کے مقویات کھانے پر بھی گالوں کی جھریاں صاف نظر آ رہی تھیں۔ پیٹ کسا ہوا ہونے پر بھی کسی منہ زور گھوڑے کی طرح باہر نکلا ہوا تھا۔ اُسی آئینہ کے سامنے مگر

دوسری طرف تاکتی ہوئی نرملا بھی کھڑی تھی۔ دونوں صورتوں میں کتنی تفاوت تھی، ایک جواہرات سے مزین عالیشان محل تھا تو دوسرا ٹوٹا پھوٹا کھنڈر۔ وہ اُس آئینہ کی طرف زیادہ نہ دیکھ سکے۔ اپنی یہ بری حالت اُن کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ وہ آئینہ کے سامنے سے ہٹ گئے۔ انہیں اپنی ہی صورت سے نفرت ہونے لگی۔ تو پھر اس خوبصورت نازنین کا اُن سے متنفر ہونا کوئی تعجب آمیز بات نہ تھی۔ انہیں نرملا کی طرف دیکھنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ اس کا یہ حسنِ بےمثال ان کے دل کا درد بن گیا!

نرملا نے کہا۔ آج اتنی دیر کہاں لگائی، دن بھر راہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں پھوٹ جاتی ہیں

طوطا رام نے کھڑکی کی طرف تاکتے ہوئے جواب دیا۔ مقدموں کے مارے دم مارنے کی فرصت نہیں ملتی۔ ابھی ایک مقدمہ اور تھا مگر میں دردِ سر کا بہانہ کر کے بھاگ کھڑا ہوا۔

نرملا۔ تو کیوں اتنے مقدمے لیتے ہو؟ کام اتنا ہی کرنا چاہیئے جتنا آرام سے ہو سکے، جان دے کر تھوڑا ہی کام لیا جاتا ہے! بہت مقدمے نہ لیا کرو، مجھے روپیوں کا لالچ نہیں ہے۔ تم آرام سے رہو گے۔ تو بہت روپیے ملیں گے۔

طوطا رام۔ بھئی، آتی ہوئی لکشمی بھی تو نہیں ٹھکرائی جاتی۔

نرملا۔ لکشمی اگر گوشت اور خون کی بھینٹ لے کر آتی ہے تو اس کا نہ آنا ہی بہتر ہے۔ میں روپے کی بھوکی نہیں ہوں۔

اُسی وقت منسا رام بھی اسکول سے لوٹا۔ دھوپ میں چلنے کی وجہ سے

چہرہ پر پسینہ کے قطرے نمودار تھے، گورے مکھڑے پر خون کی سرخی چھا رہی تھی آنکھوں سے شعاعیں سی نکلتی معلوم ہوتی تھیں۔ دروازہ پر کھڑا ہو کر بولا! اماں جی! لائیے، کچھ کھانے کو نکالئے۔ ذرا کھیلنے جانا ہے۔

نرملا جا کر گلاس پانی کا لائی۔ اور پھر اُس نے ایک طشتری میں کچھ میوے رکھ کر منسارام کو دئے، منسارام کھا پی کر چلنے لگا تو نرملا نے پوچھا کب تک آؤ گے؟

منسارام. کہہ نہیں سکتا۔ گوروں کے ساتھ ہاکی کھیلنا ہے، پارک یہاں سے بہت دور ہے۔

نرملا۔ بھئی، جلد آنا، کھانا ٹھنڈا ہو جاوے گا تو کہو گے کہ مجھے بھوک نہیں ہے

منسارام نے نرملا کی طرف مؤدبانہ محبت سے دیکھ کر کہا مجھے دیر ہو جائے تو سمجھ لیجیے گا کہ وہیں کھا رہا ہوں۔ میرے لئے بیٹھنے کی ضرورت نہیں۔

وہ چلا گیا تو نرملا بولی۔ پہلے تو گھر میں آتے ہی نہ تھے۔ مجھ سے بولتے شرماتے تھے، کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو باہر ہی سے منگوا بھیجتے۔ جب سے میں نے بلا کر کہا۔ تب سے اب آنے لگے ہیں۔

طوطارام نے کچھ چڑھ کر کہا۔ یہ تمہارے پاس کھانے پینے کی چیزیں مانگنے کیوں آتا ہے؟ بہن سے کیوں نہیں مانگتا؟

نرملا نے یہ بات اپنی تعریف کئے جانے کی لالچ سے کہی تھی۔ وہ یہ دکھانا چاہتی تھی کہ میں تمہارے لڑکوں سے کتنی محبت کرتی ہوں۔ اس میں ذرا بھی تصنع نہ تھا، بلکہ اس کو واقعی لڑکوں سے محبت تھی اِس کے طرز عاندازمیں

اب تک طفلانہ جذبات ہی کا غلبہ تھا۔ اس میں وہی آرزومندی، وہی امیدواری وہی شوخی، وہی تفریح پسندی، موجود تھی اور بچوں کے ساتھ اس کے یہ طفلانہ جذبات آشکارا ہوتے رہتے تھے سوتیلے پن کی ڈاہ ابھی اس کے دل میں پیدا نہ ہوئی تھی مگر شوہر کے خوش ہونے بجائے ان کے ناک بھوں چڑھانے کا مطلب نہ سمجھ کر بولی۔ میں کیا جانوں کہ ان سے کیوں نہیں مانگتے؟ میرے پاس آتے ہیں تو دتکار نہیں دیتی۔ اگر ایسا کروں تو یہی ہوگا کہ یہ لڑکوں کو دیکھ کر جلتی ہے۔

منشی جی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا مگر آج انہوں نے موکلوں سے باتیں نہیں کیں، سیدھے منسارام کے پاس گئے اور اس کا امتحان لینے لگے۔ یہ زندگی میں پہلا ہی موقع تھا کہ انھوں نے منسارام اور کسی لڑکے کی تعلیمی ترقی کے بارے میں اتنی دلچسپی ظاہر کی ہو۔ انہیں اپنے کام سے سر اٹھانے کی مہلت ہی نہ ملتی تھی۔ انھیں ان مضامین کو پڑھے لکھے ہوئے تقریباً چالیس سال ہو گئے تھے، اس وقت سے ان کی طرف آنکھ بھی نہ اٹھائی تھی۔ وہ قانونی کتب و کاغذات کے سوا اور کچھ پڑھتے ہی نہ تھے، اس کا انھیں وقت ہی نہ ملتا تھا مگر آج انھیں مضامین میں وہ منسارام کا امتحان لینے لگے۔ منسارام ذہین تھا اور ساتھ ہی محنتی بھی تھا، کھیل میں وہ ٹیم کا کپتان ہونے پر بھی اپنے درجہ میں اوّل رہتا تھا۔ جس سبق کو ایکبار پڑھ لیتا وہ اس کے دل پر نقش کالحجر ہو جاتا تھا۔ منشی جی کو عجلت میں ایسے باریک سوال تو سوجھے ہی نہیں جن کے جوابات دینے میں ایک ہوشیار لڑکے کو بھی کچھ سوچنا پڑتا اور معمولی سوالات کو منسارام

نے چٹکیوں میں اڑا دیا۔ کوئی سپاہی اپنے دشمن پر وار خالی جاتے دیکھ کر جیسے جھلا جھلا کر اور بھی تیزی سے وار کرتا ہے اسی طرح منسارام کے جوابات کو سن کر وکیل صاحب بھی جھلّاتے تھے وہ کوئی ایسا سوال کرنا چاہتے تھے جس کا جواب منسارام نہ دے سکے۔ دیکھنا چاہتے تھے کہ اس کا کمزور پہلو کہاں ہے یہ دیکھ کر اب انھیں اطمینان نہ ہوتا تھا کہ کیا کرتا ہے؟ وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ یہ کیا نہیں کرتا۔ کوئی مشاق ممتحن منسارام کی کمزوری کو آسانی سے دکھا دیتا مگر وکیل صاحب اپنی نصف صدی کی کھوئی ہوئی تعلیم کی بنا پر اتنے کامیاب کیسے ہوتے؟ آخر میں جب ان کو اپنا غصہ اتارنے کے لیے کوئی بہانہ ملا تو بولے میں دیکھتا ہوں کہ تم تمام دن ادھر ادھر سرگشت کیا کرتے ہو۔ میں تمہارے چال چلن کو تمہاری عقل سے زیادہ سمجھتا ہوں اور تمہارا اس طرح آوارہ پھرنا مجھے گوارا نہیں ہو سکتا

منسارام نے بیخوفی سے کہا۔ میں شام کو ایک گھنٹہ کھیلنے کے لیے جانے کے سوا دن بھر کہیں نہیں جاتا۔ آپ اماں یا بوا جی سے پوچھ لیں۔ مجھے خود اس طرح گھومنا پسند نہیں ہاں، کھیلنے کے لیے ہیڈ ماسٹر صاحب اصرار کر کے بلاتے ہیں تو مجبوراً جانا ہی پڑتا ہے۔ اگر آپ کو میرا کھیلنے جانا ناپسند نہیں ہے تو کل سے نہ جاؤں گا۔

منشی جی نے دیکھا کہ باتیں دوسرے ہی رخ پر جا رہی ہیں تو تیز لہجہ بولے۔ مجھے اس بات کا اطمینان کیونکر ہو کہ تم کھیلنے کے سوا اور کہیں نہیں گھومنے جاتے؟ میں برابر شکائتیں سنتا ہوں۔

منسارام نے تیز ہو کر کہا۔ کن صاحب نے آپ سے یہ شکایت کی ہے، ذرا
میں بھی تو سنوں؟
وکیل۔ کوئی ہو اس سے تمہیں کوئی مطلب نہیں، تمہیں اتنا اعتبار ہونا
چاہیے کہ میں جھوٹا الزام نہیں لگاتا۔
منسارام۔ اگر میرے سامنے کوئی آکر کہہ دے کہ میں نے اس کو کہیں گھومتے
دیکھا ہے تو منہ نہ دکھاؤں۔
وکیل۔ کسی کو ایسی کیا غرض پڑی ہے کہ تمہارے منہ پر تمہاری شکایت
کرے اور تم سے بیر مول لے؟ تم اپنے دو چار ساتھیوں کو لے کر اس کے گھر
کا کھپریل پھوڑتے پھرو۔ مجھ سے اس قسم کی شکایت ایک آدمی نے نہیں۔ کئی
آدمیوں نے کی ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ میں اپنے دوستوں کی باتوں کا اعتبار
نہ کروں میں چاہتا ہوں کہ تم اسکول میں رہا کرو۔
منسارام نے اداس ہو کر کہا۔ مجھے وہاں رہنے میں کوئی اعتراض نہیں
ہے جب سے کہیے، چلا جاؤں۔
وکیل۔ تم اداس کیوں ہو گئے؟ کیا وہاں رہنا اچھا نہیں لگتا؟ ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہاں جانے سے تمہاری نانی مری جا رہی ہے۔ آخر بات کیا ہے
وہاں تمہیں کیا تکلیف ہو گی؟
منسارام بورڈنگ ہاؤس میں رہنے کا شائق نہ تھا لیکن جب منشی جی نے
یہی بات کہہ دی اور اس کا سبب دریافت کیا تو وہ اپنی شرم مٹانے کے لیے
خوش ہو کر بولا۔ اداس کیوں ہوں؟ میرے لیے جیسے گھر ویسے بورڈنگ ہاؤس

تکلیف بھی کوئی نہیں اور اگر ہوا بھی تو اسے برداشت کر سکتا ہوں۔ میں کل سے چلا جاؤں گا، ہاں اگر جگہ نہ خالی ہو تو مجبوری ہے منشی جی وکیل تھے، سمجھ گئے کہ یہ لڑکا کوئی ایسا حیلہ تلاش کر رہا ہے کہ مجھے وہاں جانا بھی نہ پڑے اور کوئی الزام بھی سر پر نہ آئے۔ بولے۔ سب لڑکوں کے لیئے جگہ ہے۔ تمہارے ہی لیئے جگہ نہ ہوگی؟

منسارام۔ کتنے ہی لڑکوں کو جگہ نہیں ملی اور وہ باہر کرایہ کے مکانات میں پڑے ہوئے ہیں۔ ابھی بورڈنگ ہاؤس سے ایک لڑکے کا نام خارج ہو گیا تھا تو اس جگہ کے لیئے پچاس درخواستیں آئی تھیں۔

وکیل صاحب نے زیادہ بحث کرنا مناسب نہ سمجھا۔ منسارام کو کل تیار رہنے کا حکم دے کر اپنے بگھی تیار کرائی اور سیر کرنے چلے گئے۔ ادھر کچھ دنوں سے وہ شام کو عموماً سیر کے لیئے چلے جایا کرتے تھے کسی تجربہ کار شخص نے بتلایا تھا کہ زندگی بڑھانے کا اس سے بڑھ کر کوئی نسخہ نہیں ہے۔ ان کے جانے کے بعد منسارام آکر رکمنی سے بولا ــــ بوا جی، بابو جی نے مجھے کل سے اسکول ہی میں رہنے کو کہا ہے۔

رکمنی نے متعجب ہو کر پوچھا ــــ کیوں؟

منسارام۔ میں کیا جانوں، کہنے لگے کہ تم یہاں آواروں کی طرح اِدھر اُدھر گھوما کرتے ہو۔

رکمنی۔ پھر تو نے کہا کہ میں کہیں نہیں جاتا؟

منسارام۔ کہا کیوں نہیں مگر جب وہ مانیں بھی۔

رکمنی۔ تمہاری اماں جی کی کمر پا ہو گئی اور کیا۔

منسارام۔ نہیں بوا جی، مجھے ان پر شک نہیں ہے۔ وہ بیچاری تو کبھی بھول کر بھی کچھ نہیں کہتیں۔ کوئی چیز مانگنے جاتا ہوں تو فوراً اٹھ کر دیتی ہیں۔

رکمنی۔ تو تریا چرتر کیا جانے؟ انھیں کی لگائی آگ ہے، ذرا دیکھو میں جا کر پوچھتی ہوں۔

رکمنی جھلائی ہوئی نرملا کے پاس جا پہنچی۔ اُسے آڑے ہاتھوں لینے کا کانٹوں میں گھسیٹنے کا، طعنوں سے چھیدنے کا، رولانے کا، وہ کوئی اچھا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتی تھی۔ نرملا ان کی عزت کرتی تھی، اُن سے دبتی تھی، اُن کی باتوں کا جواب نہ دیتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ مجھے نصیحت کی باتیں کہے جہاں میں بھولوں وہاں سدھارے، سب کاموں کی دیکھ کرتی رہے۔ مگر رکمنی اس سے کھنچی ہی رہتی تھی۔

نرملا پلنگ سے اٹھ کر بولی۔ آئیے، جی جی! بیٹھیے؟

رکمنی نے کھڑے کھڑے کہا۔ میں پوچھتی ہوں کیا تم سب کو گھر سے نکال کر اکیلی ہی رہنا چاہتی ہو؟

نرملا نے سہمی آواز میں کہا۔ کیا ہوا؟ جی جی، میں نے تو کسی سے کچھ نہیں کہا۔

رکمنی۔ منسارام کو گھر سے نکالے دیتی ہو اور کہتی ہو کہ میں نے تو کسی سے کچھ نہیں کہا۔ کیا تم سے اتنا بھی نہیں دیکھا جاتا؟

نرملا۔ جی جی، میں تمہارے پیروں پڑ کر کہتی ہوں کہ مجھے کچھ بھی نہیں معلوم

میری آنکھیں پھوٹ جائیں۔ اگر میں نے اس کے بارہ میں زبان تک کھولی ہو۔ رکمنی۔ کیوں بے فائدہ قسمیں کھاتی ہو؟ اب تک طوطا رام کبھی لڑکے سے نہ بولتے تھے۔ ایک ہفتہ کے لیئے منسارام نانہال چلا گیا تھا تو اتنا گھبرائے کہ خود جاکر ہمراہ لائے۔ اب اسی منسارام کو وہ گھر سے نکال کر اسکول میں رکھے دیتے ہیں۔ اگر لڑکے کا بال بھی بانکا ہوا تو تم جانوگی۔ وہ کبھی بھی باہر نہیں رہا۔ اُسے نہ کھانے کی سدھ رہتی ہے نہ پہننے کی؛ جہاں بیٹھا وہیں سو جاتا ہے۔ کہنے کو جوان ہوگیا مگر مزاج لڑکوں کا سا ہے۔ اسکول میں اسکی مرن ہو جائیگی وہاں کسے فکر ہے کہ اس نے کھایا یا نہیں، کہاں کپڑے اتارے، کہاں ہو رہا ہے۔ جب گھر میں کوئی پوچھنے والا نہیں تو باہر کون پوچھے گا؟ میں نے تمہیں جتا دیا۔ آگے تم جانو اور تمہارا کام جانے۔

یہ کہہ کر رکمنی وہاں سے چلی گئی۔

وکیل صاحب سیر کر کے لوٹے تو نرملا نے فوراً یہ گفتگو چھیڑ دی۔ منسارام سے وہ آج کل تھوڑی دیر انگریزی پڑھتی تھی، اس کے چلے جانے پر پھر اُسکے پڑھنے کا ہرج نہ ہوگا؟ دوسرا کون پڑھائے گا؟ وکیل صاحب کو اب تک یہ بات معلوم نہ تھی۔ نرملا نے سوچا تھا کہ جب کچھ انگریزی کی مہارت ہو جائیگی تو ایک روز انگریزی میں باتیں کر کے وکیل صاحب کو متحیر کر دوں گی۔ کچھ تھوڑی سی واقفیت اس کو اپنے بھائیوں سے ہو گئی تھی، اب وہ باقاعدہ پڑھ رہی تھی وکیل صاحب کے سینہ پر سانپ لوٹ گیا، تیوریاں چڑھا کر بولے کب سے پڑھا رہا ہے تمہیں؟ مجھ سے تم نے پہلے کبھی نہیں کہا؟

نرملا نے ان کی ایسی شکل صرف ایکبار دیکھی تھی، جب انھوں نے سیارام کو مارتے مارتے بے دم کر دیا تھا۔ وہی شکل زیادہ خوفناک ہو کر آج اس کو پھر دکھائی دی۔ وہ سہمی ہوئی بولی۔ ان کے پڑھنے میں تو اس سے کوئی ہرج نہیں ہوتا۔ میں اسی وقت پڑھتی ہوں۔ جب انھیں فرصت رہتی ہے۔ پوچھ لیتی ہوں کہ تمہارا ہرج ہوتا ہے تو جاؤ۔ اکثر جب وہ کھیلنے جانے لگتے ہیں تو دس منٹ کے لیئے روک لیتی ہوں میں خود چاہتی ہوں کہ ان کا ہرج نہ ہو۔

بات کچھ نہ تھی مگر وکیل صاحب مضمحل سے ہو کر پلنگ پر گر پڑے اور پیشانی پر ہاتھ رکھ کر گہرے سوچ میں ڈوب گئے۔ انھوں نے جتنا سمجھا تھا، بات اس سے کہیں بڑھ گئی تھی۔ انہیں اپنے اوپر غصّہ آیا کہ میں نے پہلے ہی کیوں نہ لڑکے کو باہر رکھنے کا بندوبست کیا۔ آج کل جو یہ مہارانی اتنی خوش دکھائی دیتی ہیں اس کا بھید اب سمجھ میں آیا۔ پہلے کبھی کمرہ اس قدر آراستہ نہ رہتا تھا بناؤ سنگار کبھی نہ کرتی تھیں مگر اب دیکھتا ہوں کہ کایا پلٹ سی ہو گئی ہے۔ دل میں آیا کہ اسی وقت چل کر منسارام کو نکال دوں مگر عقل سلیم نے سمجھایا کہ اس موقع پر غصّہ کی ضرورت نہیں۔ کہیں اس نے بھانپ لیا تو غضب ہی ہو جائیگا۔ ہاں ذرا اس کے جذبات باطنی کو ٹٹولنا چاہیئے۔ بولے۔ یہ تو میں جانتا ہوں کہ تمہیں دو چار منٹ پڑھانے میں اس کا کوئی ہرج نہیں ہوتا۔ لیکن آوارہ لڑکا ہے، اپنا کام نہ کرنے کا اسے ایک بہانہ تو مل جاتا ہے کل اگر فیل ہو گیا تو صاف کہدیگا کہ میں تو دن بھر پڑھاتا رہتا تھا۔ میں تمہارے لیئے کوئی مس نوکر رکھدونگا۔ کچھ زیادہ خرچ نہ ہوگا۔ تم نے مجھ سے پہلے

کچھ کہا ہی نہیں۔ یہ بھلا تمہیں کیا پڑھاتا ہوگا دو چار لفظ بتا کر بھاگ جاتا ہوگا اس طرح تو تمہیں کچھ بھی نہ آئیگا۔

نرملا نے فوراً اس کی تردید کی —— نہیں، یہ بات تو نہیں! وہ مجھے دل لگا کر پڑھاتے ہیں اور ان کا طرز بھی کچھ ایسا ہے کہ پڑھنے میں جی لگتا ہے۔ آپ ایک دن ذرا ان کا سمجھانا دیکھئے۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ مس اس طرح نہ پڑھائے گی۔

منشی جی اپنے اس ہوشیاری بھرے سوال پر مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے بولے۔ دن میں ایک ہی بار پڑھاتا ہے یا کئی بار؟

نرملا اب بھی ان باتوں کا مطلب نہ سمجھی۔ بولی۔ پہلے تو شام ہی کو پڑھا دیتے تھے، اب کئی دنوں سے ایکبار آ کر لکھنا بھی دیکھ لیتے ہیں۔ وہ تو کہتے ہیں کہ میں اپنی کلاس میں سب سے اچھا ہوں۔ ابھی امتحان میں انھیں کو اول درجہ ملا تھا پھر آپ کیسے سمجھتے ہیں کہ ان کا پڑھنے میں جی نہیں لگتا؟ میں اس لیئے اور بھی کہتی ہوں کہ تجی جی سمجھیں گی کہ اسی نے یہ آگ لگائی ہے۔ مجھے مفت میں طعنے سننے پڑیں گے۔ ابھی ذرا ہی دیر ہوئی، دھمکا گئی ہیں۔

منشی جی نے دل میں کہا۔ خوب سمجھتا ہوں، تو کل کی چھوکری ہو کر مجھے اڑانے چلی ہے۔ بہن کا سہارا لے کر اپنا مطلب پورا کرنا چاہتی ہے۔ بولے میں نہیں سمجھتا کہ بورڈنگ کا نام سن کر کیوں لونڈے کی نانی مرتی ہے؟ اور لڑکے خوش ہوتے ہیں کہ اب اپنے دوستوں میں رہیں گے۔ یہ الٹا رو رہا

رو رہا ہے۔ ابھی کچھ دن پہلے تک یہ دل لگا کر پڑھتا تھا۔ یہ اسی محنت کا نتیجہ ہے کہ اپنے درجہ میں سب سے اچھا ہے۔ لیکن ادھر کچھ دنوں سے اسے سیر سپاٹے کا چسکا پڑ چکا ہے۔ اگر ابھی سے روک تھام نہ کی گئی تو پیچھے کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑے گا۔ تمہارے لئے میں ایک مس رکھ دوں گا۔"

دوسرے روز منشی جی علی الصباح کپڑے پہن کر باہر نکلے۔ دیوانخانہ میں کئی مؤکل بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں ایک راجہ صاحب بھی تھے جن سے منشی جی کو کئی ہزار روپے سالانہ محنتانہ ملتا تھا۔ مگر منشی جی انہیں وہیں بیٹھا چھوڑ کر اور دس منٹ میں واپسی کا وعدہ کرتے ہوئے بگھی پر بیٹھ کر سکول کے ہیڈ ماسٹر کے یہاں جا پہنچے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نہایت شریف آدمی تھے انہوں نے وکیل صاحب کی بہت تعظیم تکریم کی۔ مگر ان کے یہاں ایک لڑکے کے لئے بھی جگہ خالی نہ تھی۔ سبھی کمرے بھرے ہوئے تھے۔ انسپکٹر صاحب کی سخت تاکید تھی۔ کہ مفصلات کے لڑکوں کو جگہ دینے کے بعد ہی شہر کے لڑکوں کو داخل کیا جاوے۔ اس لئے اگر کوئی جگہ خالی بھی ہوئی تو بھی منسارام کو نہ مل سکے گی۔ کیونکہ پہلے ہی لڑکوں کی درخواستیں رکھی ہوئی تھیں۔ منشی جی وکیل تھے۔ رات دن ایسے لوگوں سے سابقہ رہتا تھا جو طمع میں آکر مشکل کو آسان اور ناممکن کو ممکن بنا سکتے ہیں۔ سمجھے کہ شاید کچھ دے دلا کر کام نکل جاوے، دفتر کے کلارک سے کچھ بات چیت کرنی چاہیئے۔ مگر اس نے ہنس کر کہا۔ منشی جی! یہ کچہری نہیں، سکول ہے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کے کانوں میں اس کی بھنک بھی پڑ گئی تو جامہ سے باہر ہو جائیں گے

اور منسارام کو کھڑے کھڑے نکال دیں گے۔ ممکن ہے کہ افسروں سے بھی شکایت کر دیں۔ بیچارے منشی جی اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ دس بجتے بجتے جھنجھلاتے ہوئے گھر لوٹے۔ منسارام اسی وقت سکول جانے کو نکلا منشی جی نے اسے تیز نگاہوں سے دیکھا۔ گویا وہ اُن کا دشمن ہو اور آ کر گھر میں چلے گئے۔

اس کے بعد دس بارہ روز تک وکیل صاحب کا یہی دستور رہا کہ کبھی صبح کبھی شام کسی نہ کسی اسکول کے ہیڈ ماسٹر سے ملتے۔ اور منسارام کو بورڈنگ ہاؤس میں داخل کرانے کی کوشش کرتے۔ مگر کسی اسکول میں جگہ نہ تھی، سبھی کے یہاں سے صاف جواب مل گیا۔ اب دو ہی تدبیریں تھیں، یا تو منسارام کو علیحدہ کرایہ کے مکان میں رکھ دیا جائے یا کسی دوسرے شہر کے سکول میں داخل کرا دیا جائے۔ یہ دونوں ہی باتیں آسان تھیں مفصلات کے سکولوں میں جگہیں اکثر خالی رہتی تھیں۔ لیکن اب منشی جی کے دل کو کچھ سکون ہو گیا تھا۔ اس روز سے منسارام کو انہوں نے کبھی گھر میں جاتے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ اب وہ کھیلنے بھی نہ جاتا تھا اسکول جانے کے قبل اور آنے کے بعد برابر اپنے کمرہ میں بیٹھا رہتا۔ گرمی کا موسم تھا، کشادہ میدانوں میں بھی بدن سے پسینہ ٹپکتا تھا لیکن منسارام اپنے کمرہ سے باہر قدم نہ رکھتا تھا۔ اس کی خودداری آوارہ گردی کے الزام سے بری ہو جانے کے لئے بیقرار ہو رہی تھی۔ وہ اپنے عمل سے اس کلنک کو مٹا دینا چاہتا تھا۔

ایک روز منشی جی بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ منسارام بھی نہا کر کھانے آیا منشی جی اس طرف اُسے مہینوں بھر نہ دیکھا تھا۔ آج اس پر نگاہ پڑی تو

ہوش اُڑ گئے۔ ہڈیوں کا ایک ڈھانچا کھڑا تھا چہرہ پر اب بھی چہرہ کی جھلا تھی مگر بدن سوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا۔ پوچھا۔ آج کل تمہاری طبیعت اچھی نہیں ہے کیا؟ اتنے کمزور کیوں ہو؟

منسارام نے دھوتی اوڑھ کر کہا۔ طبیعت تو بالکل اچھی ہے

منشی جی۔ پھر اتنے کمزور کیوں ؟

منسارام۔ کمزور تو نہیں ہوں، میں اس سے زیادہ موٹا کب تھا؟

منشی جی واہ، آدھا بدن بھی نہیں رہا اور یہ کہتے ہو کہ میں کمزور نہیں ہوں کیوں بہن، یہ ایسا ہی تھا؟

رکمنی صحن میں کھڑی تلسی کو جل چڑھا رہی تھی۔ بولی۔ دبلا کیوں ہو گیا ابتر اچھّی طرح پالن پور رہا ہے۔ میں تو گنوارنی تھی، لڑکوں کو کھلانا پلانا نہیں جانتی تھی۔ مٹھائی کھلا کھلا کر ان کی عادت بگاڑ دیتی تھی۔ اب تو ایک پڑھی لکھی گرہستی کے کاموں میں ہوشیار عورت پان کی طرح پھیر رہی نا! دبلا ہو اس کا دشمن!

منشی جی۔ بہن۔ تم بڑا انیائے کرتی ہو۔ تم سے کس نے کہا کہ لڑکوں کو بگاڑ رہی ہو؟ جو کام دوسروں کے کئے نہ ہو سکے وہ تمہیں خود کرنا چاہئیے۔ یہ نہیں کہ گھر سے کوئی سروکار ہی نہ رکھو۔ جو ابھی خود لڑکی ہے۔ وہ لڑکوں کی دیکھ بھال کیا کرے گی؟ یہ تمہارا کام ہے۔

رکمنی۔ جب تک اپنا سمجھتی رہتی تھی۔ جب تم نے غیر سمجھ لیا تو مجھے کیا پڑی ہے کہ تمہارے گلے سے لپٹوں؟ پوچھو کتنے دنوں سے دودھ نہیں پیا جاکر

کمرہ میں دیکھ آؤ، کہ ناشتہ کے لئے جو مٹھائی بھیجی گئی تھی وہ پڑی سڑ رہی ہے لیکن سمجھتی ہیں کہ میں نے تو کھانے کو سامنے رکھ دیا۔ کوئی نہ کھائے تو کیا منہ میں ڈال دوں تو بھیا اس طرح وہ لڑکے پلتے ہوں گے جنہوں نے کبھی لاڈ پیار کا سکھ نہیں دیکھا تمہارے لڑکے برابر پان کی طرح پھیرے جاتے رہے ہیں اب ہاتھوں کی طرح رہ کر سکھی نہیں رہ سکتے ہیں تو بات صاف کہتی ہوں، برا مان کر ہی کوئی میرا کیا کریگا۔ اس پر سنتی ہوں کہ لڑکے کو اسکول میں رکھنے کا بندوبست کر رہے ہو۔ بے چارے کو گھر میں آنے تک کو منا ہی ہے۔ میرے پاس آتے بھی ڈرتا ہے اور پھر میرے پاس رکھا ہی کیا رہتا ہے جو جا کر کھلاؤں گی۔

اتنے میں منسارام دو پھلکے کھا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ منشی جی نے پوچھا "کیا تم کھا چکے ابھی بیٹھے ایک منٹ سے زیادہ نہیں ہوا۔ تم نے کھایا کیا؟ دو ہی پھلکے تو لئے تھے"

منسارام نے شرماتے ہوئے کہا "دل اور ترکاری بھی تو تھی۔ زیادہ کھا جاتا ہوں تو گلا جلنے لگتا ہے۔ کھٹی ڈکاریں آنے لگتی ہیں"

منشی جی کھانا کھا کر اٹھے تو بہت فکر مند تھے۔ اگر لڑکا یوں ہی لاغر ہوتا گیا تو کوئی مہلک مرض لاحق ہو جائے گا۔ انہیں رکمنی پر اس وقت بہت غصہ آ رہا تھا۔ انہیں یہی جلن ہے کہ میں گھر کی مالکہ نہیں ہوں۔ یہ نہیں سمجھتیں کہ مجھے مالکہ بننے کا کیا حق ہے۔ جسے روپیوں کا حساب تک کرنا نہیں آتا وہ گھر کی مالکہ کیسے ہو سکتی ہے۔ بنی تو تھیں سال بھر تک مالکہ۔ ایک پائی کی بھی بچت نہ ہوتی تھی۔ اسی آمدنی میں روپ کلا دو ڈھائی سو روپے بچا لیتی

تھی۔ ان کے راج میں وہی آمدنی خرچ کو بھی پوری نہ پڑتی تھی۔ کوئی بات نہیں
لاڈ پیار سے ان لڑکوں کو ستیاناس کر دیا۔ اتنے بڑے بڑے لڑکوں کو اس کی
کیا ضرورت کہ جب کوئی کھلائے تو کھائیں۔ انہیں تو خود اپنی فکر رکھنی چاہیئے۔
منشی جی تمام دن اسی ادھیڑ بن میں پڑے رہے۔ دو چار دوستوں سے
بھی ذکر کیا۔ لوگوں نے کہا۔ اس کے کھیل کود میں رکاوٹ نہ ڈالیئے۔ ابھی سے
اسے قید نہ کیجئے۔ کھلی ہوا میں چال چلن بگڑنے کا اس سے کہیں کم امید ہے جتنی
بند کمرہ میں۔ بری صحبت سے ضرور بچائیے۔ مگر یہ نہیں کہ اسے گھر سے
نکلنے ہی نہ دیجئے۔ ایام شباب میں تنہائی میں رہنا چال چلن کے لئے نہایت مضر ہے۔
منشی جی کو اب اپنی غلطی معلوم ہوئی۔ گھر لوٹ کر منسارام کے پاس گئے
یہ ابھی سکول سے آیا تھا۔ اور بغیر کپڑے اتارے ایک کتاب سامنے کھول کر سامنے
کھڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظر ایک بھکارن پر جمی ہوئی تھی۔ جو اپنے بچہ کو گود
میں لئے بھیک مانگ رہی تھی۔ بچہ ماں کی گود میں بیٹھا ہوا ایسا خوش تھا گویا وہ
کسی شاہی تخت پر بیٹھا ہو۔ منسارام اس بچہ کو دیکھ کر رو پڑا۔ یہ بچہ کیا مجھ
سے زیادہ سکھی نہیں ہے؟ اس تمام دنیا میں ایسی کون سی چیز ہے۔ جسے وہ
اس گود کے بدلہ میں پاکر خوش ہو۔ ایشور بھی ایسی کسی چیز کو نہیں بنا سکتا
ایشورا ایسے بچہ کو پیدا ہی کیوں کرتے ہو جسے ماں کی دائمی مفارقت کا دکھ بھوگنا
پڑا ہو؟ آج مجھ سا بد نصیب اس دنیا میں اور کون ہے؟ کسے میرے کھانے پینے
کا، مرنے جینے کی سدھ ہے۔ اگر آج مر بھی جاؤں تو کس کے دل کو صدمہ
پہنچیگا؟ بابو کو اب مجھے رلانے میں مزا آتا ہے۔ وہ میری صورت سے بیزار ہیں

مجھے گھر سے نکال دینے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ آہ۔ ہاں! تمہارا پیارا بیٹا آج آوارہ اور بدچلن کہا جا رہا ہے۔ وہی باپ جن کے ہاتھوں میں تم نے ہم تینوں بھائیوں کے ہاتھ دیئے تھے۔ آج مجھے آوارہ اور بدچلن قرار دیا ہے۔ میں اس قابل بھی نہیں کہ اس گھر میں رہ سکوں! یہ سوچتے سوچتے منسارام بیٹھا حد درجہ سے زار و قطار رونے لگا۔

اسی وقت طوطارام کمرہ میں آ کر کھڑے ہو گئے۔ منسارام نے فوراً آنسو پونچھ ڈالے وہ سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ منشی جی نے شاید یہ پہلی مرتبہ اس کے کمرہ میں قدم رکھا تھا۔ منسارام کا دل دھڑکنے لگا کہ دیکھیں آج کیا آفت آتی ہے منشی جی نے اسے روتے دیکھا تو ایک لمحے کے لئے ان کی محبت پدری گویا خواب سے چونک پڑی۔ گھبرا کر بولے "کیوں" روتے کیوں ہو بیٹا؟ کیا کسی نے کچھ کہا؟ منسارام نے بڑی مشکل سے اٹھتے ہوئے آنسوؤں کو روک کر کہا۔

جی نہیں، روتا تو نہیں ہوں۔

منشی جی۔ تمہاری اماں نے تو کچھ نہیں کہا؟

منسارام۔ جی نہیں۔ وہ تو مجھ سے بولتی ہی نہیں۔

منشی جی۔ کیا کروں بیٹا۔ شادی تو اس لئے کی تھی کہ بچوں کو ماں مل جائیگی۔ مگر وہ امید پوری نہ ہوئی۔ تو کیا بالکل نہیں بولتیں؟

منسارام۔ جی نہیں۔ ادھر مہینوں سے نہیں بولیں۔

منشی جی۔ عجیب مزاج کی عورت ہے معلوم نہیں ہوتا کہ کیا چاہتی ہے اگر جانتا کہ اس کا ایسا مزاج ہوگا تو کبھی شادی نہ کرتا۔ روز ایک بات لے کر

اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ اسی لئے مجھ سے کہا تھا۔ کہ یہ دن بھر نہ جانے کہاں غائب رہتا ہے۔ میں اس کے دل کی بات کیا جانتا تھا۔ سمجھا کہ تم بُری صحبت میں پڑ کر شاید دن بھر گھوما کرتے ہو۔ کون ایسا باپ ہے جسے اپنے پیارے بیٹے کو آوارہ پھرتے دیکھ کر رنج نہ ہو؟ اسی لئے میں نے تمہیں بورڈنگ ہاؤس میں رکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ بس اور کوئی بات نہیں تھی۔ بیٹا میں تمہارا کھیلنا کودنا بند نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تمہاری یہ حالت دیکھ کر میرے کلیجے کے ٹکڑے ہوئے جاتے ہیں۔ کل مجھے معلوم ہُوا کہ میں مغالطے میں تھا۔ تم شوق سے کھیلو صبح وشام میدان میں نکل جایا کرو۔ تازہ ہوا سے تمہیں فائدہ ہوگا۔ جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے کہو۔ ان سے کہنے کی ضرورت نہیں۔ سمجھ لو کہ وہ گھر ہی میں نہیں ہے۔ تمہاری ماں چھوڑ کر چلی گئی تو میں تو موجود ہوں۔

لڑکے کا سادہ معصوم دل شفقت پدری سے مسرور ہوگیا۔ اسے معلوم ہوا کہ گویا مجسم ایشور کھڑا ہُوا ہے۔ مایوسی اور غم سے بیقرار ہوکر اس نے دل میں اپنے باپ کو بے درد اور نہ جانے کیا کیا سمجھ رکھا تھا۔ سوتیلی ماں سے اُسے کوئی گِلہ نہ تھا۔ اب اسے معلوم ہُوا کہ میں نے اپنے دیوتا جیسے باپ کے ساتھ کتنی بے انصافی کی ہے۔ محبت کی ایک لہر سی دل میں اٹھی اور وہ باپ کے قدموں پر سر رکھ کر رونے لگا۔ منشی جی رقت سے بے تاب ہوگئے۔ جس لڑکے کو آنکھوں سے ایک لمحہ دور دیکھ کر ان کا دل بے قرار ہو جاتا تھا جس کی شرافت، عقل اور نیک شعاری کے اپنے پرائے سبھی تعریف کرتے تھے اسی کی جانب سے ان کا دل اتنا سخت کیوں ہوگیا؟ وہ اپنے ہی عزیز لڑکے کو اپنا دشمن سمجھنے لگے اسی کو

جلا وطن کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ نرملا باپ اور بیٹے کے درمیان میں دیوار کی طرح حائل تھی۔ نرملا کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے پیچھے ہٹنا پڑتا تھا۔ اور باپ بیٹے میں تفرقہ پڑتا جاتا تھا۔ انجام کار آج یہ حالت ہو گئی ہے کہ اپنے عزیز بیٹے سے انہیں اتنا فریب کرنا پڑ رہا ہے۔ آج بہت سوچنے کے بعد انہیں ایک ایسی ترکیب سوجھی ہے جس سے انہیں امید ہو رہی ہے کہ وہ نرملا کے بیچ سے نکال کر اپنے دوسرے بازو کو اپنی طرف کر لیں گے انہوں نے وہ ترکیب کرنا شروع بھی کر دیا ہے مگر اس سے مقصد بر آری ہوگی یا نہیں؟ اسے کون جانتا ہے۔

جس روز سے تلوطا رام نے نرملا کی بہت منت سماجت کی لے پر بھی منسا رام کو بورڈنگ میں بھیجنے کا ارادہ کر لیا تھا اسی روز سے اس نے منسا رام سے پڑھنا ترک کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ اس سے بولتی بھی نہ تھی۔ اسے اپنے شوہر کی اس بدگمانی کا کچھ کچھ پتہ چل گیا تھا۔ اُف! اتنا شکی مزاج۔ ایشور ہی اس گھر میں لاج رکھے۔ ان کے دل میں ایسے ایسے بُرے خیالات بھرے ہوئے ہیں۔ مجھے یہ اتنی گئی گذری سمجھ رہے ہیں۔ یہ باتیں سوچ کر وہ کئی دن روتی رہی۔ پھر اس نے سوچنا شروع کیا کہ انہیں کیوں ایسا شک ہو رہا ہے۔ مجھ میں ایسی کونسی بات ہے جو اُن کی آنکھوں میں کھٹکتی ہے؟ بہت سوچنے پر بھی اسے اپنے میں کوئی ایسی بات نظر نہ آئی۔ تو کیا اس کا منسا رام سے پڑھنا، اس کا ہنسنا بولنا ہی ان کے شک کا سبب ہے؟ تو پھر میں پڑھنا چھوڑ دونگی بھولکر منسا رام سے نہ بولوں گی۔ اس کی صورت بھی نہ دیکھوں گی۔

مگر یہ ریاضت اُسے ناقابلِ حمل معلوم ہوتی تھی۔ نرملا طبعت سے ہنسنے بولنے میں اس کا
مخیل پسند تخیل بھی افروختہ بھی ہوتا تھا۔ وہ مطمئن بھی! اس سے باتیں کرتے ہوئے اسے
ایک قسم کا سکھ کا احساس ہوتا تھا جسے وہ الفاظ میں ظاہر نہ کر سکتی تھی نفس
پرستی کا اس کے دل میں شائبہ بھی نہ تھا۔ وہ خواب میں بھی کسی نامحرم سے ناجائز
محبت کرنے کی بات نہ سوچ سکتی تھی۔ ہر شخص کو اپنے ہمجولیوں کے ساتھ ہنسنے بولنے کی
جو ایک قدرتی خواہش ہوتی ہے اس کے پورا کرنے کا یہ ایک نامعلوم ذریعہ تھا
اب وہ ناتمام خواہش نرملا کے دل میں چراغ کی طرح جلنے لگی۔ رہ رہ کر اس کا
دل کسی نامعلوم صدمے سے بے چین ہو جاتا۔ کسی نامعلوم گمشدہ چیز کی تلاش میں ادھر
بھٹکتی رہتی۔ جہاں بیٹھتی وہاں بیٹھی ہی رہ جاتی۔ کسی کام میں دل نہ لگتا تھا۔
ہاں جب منشی جی آ جاتے تو وہ اپنی تمام خواہشات کو مایوسی میں جذب کر کے ان سے
مسکرا کر ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگتی۔

کل جب منشی جی کھانا کھا کر کچہری چلے گئے تو رکمنی نے نرملا کو خوب طعنے
دیئے۔ جانتی تو تھیں کہ یہاں بچوں کو پالنا پڑے گا۔ تو کیوں گھر والوں سے نہیں کہہ دیا
کہ وہاں میرا بیاہ نہ کرو۔ وہاں جاتیں جہاں مرد کے سوا اور کوئی نہ ہوتا۔ وہی یہ بناؤ
سنگار دیکھ کر خوش ہوتا۔ اپنے بھاگ کو سراہتا۔ یہاں یہ بوڑھا آدمی تمہارے
رنگ روپ اور نخروں پر کیا ریجھے گا؟ اس نے انہیں بچوں کی سیوا کرنے کے
لئے تم سے بیاہ کیا ہے نہ کہ مزہ اٹھانے کے لئے۔ اسی طرح وہ بڑی دیر
تک زخم پر نمک چھڑکتی رہی مگر نرملا نے زبان تک نہ ہلائی۔ وہ اپنی صفائی پیش
تو کرنا چاہتی تھی۔ مگر نہ کر سکتی تھی اگر وہ کہے کہ میں وہی کر رہی ہوں۔ جو میرے شوہر

کی مرضی ہے تو گھر کا راز افشا ہوتا ہے اگر اپنی غلطی کا اعتراف کرکے اس کی اصلاح
کرتی ہے تو اندیشہ ہے کہ اس کا نہ جانے کیا انجام ہو۔ وہ تو بڑی صاف گو تھی
کچھ کہنے میں اسے تامل یا خوف نہ ہوتا تھا مگر اس نازک موقعہ پر اس کو خاموش
رہ جانا پڑا۔ اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہ تھا۔ وہ دیکھتی تھی کہ منسارام بہت
بے تعلق اور مغموم رہتا ہے۔ یہ بھی دیکھتی تھی کہ وہ روز بروز نحیف ہوتا جاتا ہے
لیکن قول و فعل پر مہر لگی ہوئی تھی۔ جس کے گھر میں چوری ہو جاتی ہے اس کی
جو حالت ہو جاتی ہے وہی حالت اس وقت نرملا کی ہو رہی تھی۔

۴

جب کوئی بات ہماری امید کے خلاف ہوتی ہے تبھی افسوس ہوتا ہے۔ منسارام
کو نرملا سے کبھی اس بات کی امید نہ تھی کہ وہ اس کی شکایت کرے گی۔ اس لئے اس
کو بڑی مایوسی ہو رہی تھی۔ یہ کیوں میری شکایت کرتی ہیں۔ کیا چاہتی ہیں۔ یہی نا کہ
میرے شوہر کی کمائی کھاتا ہے۔ اس کے پڑھانے لکھانے میں روپئے خرچ ہوتے ہیں
کپڑے پہنتا ہے۔ وہ یہی چاہتی ہوں گی کہ یہ گھر میں نہ رہے میرے شوہر سے انکے روپئے
بچ جائیں گے اور وہ مجھ سے بہت خوش رہتی ہیں۔ میں نے کبھی ان کے منہ سے سخت الفاظ
نہیں سنے۔ کیا یہ سب بناوٹ ہے؟ ہو سکتا ہے۔ چڑیا کو جال میں پھنسانے سے پہلے
شکاری دانے بکھیرتا ہے۔ آہ۔ میں نہ جانتا تھا کہ دانے کے نیچے جال ہے۔ یہ مہربانی
صرف میری جلاوطنی کی تمہید ہے۔

اچھا، میرا یہاں رہنا انہیں کیوں برا لگتا ہے؟ جو ان کا شوہر ہے کیا وہ میرا باپ
نہیں؟ کیا باپ بیٹے کا رشتہ عورت مرد کے رشتے سے کچھ کم مضبوط ہے۔ اگر مجھے ان کے

مختار کل ہونے سے حسد نہیں ہوتی وہ جو چاہیں کریں، میں منہ نہیں کھول سکتا۔
تو وہ مجھے محبت پدری سے کیوں محروم کرنا چاہتی ہیں؟ وہ اپنی سلطنت میں کیوں
انگل بھر زمین بھی نہیں دینا چاہتیں؟ آپ پختہ محل میں رہ کر کیوں مجھے درخت کے
سایہ میں بیٹھے نہیں دیکھ سکتیں؟

ہاں وہ سمجھتی ہوں گی کہ یہ بڑا ہو کر میرے شوہر کے سرمایہ کا مالک ہو جائیگا
پس اس کو ابھی سے نکال باہر کرنا اچھا ہے۔ ان کو کیسے یقین دلاؤں کہ میری جانب
سے ایسا شبہہ نہ کریں۔ نہیں کیونکر بتاؤں کہ سنسار رام زہر کھا کر جان دے دے گا۔
اس سے قبل کہ وہ ان کا نقصان کرے۔ اُسے خواہ کتنی ہی تکلیفیں برداشت کرنی
پڑیں، وہ ان کے دل کا کانٹا نہ بنے گا۔ یوں تو والد صاحب نے مجھے پیدا کیا ہے اور
اب بھی مجھ پر ان کی شفقت کم نہیں ہے۔ لیکن کیا میں اتنا بھی نہیں جانتا کہ جس دن
والد صاحب ان سے شادی کی۔ اسی دن انہوں نے ہم کو دل سے باہر
نکال دیا۔ اب ہم یتیموں کی طرح یہاں پڑے رہ سکتے ہیں۔ اس مکان میں ہمارا
کوئی اختیار نہیں ہے۔ شاید پورو جنم سے سنسکاروں کی بدولت یہاں دیگر یتیموں
سے ہماری حالت کچھ بہتر ہے۔ مگر ہیں ہم یتیم ہی! ہم اسی دن یتیم ہوئے جس دن اماں جی
پرلوک سدھاریں۔ جو کچھ کسر رہ گئی تھی" وہ اس شادی نے پوری کر دی۔ میں تو خود پہلے ان
سے کوئی خاص تعلق نہ رکھتا تھا اگر ان ہی دنوں باپ سے میری شکایت کی ہوتی تو
شاید مجھے اس قدر ملال نہ ہوتا۔ میں تو اس صدمہ کے لئے تیار بیٹھا تھا۔ دنیا میں کیا میرا کہیں
ٹھکانا نہیں ہے؟ کیا میں مزدوری بھی نہیں کر سکتا؟ لیکن انہوں نے چوٹ بے
وقت میں کی۔ درندے بھی آدمی کو غافل پا کر ہی چوٹ کرتے ہیں۔ اس لیے میری

آؤ بھگت ہوتی تھی۔ کھانا کھانے کے لئے اٹھنے میں ذرا بھی دیر ہو جاتی تھی تو بلانے آتے تھے۔ ناشتہ کے لئے علی الصباح تازہ حلوا پکایا جاتا تھا۔ برابر پوچھا جاتا تھا کہ روپیوں کی ضرورت تو نہیں ہے؟ اسی لئے یہ ایک سو ساٹھ روپے کی گھڑی منگوائی گئی تھی!

مگر کیا انہیں کوئی دوسری شکایت نہ سوجھی کہ مجھے آوارہ کہا؟ آخر انہوں نے میری کیا آوارگی دیکھی! وہ کہہ سکتی تھیں کہ اس کا جی پڑھنے لکھنے میں نہیں لگتا ایک نہ ایک چیز کے لئے روزانہ روپے مانگتا رہتا ہے۔ یہی ایک بات نہیں کیوں سوجھی! شاید اس لئے کہ یہی سب سے سخت حملہ ہے جو وہ مجھ پر کرسکتی ہیں۔ اول بار ہی انہوں نے مجھ پر آگ بھرا تیر سر کر دیا جس سے کہیں پناہ نہیں۔ اس لئے نہ کہ یہ باپ کی نظروں میں گر جائے۔ مجھے بورڈنگ ہاؤس میں رکھنے کا تو ایک حیلہ تھا مطلب یہی تھا کہ اس کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال دیا جائے۔ دو چار ماہ بعد خرچ بھی دینا بند کر دیا جائے۔ پھر یہ خواہ مرے یا جیئے۔ اگر میں جانتا کہ یہ ترغیب ان کی جانب سے ہوئی ہے تو کہیں جگہ نہ رہنے پر بھی جگہ نکال لیتا۔ نوکروں کی کوٹھڑیوں میں تو جگہ مل جاتی۔ برآمدہ میں پڑے رہنے کے لئے بہت جگہ مل جاتی! خیر اب بھی سویرا ہے۔ جب محبت ہی نہیں رہی تو صرف پیٹ بھرنے کیلئے یہاں پڑا رہنا بے حیائی ہے۔ یہ اب میرا گھر نہیں ہے۔ اسی گھر میں پیدا ہوا ہوں۔ یہیں کھیلا ہوں مگر یہ اب میرا نہیں۔ والد صاحب بھی میرے والد نہیں ہیں۔ میں ان کا بیٹا ہوں لیکن وہ میرے باپ نہیں ہیں۔ دنیا کے سارے رشتے محبت کے رشتے ہیں۔ جہاں محبت نہیں، وہاں کچھ نہیں۔ ہائے اماں تم کہاں ہو؟

یہ سوچ کر منسا رام رونے لگا۔ جوں جوں جبر مادری کی یاد تازہ ہوتی تھی اسکے آنسو امنڈتے

آتے تھے۔ وہ کئی بار "اماں اماں" پکار اٹھا۔ گویا وہ کمرے ہی میں بیٹھی ہو۔ ماں کے نہ ہونے
کے غم کا آج اس کو پہلی بار تجربہ ہوا۔ وہ خوددار لڑکا تھا۔ ہمتی تھا۔ مگر اب تک نازو
نعمت سے پرورش پانے کے سبب وہ اس وقت اپنے کو بے یار و مددگار سمجھ رہا تھا۔
رات کے دس بج گئے تھے۔ منشی جی آج کہیں دعوت کھانے گئے ہوئے تھے۔ دو بار
بھونگی منسارام کو کھانے کے لئے بلانے آ چکی تھی۔ منسارام نے آخر بار اس سے جھنجھلا کر کہہ دیا
تھا۔ "مجھے بھوک نہیں ہے۔ میں کچھ نہ کھاؤں گا۔ بار بار سر پہ آ کر سوار ہو جاتی ہے۔"
اس لئے جب نرملا نے اسے اسی کام پہ بھیجنا چاہا۔ تو وہ نہ گئی۔ بولی "بہو جی۔ وہ
میرے بلانے سے نہیں آئیں گے۔"

نرملا۔ آئیں گے کیوں نہیں۔ جا کر کہہ دے کھانا ٹھنڈا ہوا جاتا ہے۔ دو ہی چار لقمے
کھا لیں۔

بھونگی۔ میں یہ سب کہہ کر ہار گئی۔ نہیں آتے۔

نرملا۔ تو نے کہا تھا کہ وہ بیٹھی ہوئی ہیں؟

بھونگی۔ نہیں بہو جی۔ یہ تو میں نے نہیں کہا تھا۔ جھوٹ کیوں بولوں؟

نرملا۔ اچھا تو جا کر یہی کہہ۔ کہہ دینا کہ وہ بیٹھی تمہاری راہ دیکھ رہی ہیں۔ تم نہ
کھاؤ گے تو وہ رسوئی اٹھا کر سو رہیں گی۔ میری بھونگی سب کی اور چلی جا۔ دھنی کر انہیں
تو گود میں اٹھا لانا۔

بھونگی ناک بھوں سکیڑتی گئی۔ مگر ایک ہی لمحہ میں آ کر بولی "ارے بہو جی، وہ تو
رو رہے ہیں۔ کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟"

نرملا اس طرح چونک کر اٹھی اور دو تین قدم آگے چلی گویا کسی ماں نے اپنے بیٹے

کے کنوئیں میں گر پڑنے کی خبر پائی ہو۔ پھر وہ ٹھٹک گئی۔ اور جنگی سے بولی: "رو رہے ہیں۔ تم نے پوچھا نہیں کیوں رو رہے ہیں؟"

جنگی۔ "نہیں بہو جی! یہ تو میں نے نہیں پوچھا۔ جھوٹ کیوں بولوں!"

وہ رو رہے تھا۔ اس پرسکوت شب میں تنہا بیٹھے ہوئے وہ رو رہے ہیں۔ ماں کی یاد آئی ہوگی۔ کیسے جا کر انہیں سمجھاؤں؟ ہائے کیسے سمجھاؤں۔ یہاں تو چھینکتے ہوئے ناک کٹتی ہے۔ ایشور تم گواہ ہو اگر میں نے کبھی انہیں بھول کر بھی کچھ کہا ہو تو میرے آگے آئے ہیں کیا کروں۔ وہ دل میں سمجھتے ہوں گے کہ اسی نے باپ سے میری شکایت کی ہوگی۔ کیسے یقین لاؤں کہ میں نے تمہارے خلاف کبھی ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا۔ اگر میں ایسے دیوتا کی سی عادت والے لڑکے کا برا چیتوں تو مجھ سے بڑھ کر چڑیل سنسار میں نہ ہوگی۔

نرملا دیکھتی تھی کہ منسارام کی صحت روز بروز گرتی جاتی ہے۔ وہ روز بروز لاغر ہوتا جاتا ہے۔ اس کے چہرے کی رونق دن بدن مدھم پڑتی جاتی ہے۔ اس کا خوشنما بدن خشک ہوتا جاتا ہے۔ اس کا سبب بھی اس سے پوشیدہ نہ تھا۔ مگر وہ اس بارے میں اپنے شوہر سے کچھ کہہ نہ سکتی تھی۔ یہ سب دیکھ دیکھ کر اس کا دل تڑپا کرتا تھا۔ مگر اس کی زبان نہ کھلتی تھی۔ وہ کبھی کبھی دل میں جھنجھلاتی کہ منسارام کیوں ذرا سی بات پر اتنا رنج کرتا ہے کیا ان کے آوارہ کہنے سے وہ آوارہ ہو گیا۔ میری بات ہے۔ ایک ذرا سا تنکا مجھے تباہ کر سکتا ہے۔ مگر اسے ایسی باتوں کی آنچ کیا پہنچا؟

اس کے دل میں زبردست تحریک ہوئی کہ جا کر انہیں چپ کراؤں اور لا کر کھانا کھلاؤں بیچارے رات بھر بھوکے پڑے رہیں گے۔ ہائے میں ہی تو اس فساد کی جڑ ہوں میرے آنے سے پہلے اس گھر میں امن و امان تھا۔ باپ بچوں پر جان دیتا تھا۔ بچے باپ کو پیار کرتے

تھے میرے آنکھ ہی سامنے جھگڑے آدھ گھڑے ہوئے۔ ان کا نتیجہ کیا ہوگا؟ بھگوان ہی جانیں۔ بھگوان مجھے موت بھی نہیں دیتے۔ بیچارہ اکیلا بھوکا پڑا ہے۔ اس وقت بھی منہ جوٹھا کر کے اٹھ گیا تھا۔ اور پھر اس کا کھانا ہی کیا ہے۔ جتنا وہ کھاتا ہے اتنا تو سال دو سال کے بچے کھا جاتے ہیں۔

نرملا چلی۔ شوہر کی مرضی کے خلاف چلی۔ جو رشتہ میں اس کا بیٹا ہوتا تھا اسی کو منانے جاتے اس کا دل کانپ رہا تھا۔ اس لئے پہلے وہ کملی کے کمرہ کی طرف دیکھا وہ کھانا کھا کر بے خبر سو رہی تھی۔ پھر باہر کے کمرے کی طرف گئی۔ وہاں بھی سناٹا تھا منشی جی ابھی نہ آئے تھے یہ سب دیکھ بھال کر وہ منسارام کے کمرے کے سامنے جا پہنچی۔ کمرہ کھلا ہوا تھا۔ منسارام ایک کتاب سامنے رکھے میز پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ گویا رنج و تفکر کا زندہ مجسمہ ہو۔ نرملا نے پکارنا چاہا۔ مگر اس کے منہ سے آواز نہ نکلی۔

دفعتاً منسارام نے سر اٹھا کر دروازہ کی طرف دیکھا۔ نرملا کو دیکھ کر وہ اندھیرے میں پہچان نہ سکا۔ چونک کر بولا "کون؟"

نرملا نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا "میں ہوں کھانا کھانے کیوں نہیں چل رہے ہو؟ کتنی رات گئی؟

منسارام نے منہ پھیر کر کہا "مجھے بھوک نہیں ہے"

نرملا۔ یہ تو میں تین بار بھنگی سے سن چکی ہوں"

منسارام۔ تو چوتھی بار میرے منہ سے سن لیجئے۔

نرملا۔ شام کو بھی تو کچھ نہیں کھایا تھا۔ بھوک کیوں نہیں لگی؟

منسارام نے طنز کی ہنسی ہنس کر کہا "بہت بھوک لگے گی تو آئے گا کہاں سے!

یہ کہہ کر منسارام نے کمرہ کا دروازہ بند کرنا چاہا۔ لیکن نرملا کواڑ کو ہٹا کر کمرہ میں داخل ہو گئی۔ اور منسارام کا ہاتھ پکڑ کر بادیدہ نم عاجزی کے لہجہ میں بولی "میرے کہنے سے چل تھوڑا سا کھا لو۔ تم نہ کھاؤ گے تو میں بھی جا کر سو رہوں گی۔ دو ہی لقمے کھا لینا کیا مجھے رات بھر بھوکوں مارنا چاہتے ہو؟

منسارام سوچ میں پڑ گیا۔ ابھی تک اس نے بھی کھانا نہیں کھایا؟ میرے ہی انتظار میں بیٹھی رہی۔ یہ محبت اور انکسار کی دیوی ہے یا حسد اور نحوست کی دھوکا دینے والی عورت؟ اسے اپنی ماں کی یاد آ گئی۔ جب وہ روٹھ کر جاتا تھا تو وہ بھی اسی طرح منانے آیا کرتی تھیں اور جب تک وہ نہ جاتا تھا وہاں سے اُٹھنے کا نام نہ لیتی تھیں۔ وہ اس التجا کو نامنظور نہ کر سکا۔ بولا۔ "میرے لئے آپ کو اتنی تکلیف ہوئی۔ اس کا مجھے افسوس ہے۔ اگر میں جانتا کہ آپ میرے انتظار میں بھوکی بیٹھی ہیں تو کبھی کا کھا آیا ہوتا۔

نرملا نے حقارت کے انداز سے کہا" یہ تم کیسے سمجھ سکتے تھے کہ تم بھوکے رہو گے اور میں کھا کر سو رہوں گی؟ کیا سوتیلی ماں کا ناطہ ہونے ہی سے میں اتنی خود غرض دفعتاً باہر کے کمرہ میں منشی جی کے کھانسنے کی آواز آئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ وہ منسارام کے کمرہ کی طرف آ رہے ہیں۔ نرملا کے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا۔ وہ فوراً کمرہ سے نکل گئی۔ اور اندر جانے کا موقعہ نہ پا کر سخت لہجہ میں بولی "میں لونڈی نہیں ہوں کہ اتنی رات تک کسی کے لئے رسوئی خانہ کے دروازہ پر بیٹھی رہوں جسے نہ کھانا ہو وہ پہلے ہی کہہ دیا کرے"۔ منشی جی نے نرملا کو وہاں کھڑے دیکھا۔ اندھیرے میں یہ کیا کرنے یہاں آ گئی۔ بولے "یہاں کیا کر رہی ہو؟" نرملا نے کرخت آواز میں کہا۔ "کیا کر رہی ہوں۔

اپنے نصیبوں کو رو رہی ہوں۔ بس ساری برائیوں کی جڑ میں ہی ہوں۔ کوئی دوسرا روٹھا بیٹھا
ہے کوئی ادھر منہ پھلائے پڑا ہے۔ کس کس کو مناؤں اور کہاں تک مناؤں۔

منشی جی متعجب ہو کر بولے "بات کیا ہے؟"

نرملا۔ کھانا کھانے نہیں جاتے اور کیا بات ہے۔ دس مرتبہ مہری کو بھیجا آخر آپ
دوڑی آئی۔ انہیں تو اتنا کہہ دینا آسان ہے کہ مجھے بھوک نہیں ہے۔ یہاں تو گھر بھر کی
لونڈی ہوں ساری دنیا کالکھ لگانے کو تیار ہے۔ کسی کو بھوک نہ ہو مگر کہنے والوں
کو یہ کہنے سے کون روکے گا کہ یہ چڑیل کسی کو کھانا نہیں دیتی؟ منشی جی نے منسارام
سے کہا: "کھانا کیوں نہیں کھا لیتے بیٹا، جانتے ہو کیا وقت ہے؟"

منسارام سکتے میں کھڑا تھا۔ اس کے سامنے ایک کھیل ہو رہا تھا جس کا بھید
وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکتا تھا۔ جن آنکھوں میں ایک لمحہ قبل عاجزی کے آنسو بھرے ہوئے
تھے۔ ان میں یکایک حسد کی آگ کہاں سے پیدا ہو گئی؟

جن ہونٹوں سے ایک لمحہ قبل امرت کی برشا ہو رہی تھی۔ ان سے زہر کے قطرے
کیوں ٹپکنے لگے۔ اسی سکتہ کی حالت میں بولا "مجھے بھوک نہیں ہے۔" منشی جی نے جھڑک
کر کہا "کیوں بھوک نہیں ہے؟ بھوک نہیں تھی تو شام ہی کو کیوں نہ کہلا دیا؟ تمہاری
بھوک کے انتظار میں کون تمام رات بیٹھا رہے؟ تم میں پہلے تو یہ عادت نہ تھی۔ روٹھنا کب سے
سیکھ لیا؟ جا کر کھا لو۔"

منسارام۔ جی نہیں، مجھے ذرا بھی بھوک نہیں ہے۔

توتارام نے دانت پیس کر کہا "اچھی بات ہے جب بھوک لگے تب کھانا۔" یہ
کہتے ہوئے وہ اندر چلے گئے۔ نرملا بھی ان کے پیچھے چلی گئی۔ منشی جی تو لیٹنے چلے گئے۔

اس نے جاکر رسوئی اٹھا دی اور کلی کر کے پان کھا کر مسکراتی ہوئی آ پہنچی۔ منشی جی نے پوچھا "کھانا کھا لیا نہ؟"

نرملا۔ کیا کرتی؟ کس کے لئے ان جل چھوڑ دوں گی؟

منشی جی۔ جانے کیا ہو گیا ہے، کچھ سمجھ میں ہی نہیں آتا۔ دن بدن گھلتا چلا جاتا ہے۔ دن بھر اسی کمرہ میں پڑا رہتا ہے۔

نرملا کچھ نہ بولی۔ وہ تفکر کے بحرِ ناپیدا کنار میں غوطے کھا رہی تھی، منسا رام نے میرے تغیر کو دیکھ کر دل میں کیا سمجھا ہوگا؟ کیا اس کے دل میں یہ سوال نہ پیدا ہوا ہوگا کہ باپ کو دیکھتے ہی اس کی تیوریاں کیوں بدل گئیں؟ اس کا سبب بھی کیا اس کی سمجھ میں آگیا ہوگا۔ بیچارہ کھانے آرہا تھا۔ تب تک یہ حضرت نہ جانے کہاں سے ٹپک پڑے اس بھید کو اسے کیوں کر سمجھاؤں سمجھانا ناممکن بھی ہے۔ ہائے بھگوان! میں کس مصیبت میں پھنس گئی؟

سویرے وہ اٹھ کر گھر کے کام دھندے میں لگی۔ دفعتاً ژینئی بھنگی نے آکر کہا "منسا بابو تو اپنے کاگد پتر سب یکے پر لاد رہے ہیں"

نرملا نے متحیر ہو کر کہا "یکے پر لاد رہے ہیں؟ کہاں جاتے ہیں؟"

بھنگی۔ میں نے پوچھا تو بولے کہ اب سکول ہی میں رہوں گا۔

منسارام علی الصباح اٹھ کر اپنے سکول کے ہیڈ ماسٹر کے پاس گیا۔ اور اپنے رہنے کا بندوبست کر آیا تھا۔ ہیڈ ماسٹر نے پہلے تو کہا کہ یہاں جگہ نہیں ہے اور تم سے پہلے کتنے ہی لڑکوں کی عرضیاں پڑی ہوئی ہیں۔ مگر جب منسا رام نے کہا کہ مجھے جگہ نہ ملے گی تو شاید میرا پڑھنا نہ ہو سکے۔ اور میں امتحان میں شریک نہ ہو سکوں، تو ہیڈ ماسٹر

کو ہار ماننی پڑی منسارام کے اول درجہ میں پاس ہونے کی امید تھی۔ ماسٹروں کو یقین تھا کہ وہ اس اسکول کی شہرت کو چمکائے گا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب ایسے لڑکے کو کیسے چھوڑ سکتے تھے؟ انہوں نے اپنے دفتر کا کمرہ اس کے لئے خالی کر دیا اور منسارام وہاں سے آتے ہی اپنا سامان یکے پر لادنے لگا۔

منشی جی نے کہا "ابھی ایسی کیا عجلت ہے! دو چار روز میں چلے جانا۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے لئے کوئی اچھا باورچی مقرر کر دوں۔"

منسارام۔ وہاں کا باورچی بہت عمدہ کھانا پکاتا ہے۔

منشی جی۔ اپنی صحت کا خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ پڑھنے کے پیچھے تندرستی سے ہاتھ دھو بیٹھو۔

منسارام۔ وہاں نو بجے کے بعد کوئی پڑھنے ہی نہیں پاتا ہے اور سب کو قاعدہ کے ساتھ کھیلنا پڑتا ہے۔

منشی جی۔ بستر کیوں چھوڑے دیتے ہو؟ بچھاؤ گے کیا؟

منسارام۔ کمبل لئے جاتا ہوں۔ بستر کی ضرورت نہیں۔

منشی جی۔ کہار جب تک تمہارا سامان رکھ رہا ہے جا کر کچھ کھا لو۔ رات بھی تو تم نے کچھ نہیں کھایا تھا۔

منسارام۔ وہیں کھاؤں گا۔ باورچی سے کھانا بنانے کو کہہ آیا ہوں۔ یہاں کھانے لگوں گا تو دیر ہوگی۔

گھر میں جیارام اور سیارام بھی بھائی کے ساتھ جانے کو بضد ہو رہے تھے نرملا ان دونوں کو بہلا رہی تھی کہ بیٹا! وہاں چھوٹے لڑکے نہیں رہتے۔ سب کام اپنے ہی ہاتھ

سے کرنا پڑا۔
یکایک رکمنی نے آکر کہا۔ تمہارا پتھر کا کلیجہ ہے، مہارانی! لڑکے نے رات بھی کچھ نہیں کھایا اور اس وقت بھی بغیر کھائے پیئے چلا جا رہا ہے۔ یہاں تم لڑکوں کو نئے باتیں کر رہی ہو۔ یہ سمجھ لو کہ وہ اسکول نہیں جا رہا ہے۔ بن باس لے رہا ہے۔ لوٹ کر پھر نہ آئے گا۔ وہ ان لڑکوں میں نہیں ہے جو کھیل میں مار کھا کر بھول جاتے ہیں بات اس کے دل پر پتھر کی لکیر ہو جاتی ہے۔
نرملا نے دبی ہوئی آواز میں کہا کیا کروں جی جی؟ وہ کسی کی سنتے ہی نہیں۔ آپ ذرا جا کر بلا لیں، آپ کے بلانے سے آجائیں گے۔
رکمنی۔ آخر ہوا کیا، جس پر وہ بھاگا جاتا ہے؟ گھر سے تو اس کا دل کبھی اچاٹ نہ ہوتا تھا اُسے تو اپنے گھر کے سوا اور کہیں اچھا ہی نہ لگتا تھا تمہیں نے اُسے کچھ کہا ہوگا یا اس کی کچھ شکایت کی ہوگی۔ کیوں اپنے لئے کانٹے بو رہی ہو؟ رانی! گھر کو مٹی میں ملا کر تم چین سے نہ بیٹھنے پاؤ گی۔
نرملا نے رو کر کہا میں نے انہیں کچھ کہا ہو تو میری زبان کٹ جائے۔ ہاں سوتیلی ہونے کے سبب بدنام تو ہوں ہی۔ آپ کے ہاتھ جوڑتی ہوں، ذرا جا کر اُنہیں بلا لائیے۔
رکمنی نے تیز لہجہ میں کہا۔ تم کیوں نہیں بلا لاتیں؟ کیا چھوٹی ہو جاؤ گی اپنا ہوتا تو کیا اسی طرح بیٹھی رہتیں؟"
نرملا کی حالت اس بال پر کے پرند کی طرح ہو رہی تھی جو سانپ کو اپنی طرف آتے دیکھ کر اڑنا چاہتا ہے مگر اڑ نہیں سکتا۔ اچھلتا ہے اور گر پڑتا ہے پروں کو پھڑپھڑا کر

رہ جاتا ہے۔ اُس کا دل اندر ہی اندر تڑپ رہا تھا مگر وہ باہر نہ جا سکتی تھی۔

اتنے میں دونوں لڑکے روتے ہوئے اندر آکر بولے۔ بھیا جی چلے گئے!
نرملا بُت بنی کھڑی رہی گویا بجس ہوگئی ہو۔ چلے گئے! گھر میں آئے تک نہیں، مجھ سے ملے تک نہیں! چلے گئے! مجھ سے اِتنی نفرت! میں ان کی کوئی نہیں سہی، ان کی بُرا تو تھیں۔ ان سے ملنے تو آنا چاہیئے تھا۔ میں یہاں تھی نہ! اندر کیسے قدم رکھتے! میں دیکھ لیتی نہ! اِسی لیے چلے گئے۔

(٩)

منسارام کے جانے سے گھر سُونا ہوگیا۔ دونوں چھوٹے لڑکے اُسی اسکول میں پڑھتے تھے۔ نِرملا روز ان سے منسارام کا حال پوچھتی۔ یہ اُمید تھی کہ تعطیل کے روز وہ آئے گا۔ لیکن جب تعطیل کا روز ختم ہوگیا اور وہ نہ آیا تو نِرملا کی طبیعت گھبرانے لگی۔ اس نے اُس کے لئے مونگ کے لڈو بنا رکھے تھے۔ سوموار کو صبح بھنگی کو لڈو دیکر سکول بھیجا۔ نو بجے بھنگی واپس آئی۔ منسارام نے لڈو جیوں کے تیوں لوٹا دیئے تھے۔

نرملا نے پوچھا: "پہلے سے کچھ ہرے ہوئے ہیں، رے؟"

بھنگی۔ ہرے ورے تو نہیں ہوئے۔ اور سوکھ گئے ہیں۔

نرملا۔ کیا جی اچھا نہیں ہے؟

بھنگی۔ یہ تو میں نے نہیں پوچھا بہو جی! جھوٹ کیوں بولوں؟ ہاں وہاں کا کہار میرا دیور لگتا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ تمہارے بابو جی کی خوراک کچھ نہیں ہے۔ دو پھلکیاں کھا کر اُٹھ جاتے ہیں۔ پھر دن بھر کچھ نہیں کھاتے۔ ہر دم پڑھتے ہیں۔

نِرملا۔ تو نے پوچھا نہیں کہ لڈو کیوں لوٹائے دیتے ہو؟

بھونگی۔ یہ تو نہیں پوچھا بہو جی، جھوٹ کیوں بولوں انھوں نے کہا کہ اسے اب تمہارا
یہاں رہنے کا کچھ کام نہیں۔ میں لیتی آئی۔

نرملا۔ اور کچھ نہیں کہتے تھے؟ پوچھا نہیں کہ کل کیوں نہیں آئے۔ چھٹی تو تھی۔

بھونگی۔ بہو جی جھوٹ کیوں بولوں؟ یہ پوچھنے کی تو مجھے سدھ نہ رہی۔ ہاں یہ کہتے تھے کہ اب تم یہاں کبھی نہ آنا۔ نہ میرے لئے کوئی چیز لانا اور اپنی بہو جی سے کہہ دینا کہ میرے پاس کوئی چٹھی پتر نہ بھیجیں۔ لڑکوں سے بھی میرے پاس کوئی سندیسہ نہ بھیجیں۔ اور ایک بات ایسی کہی بہو جی کہ میرے منہ سے نکل نہیں سکتی پھر رونے لگے۔

نرملا۔ کون بات تھی؟ کہہ تو۔

بھونگی۔ کیا کہوں بہو جی، کہتے تھے کہ میرے جینے کو دھکار ہے یہی کہکر رونے لگے۔

نرملا کے منہ سے ایک ٹھنڈی سانس نکل گئی۔ ایسا معلوم ہوا گویا دل بیٹھا جاتا ہے۔ اس کا رواں رواں رونے لگا۔ وہ وہاں بیٹھی نہ رہ سکی۔ جاکر بستر پہ منہ ڈھانک کر پڑ رہی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ "وہ بھی جان گئے" یہی آواز اس کے دل میں بار بار گونجنے لگی۔ وہ جان گئے، بھگوان! اب کیا ہوگا؟ جس شبہ کی آگ میں وہ جل رہی تھی وہ اب سو گنے زور سے دہکنے لگی۔ اُسے اپنی اتنی فکر نہ تھی۔ زندگی میں اب آرام کی کیا امید تھی جس کی اُسے خواہش ہوتی؟ اُس نے اپنے دل کو اس خیال سے سمجھا لیا تھا کہ یہ میرے اگلے جنم کے پاپوں کا پراشچت ہے کون شخص ایسا بے حیا ہوگا جو اس حالت میں بہت دن زندہ رہے؟ فرض پر اس نے اپنی زندگی اور اس کی ساری تمنائیں قربان کر دی تھیں۔ دل روتا تھا مگر ہونٹوں پر ہنسی کا سوانگ بھرنا پڑتا تھا۔ جس کا منہ دیکھنے کو جی نہ چاہتا تھا اس کے آگے ہنس

ہنس کر باتیں کرنی پڑتی تھیں۔ جس بدن کا چھونا اس کو سانپ کے سوجسم کی طرح معلوم ہوتا تھا اس سے لپٹ کر اس کو جتنی نفرت اور دلی اذیت ہوتی تھی اُسے کون جان سکتا ہے؟ اُس وقت اس کی یہی خواہش ہوتی تھی کہ زمین پھٹ جائے اور میں اس میں سما جاؤں۔ لیکن یہ ساری باتیں اپنے ہی تک محدود تھیں اور اپنی فکر کرنا اُس نے ترک کر دیا تھا۔ لیکن یہ مسئلہ اب بہت زیادہ خوفناک ہو گیا تھا۔ وہ اپنی آنکھوں سے منسارام کی دلی تکلیف کو نہیں دیکھ سکتی تھی منسارام جیسے بیدار مغز اور جری نوجوان پر اس الزام کا جو اثر پڑ سکتا تھا۔ اس کے خیال ہی سے اس کی روح لرز جاتی تھی۔ اب خواہ اُس پر کتنے ہی شکوک کیوں نہ ہوں خواہ اُسے خودکشی کیوں نہ کرنی پڑے مگر وہ خاموش نہیں بیٹھ سکتی تھی۔ منسارام کی حفاظت کے لئے وہ بیقرار ہو گئی اُس نے تامل اور حیا کی چادر اُتار کر پھینک دینے کا تہیہ کر لیا۔

وکیل صاحب کھانا کھا کر کچہری جانے کے قبل ایک بار اُس سے ضرور مل لیا کرتے تھے۔ ان کے آنے کا وقت ہو گیا تھا۔ آتے رہے ہوں گے، یہ سوچ کر نرملا دروازہ پر کھڑی ہو گئی اور ان کا انتظار کرنے لگی۔ لیکن یہ کیا؟ وہ تو باہر چلے جا رہے ہیں گاڑی تیار ہو کر آ گئی۔ اس کے لئے وہ یہیں سے حکم دیا کرتے تھے۔ تو کیا آج وہ نہ آئینگے، باہر ہی باہر چلے جائینگے؟ نہیں، ایسا نہیں ہونے پائیگا۔ اُس نے بھنگی سے کہا۔ جا کر بابو جی کو بلا لا۔ کہنا کہ ضروری کام ہے، سن لیجئے۔

منشی جی جانے کو تیار ہی تھے یہ پیغام پا کر اندر آئے مگر کمرہ میں نہ آئے دور ہی سے پوچھا۔ کیا بات ہے بھئی، جلدی کہہ دو، مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔ ابھی ذرا دیر ہوئی کہ ہیڈ ماسٹر صاحب کا ایک خط آیا ہے کہ منسارام کو بخار آ گیا ہے بہتر

ہوگا کہ آپ مکان ہی پر اس کا علاج کرلیں۔ اس لئے اُدھر ہی سے ہوتا ہوا کچہری جاؤنگا
تمہیں کوئی خاص بات تو نہیں کہنی ہے؟

نرملا پر گویا بجلی گر پڑی۔ آنسوؤں کے جوش اور حلق کی آواز میں سخت مقابلہ
ہونے لگا دونوں ہی پہلے نکلنے پر تلے ہوئے تھے۔ دونوں میں سے کوئی ایک قدم بھی پیچھے نہیں
ہٹنا چاہتا تھا۔ آواز کی کمزوری اور آنسوؤں کی طاقت دیکھ کر یہ تصفیہ کرنا مشکل
نہ تھا کہ ایک لمحہ بھی مقابلہ جاری رہا تو میدان کس کے ہاتھ رہیگا۔ آخر دونوں ساتھ ساتھ
نکلے لیکن باہر آتے ہی طاقت نے کمزوری کو دبا دیا۔ صرف اتنا ہی مُنہ سے نکلا۔ کوئی خاص
بات نہیں تھی۔ آپ تو اُدھر جا رہے ہیں۔

منشی جی۔ میں نے لڑکوں سے پوچھا تھا تو وہ کہتے تھے کہ بیٹھے پڑھ رہے تھے؟
آج نہ جانے کیا ہوگیا۔

نرملا نے جوش سے کانپتے ہوئے کہا۔ یہ سب آپ ہی کر رہے ہیں!

منشی جی نے تیوریاں بدل کر کہا۔ میں کر رہا ہوں! میں کیا کر رہا ہوں۔

نرملا۔ اپنے دل سے پوچھئے۔

منشی جی۔ میں نے تو یہی سوچا تھا کہ یہاں اس کا پڑھنے میں جی نہیں لگتا۔ وہاں
اور لڑکوں کے ساتھ خواہ مخواہ پڑھیگا۔ یہ تو کوئی بری بات نہ تھی اور میں نے کیا کیا؟

نرملا۔ خوب سوچئے! اسی لئے آپ نے ان کو وہاں بھیجا تھا؟ آپ کے دل میں
کوئی اور بات نہ تھی؟

منشی جی ذرا ہچکچائے اور اپنی کمزوری کو چھپانے کے لئے مسکرانے کی کوشش
کرکے بولے۔ اور کیا بات ہوسکتی تھی، بھلا تمہیں سوچو۔

نرملا۔ خیر یہی سہی۔ اب آپ مہربانی کر کے انہیں آج ہی لیتے آیئے گا، وہاں اپنے سے اُن کی بیماری بڑھ جانے کا خوف ہے۔ یہاں جی جی جتنی تیمارداری کر سکتی ہیں، دوسرا کوئی نہیں کر سکتا۔

ایک لمحہ کے بعد اس نے سر نیچا کر کے پھر کہا۔ میرے سبب سے نہ لانا چاہتے ہوں تو مجھے میرے گھر بھیج دیجیے۔ بس وہاں آرام سے رہوں گی۔

منشی جی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ باہر چلے گئے اور لمحہ بعد گاڑی اسکول کی طرف چلی۔ دل تیری عجیب حالت ہے۔ کتنی پر اسرار، کتنی ناقابل فہم! تو کتنی جلد رنگ بدلتا ہے۔ اس فن میں تو ماہر ہے۔ آتشباز کی چرخی کو بھی رنگ بدلتے کچھ دیر لگتی ہے مگر تجھے ایسا کرنے میں اس کا ایک لاکھواں حصّہ وقت بھی نہیں لگتا۔ جہاں ابھی محبت تھی وہاں پھر شک نے اپنی جگہ قائم کر لی!

وہ سوچتے جاتے تھے کہ کہیں اس نے بہانہ تو نہیں کیا ہے!

(۱۰)

منسارام دو روز تک گہری سوچ میں پڑا رہا۔ اس کو بار بار اپنی ماں کی یاد آتی نہ کھانا اچھا معلوم ہوتا اور نہ پڑھنے ہی میں طبیعت لگتی۔ اس کی کایا پلٹ سی ہو گئی دو روز گزر گئے اور بورڈنگ ہاؤس میں رہتے ہوئے بھی اس نے وہ کام نہ کیا جو اسکول ماسٹروں کے گھر سے کر لانے کو دیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بنچ پر کھڑا رہنا پڑا۔ جو بات کبھی نہ ہوئی تھی وہ آج ہو گئی۔ یہ ناقابل برداشت ذلت بھی اُسے برداشت کرنی پڑی!

تیسرے روز وہ کہیں تفکرات میں ڈوبا بیٹھا اپنے دل کو سمجھا رہا تھا۔ کیا دنیا

میں صرف میری ہی ماں مری ہے؟ سوتیلی مائیں تو سبھی اسی قسم کی ہوتی ہیں، میرے ساتھ کوئی نئی بات نہیں ہو رہی ہے۔ اب مجھے مردوں کی طرح دونی محنت سے کام کرنا چاہیئے۔ جیسے ماں باپ راضی ہوں، ویسے انہیں راضی رکھنا چاہیئے۔ اس سال اگر وظیفہ مل گیا تو مجھے گھر سے کچھ لینے کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ کتنے ہی لڑکے اپنے بوتے پر بڑے بڑے خطابات حاصل کر لیتے ہیں۔ مشکلات پر فتح پانا اور موقع دیکھ کر کام کرنا ہی انسانوں کا فرض ہے۔ قسمت کے نام پر رونے اور کوسنے سے کیا ہوگا؟

اتنے میں جیارام آ کر کھڑا ہو گیا۔ منسارام نے پوچھا۔ گھر کا کیا حال ہے، جیا؟ نئی اماں تو بہت خوش ہوں گی؟

جیارام۔ ان کے دل کا حال تو میں نہیں جانتا۔ لیکن جب سے تم آئے ہو انہوں نے ایک وقت بھی کھانا نہیں کھایا۔ جب دیکھو تب رویا کرتی ہیں۔ جب بابو جی آتے ہیں تب البتہ ہنسنے لگتی ہیں۔ تم چلے آئے تو میں نے بھی شام کو اپنی کتابیں ٹھیک کیں یہیں تمہارے ساتھ رہنا چاہتا تھا۔ بھنگی چڑیل نے جا کر اماں جی سے کہا۔ بابو جی بیٹھے تھے کہ ان کے سامنے ہی اماں جی نے آ کر میری کتابیں چھین لیں اور رو کر بولیں۔ تم بھی چلے جاؤ گے تو اس گھر میں کون رہے گا؟ اگر میرے سبب تم لوگ گھر چھوڑ چھوڑ کر بھاگے جا رہے ہو تو لو، میں ہی چلی جاتی ہوں۔ میں تو جھلایا ہوا تھا ہی، بگڑ کر بولا۔ آپ کیوں کہیں چلی جائیں گی؟ آپ کا تو گھر ہے، آپ آرام سے رہیئے؟ غیر تو ہم لوگ ہیں، ہم نہ رہیں گے۔ تب تو آپ کو آرام رہے گا۔

منسارام۔ تم نے خوب کہی، بہت اچھا کیا۔ اس پر اور بھی بگڑی ہوں گی اور جا کر بابو جی سے شکایت کی ہوگی؟

جیارام۔ نہیں یہ کچھ نہیں ہوا۔ بیچاری زمین پر بیٹھ کر رونے لگیں۔ مجھے بھی رلائی
آگئی۔ میں بھی رو پڑا۔ تب انہوں نے آنچل سے میرے آنسو پونچھے اور بولیں۔ جیا
میں ایشور کی ساکھی دے کر کہتی ہوں کہ میں نے تمہارے بھیا کے بارے میں تمہارے
بابوجی سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ میرے بھاگ میں کلنک لکھا ہوا ہے، وہ
بھوگ رہی ہوں۔ پھر اور نہ جانے کیا کیا کہا جو میری سمجھ میں نہیں آیا کچھ بابوجی
کی بات تھی۔۔۔

منسارام نے بے صبری سے پوچھا: "بابوجی کے بارے میں کیا کہا؟ کچھ یاد ہے؟"

جیارام۔ باتیں تو بھئی، مجھے یاد نہیں آتیں۔ میری یادداشت کون بڑی اچھی
ہے مگر ان کی باتوں کا مطلب کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں بابوجی کو خوش رکھنے کے لئے
یہ سوانگ بھرنا پڑ رہا ہے۔ نہ جانے ادھر ادھر کی کیسی باتیں کرتی تھیں جو میں بالکل نہ
سمجھ سکا۔ مجھے تو اب اس کا یقین ہو گیا ہے کہ ان کی مرضی تمہیں یہاں بھیجنے کی نہ تھی۔

منسارام۔ تم ان چالوں کا مطلب نہیں سمجھ سکتے، یہ بڑی گہری چالیں ہیں۔

جیارام۔ تمہاری سمجھ میں ہوں گی، میری سمجھ میں تو نہیں آتیں۔

منسارام۔ جب تم جیومیٹری نہیں سمجھ سکتے تو ان باتوں کو کیا سمجھو گے۔ اُس رات کو جب
مجھے کھانا کھانے کے لئے بلانے آئی تھیں اور میں ان کے اصرار پر جانے کو تیار بھی
ہو گیا تھا اس وقت بابوجی کو دیکھتے ہی انہوں نے جو رنگ بدل لیا وہ کیا میں کبھی بھول
سکتا ہوں؟

جیارام۔ یہی بات میری سمجھ میں بھی نہیں آتی۔ ابھی کل ہی میں یہاں سے گیا تو لگیں
تمہارا حال پوچھنے۔ میں نے کہا وہ تو کہتے ہیں کہ اب کبھی اس گھر میں قدم نہ رکھوں گا

میں نے کچھ جھوٹ تو کہا نہیں کیونکہ تم نے مجھ سے ایسا کہا ہی تھا۔ اتنا کہتا تھا کہ پھوٹ
پھوٹ کر رونے لگیں۔ میں دل میں بہت پچھتایا کہ کہاں سے میں نے یہ بات کہہ دی
بار بار یہی کہتی تھیں کہ کیا وہ میرے کارن گھر چھوڑ دیں گے! مجھ سے اتنے ناراض ہیں
چلے گئے اور مجھ سے ملے تک نہیں! کھانا تیار رکھا تھا کھانے تک نہیں آئے! ہائے میں
کیا بتاؤں۔ کس مصیبت میں ہوں اتنے میں بابو جی آ گئے۔ بس فوراً آنسو پونچھ کر مسکراتی
ہوئی ان کے پاس چلی گئیں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی۔ آج مجھ سے بڑی منت کی کہ
ان کو ساتھ لیتے آنا۔ آج میں تمہیں کھینچ کر لے چلوں گا۔ وہ دن میں کتنی دبلی ہو گئیں
ہیں تمہیں یہ دیکھ کر ان پر رحم آئے گا تو چلو گے نہ؟

منسا رام نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس کے پیر کانپ رہے تھے۔ جیا رام تو حاضری
کی گھنٹی سن کر بھاگا مگر وہ بنچ پر لیٹ گیا اور ایسی گہری سانس لی گویا بہت دیر سے
اس نے سانس نہیں لی تھی۔ اس کی زبان سے دل ہمدردی میں ڈوبے ہوئے الفاظ
نکلے — ہائے الیشور! اس نام کے سوا اسے اب اپنی زندگی میں کوئی بانہہ مددگار
نظر آتا تھا۔ اس فقرے میں کتنی مایوسی، کتنا درد، کتنی رقت کتنی عاجزی بھری
ہوئی تھی، اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ اب سارا بھید اس کی سمجھ میں آ رہا تھا
اور بار بار اس کے درد بھرے دل سے یہ الفاظ نکل رہے تھے۔ ہائے الیشور! اتنا
بڑا کلنک!

کیا زندگی میں اس سے سخت مصیبت کا قیاس کیا جا سکتا ہے؟ کیا دنیا میں
اس سے زیادہ کمینہ پن کا خیال ہو سکتا ہے؟ آج تک کسی باپ نے اپنے بیٹے پر اتنا بڑا
کلنک نہ لگایا ہوگا۔ جس کے چال چلن کی سبھی تعریف کرتے تھے، جو دوسرے لڑکوں کے

اس پر یہ سنگین الزام! منسارام کو ایسا معلوم ہوا۔ گویا اس کا دِل شق ہوا جاتا ہے۔
دوسری گھنٹی بھی بج گئی۔ لڑکے اپنے اپنے کمروں میں گئے مگر منسارام ہتھیلی پر سر
رکھے بلا پلک جھپکائے ہوئے زمین کی طرف تاک رہا تھا گویا اس کا سب کچھ پانی میں ڈوب
گیا ہو، گویا وہ کسی کو منہ نہ دکھا سکتا ہو۔ اسکول میں غیر حاضری ہو جائے گی، جرمانہ ہو
جائے گا۔ اس کی اسے فکر نہیں۔ جب اس کا سب کچھ لٹ گیا تو ان ذرا ذرا سی باتوں
کا کیا خوف! اتنا بڑا کلنک لگنے پر بھی اگر جیتا رہوں تو میرے جینے پر لعنت ہے۔

اسی رنج و غم کی حالت میں وہ چلا اٹھا۔ ماتا جی تم کہاں ہو، تمہارا بیٹا
جس پر تم جان دیتی تھیں، جسے تم اپنی زندگی کا سہارا سمجھتی تھیں، آج سخت مصیبت
میں ہے۔ اسی کا باپ اس کے حلق پر چھری پھیر رہا ہے۔ ہائے تم کہاں
ہو؟

منسارام پھر ٹھنڈے دل سے سوچنے لگا۔ مجھ پر یہ شبہ کیوں ہو رہا ہے اس
کا کیا سبب ہے؟ مجھ میں ایسی کونسی بات انہوں نے دیکھی جس سے انہیں یہ شبہ
ہوا ہوا؟ وہ میرے باپ ہیں، میرے دشمن نہیں ہیں جو خواہ مخواہ مجھ پر الزام عائد کیا
ضرور انہوں نے کوئی نہ کوئی بات دیکھی یا سنی ہے۔ ان کا مجھ پر کتنا پیار تھا۔ میرے
بغیر کھانے نہ جاتے تھے۔ وہی میرے دشمن ہو جائیں، یہ بات بلا سبب نہیں ہو سکتی۔

اچھا اس کتاب کی ابتدا کس دن ہوئی؟ مجھے بورڈنگ ہاؤس میں ٹھہرانے کی
بات تو پیچھے کی ہے۔ جس دن رات کو وہ میرے کمرہ میں آکر میرا امتحان لینے لگے تھے
اسی دن ان کی تیوریاں بدلی ہوئی تھیں۔ اس دن ایسی کونسی بات ہوئی جو انہیں

بڑی لگی ہو! میں نئی اماں سے کچھ کھانے کو مانگنے گیا تھا۔ بابوجی اس وقت وہاں بیٹھے تھے۔ ہاں اب یاد آتا ہے، اسی وقت ان کا چہرہ تمتما گیا تھا۔ اسی دن سے نئی اماں نے مجھ سے پڑھنا چھوڑ دیا تھا۔ اگر میں جانتا کہ میرا گھر میں آنا جانا، اماں جی سے کچھ کہنا سننا اور انہیں پڑھانا لکھانا والد صاحب کو برا لگتا ہے تو آج کیوں یہ نوبت آتی؟ اور نئی اماں! ان پر کیا بیت رہی ہوگی؟

منسا رام نے ابھی تک نرملا کی طرف توجہ نہیں کی تھی۔ نرملا کا دھیان آتے ہی اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ہائے ان کا سادہ اور محبت بھرا دل یہ صدمہ کیسے برداشت کر سکے گا! آہ میں کتنے دھوکے میں تھا! میں اُن کی محبت کو فریب سمجھتا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ انہیں والد صاحب کی بدگمانی دور کرنے کے لئے میرے ساتھ اتنا کمزور برتاؤ کرنا پڑتا ہے۔ آہ میں نے ان پر کتنا بڑا ظلم کیا ہے۔ ان کی حالت تو مجھ سے بھی ابتر ہو رہی ہوگی۔ میں تو یہاں چلا آیا مگر وہ کہاں جائیں گی؟ جیا کہتا تھا کہ انہوں نے دو روز سے کھانا نہیں کھایا، ہر دم رویا کرتی ہیں۔ کیسے جا کر سمجھاؤں؟ وہ مجھ بدنصیب کے لئے کیوں اپنے سر مصیبت لے رہی ہیں؟ وہ کیوں بار بار میرا حال پوچھتی ہیں؟ کیوں بار بار مجھے بلاتی ہیں؟ کیسے کہہ دوں کہ اماں تم سے مجھ کو ذرا بھی شکایت نہیں۔ تمہاری طرف سے میرا دل صاف ہے! وہ اب بھی بیٹھی رو رہی ہوں گی۔ کتنا بڑا اندھیر ہے؟ بابوجی کو یہ کیا ہو گیا ہے؟ کیا اسی لئے شادی کی تھی؟ ایک لڑکی کو ہلاک کرنے ہی کے لئے اسے اپنے گھر لائے تھے؟ اس نازک پھول کو مسل ڈالنے کے لئے ہی تو لایا تھا؟ ان کا اُدھار کیسے ہوگا؟ اس بے گناہ کا منہ کیسے اُجلا ہوگا؟ انہیں صرف میرے ساتھ یہ محبتانہ برتاؤ کرنے کے لئے یہ سزا دی جا رہی ہے۔ ان کی شرافت

سکا نہیں۔ صبلہ مل رہا ہے۔ میں انھیں اس طرح بے رحمانہ وار سہتے ہوئے دیکھ کر بیٹھا
رہونگا؟ اپنی عزت بچانے کے لئے نہ سہی، ان کی جان بچانے کے لئے مجھے اپنی زندگی
کو قربان کرنا پڑے گا۔ اس کے سوا نجات کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔ آہ دل میں
کیسے کیسے ارمان تھے، اُن سب کو خاک میں ملا دینا ہوگا۔ ایک عصمت کی دیوی
پر شبہ کیا جا رہا ہے اور میرے سبب! مجھے اپنی جان دے کر اس کی حفاظت کرنی
ہوگی، یہی میرا فرض ہے، اسی میں میری بہادری ہے! ماتا! میں اپنے خون سے اس
داغ کو دھو ڈالوں گا۔ اسی میں میرا اور تمہارا بھلا ہے۔

وہ تمام دن انہیں خیالات میں محو رہا۔ شام کو اس کے دونوں بھائی آگر
گھر چلنے کے لئے اصرار کرنے لگے۔

جیارام۔ چلتے کیوں نہیں؟ میرے بھیا جی! چلئے چلو نہ۔

منسارام۔ مجھے فرصت نہیں کہ تمہارے کہنے سے چلا چلوں۔

جیارام۔ آخر کل تو اتوار ہی ہے۔

منسارام۔ اتوار کو بھی کام ہے۔

جیارام۔ اچھا کل آؤ گے نہ؟

منسارام۔ نہیں، کل مجھے ایک میچ میں جانا ہے۔

جیارام۔ اماں جی موہن بھوگ کے لڈو بنا رہی ہیں، نہ چلو گے تو ایک بھی نہ پاؤ گے
ہم تم مل کر کھا جائیں گے، جیا! انہیں نہ دینگے۔

جیارام۔ بھیا، اگر تم کل نہ گئے تو شاید اماں جی یہیں چلی آویں۔

منسارام۔ سچ! نہیں۔ ایسا کیوں کرینگی؟ یہاں آئیں تو بڑی پریشانی ہوگی۔

تم کہدینا، وہ کہیں سیر دیکھنے گئے ہیں۔

جیارام۔ میں جھوٹ کیوں بولنے لگا؟ میں یہی کہدونگا، وہ منہ پھلائے بیٹھے تھے دیکھ لینا انہیں ساتھ لاتا ہوں کہ نہیں۔

سیارام۔ ہم کہدینگے کہ آج پڑھنے نہیں گئے پڑے سوتے رہے۔ منسارام نے ان دونوں سے کل آنے کا وعدہ کرکے گلا چھڑایا۔ جب دونوں چلے گئے تو پھر سوچ میں پڑ گیا۔ ساری رات اُسے کروٹیں بدلتے گزری تعطیل کا دن بھی بیٹھے ہی بیٹھے گزر گیا۔ اُسے تمام دن یہی خیال آتا رہا کہ اماں جی واقعی نہ چلی آئیں۔ کسی گاڑی کی کھڑکھڑاہٹ سنتا تو اُس کا دل دھڑکنے لگتا۔ کہیں آ تو نہیں گئیں۔

بورڈنگ ہاؤس میں چھوٹا سا ہسپتال تھا۔ ایک ڈاکٹر صاحب شام کے وقت ایک گھنٹہ کے لئے آجایا کرتے تھے۔ اگر کوئی لڑکا بیمار ہوتا تو اُسے دوا دیتے۔ آج وہ آئے تو منسارام کچھ سوچتا ہوا اُن کے پاس جاکر کھڑا ہو گیا۔ وہ منسارام کو بخوبی جانتے تھے۔ اُسے دیکھ کر تعجب سے بولے۔ یہ تمہاری کیا حالت ہے جی؟ تم تو گلے سے جا رہے ہو۔ کہیں بازار کا چسکا تو نہیں پڑ گیا؟ آخر تمہیں ہوا کیا؟ ذرا یہاں تو آؤ۔

منسارام نے مسکرا کر کہا۔ مجھے زندگی کا مرض ہے۔ آپ کے پاس اس کی بھی کوئی دوا ہے؟

ڈاکٹر۔ میں تمہارا تشخیص کرنا چاہتا ہوں۔ تمہاری تو صورت ہی بدل گئی ہے پہچانے بھی نہیں جاتے۔

یہ کہہ کر انہوں نے منسارام کا ہاتھ پکڑ لیا اور سینہ، پیٹھ، آنکھیں، زبان، سب باری باری سے دیکھیں۔ تب متفکر ہو کر بولے۔ وکیل صاحب سے میں آج

ہوتی ہوگی۔

ڈاکٹر۔ سبھی زہروں میں تکلیف نہیں ہوتی۔ بعض تو ایسے ہیں کہ پیتے ہی آدمی ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ یہ ششی اسی قسم کی ہے۔ اسے پیتے ہی انسان بےہوش ہو جاتا ہے اور پھر اس کو ہوش نہیں آتا۔

منسارام نے سوچا، جب تو جان دینا بہت آسان ہے پھر لوگ کیوں اتنا ڈرتے ہیں۔ یہ ششی کیسے ملے گی؟ اگر دوا کا نام پوچھ کر شہر کے کسی دوا فروش سے لینا چاہوں تو وہ کبھی نہ دے گا۔ اونہہ، اس کے ملنے میں کوئی دقت نہیں۔ یہ تو معلوم ہو گیا کہ جان نہایت آسانی سے دی جا سکتی ہے۔ منسارام اتنا خوش ہوا گویا کوئی انعام مل گیا ہو۔ اس کے دل پر سے ایک بوجھ سا ہٹ گیا۔ فکر کے بادل جو سر پر منڈلا رہے تھے پھٹ گئے۔ مہینوں کے بعد آج اس کے دل میں ایک قسم کے جوش کا احساس ہوا۔ کئی لڑکے تھیٹر دیکھنے جا رہے تھے، سپرنٹنڈنٹ سے اجازت لے کر بھی منسارام بھی انکے ساتھ تھیٹر دیکھنے چلا گیا۔ ایسا خوش تھا گویا اس سے زیادہ خوش انسان دنیا میں کوئی نہیں ہے تھیٹر میں نقل دیکھ کر تو وہ ہنستے ہنستے لوٹ گیا۔ بار بار تالیاں بجاتے اور ونس مور کی صدا دیتے ہیں سب سے پہلا نمبر اسی کا تھا۔ گانا سن کر وہ مست ہو جاتا تھا اور "او ہو ہو" کہہ کر چلا اٹھتا تھا۔ تماشائیوں کی نگاہیں بار بار اس کی طرف اٹھ جاتی تھیں۔ تھیٹر کے ایکٹر بھی اس کی طرف تاکنے لگتے تھے اور یہ جاننا چاہتے تھے کہ کون حضرت اتنے شوقین اور ذکی الحس ہیں۔ اس کے دوستوں کو اس کے چلبلے پن پر تعجب ہو رہا تھا۔ وہ نہایت خاموش اور متین شخص تھا۔ آج وہ کیوں اتنا ہنسوڑ ہو گیا ہے، اس کے مذاق پسندی کا انتہا نہیں ہے؟

ہی ملو نگا۔ تمہیں دق ہو رہا ہے ، سارے علامات اُس کی گے ہیں ؟

منسارام نے نہایت شوق سے دریافت کیا۔ بھلا کتنے دِنوں میں قصہ تمام ہو

ہو جائے گا ، ڈاکٹر صاحب ؟

ڈاکٹر کیسی باتیں کرتے ہو ، جی میں وکیل صاحب سے مل کر تمہیں کسی پہاڑی

مقام پر بھیجنے کی صلاح دوں گا۔ ایشور نے چاہا تو تم بہت جلد صحت پا جاؤ گے

بیماری ابھی ابتدائی حالت پر ہے۔

منسارام۔ تب تو ابھی وصال کی دیر معلوم ہوتی ہے ، میں تو انتظار

نہیں کر سکتا۔ سُنئے مجھے دِق وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ اور نہ کوئی شکایت ہی ہے

آپ بابوجی کو ناحق تردد میں نہ ڈالیے گا اس وقت میرے سر میں درد ہے ، کوئی

دوا دیجئے۔ کوئی دوا ایسی ہو جس سے نیند بھی آجاوے۔ مجھے دو راتوں سے نیند

نہیں آئی ۔

ڈاکٹر صاحب نے زہریلی دواؤں کی الماری کھولی اور ایک شیشی میں تھوڑی سی

دوا نکال کر منسارام کو دی۔ منسا رام نے پوچھا۔ یہ تو کوئی زہر ہے ؟ بھلا اسے

پی لے تو مر جاوے ؟

ڈاکٹر۔ نہیں ، مر تو نہ جاوے پر سر ضرور چکرانے لگے ۔

منسارام۔ کوئی ایسی دوا بھی ان میں ہے جس کو پیتے ہی جان نکل جاوے ؟

ایسی ایک دو نہیں کتنی ہی دوائیں ہیں۔ یہ جو دیکھ رہے ہو ، اس کی ایک بوند

بھی پیٹ میں چلی جاوے تو جان نہ بچے۔ آناً فاناً موت ہو جاوے ۔

منسارام۔ کیوں ڈاکٹر صاحب۔ جو لوگ زہر کھا لیتے ہیں انہیں بڑی تکلیف

وہ جبکہ رات کو تیسرے لوٹنے پر بھی اس کی مذاق پسندی نہیں ہوئی۔ اس نے ایک لڑکے کی چارپائی الٹ دی، کئی لڑکوں کے کواڑ باہر سے بند کر دیئے اور انہیں اندر سے کھٹکھٹاتے ہوئے سنتا رہا۔ یہاں تک بورڈنگ ہاؤس کے سپرنٹنڈنٹ کی نیند بھی شوروغل سے اُچٹ گئی اور انہوں نے مسٹر سنہا کی شرارت پر اظہارِ افسوس کیا۔ کون جانتا کہ اس کے دل میں کتنی زبردست ہلچل ہو رہی ہے؟ بدگمانی نے بیرحمانہ وار نے اس کی حیا اور خودداری کو پامال کر ڈالا ہے۔ اس کو ذلت اور حقارت کا ڈرا بھی خوف نہیں رہا۔ یہ تفریح نہیں۔ اس کے دل کی رقت بھری فریاد ہے۔ جب اور سب لڑکے سو گئے تو وہ پلنگ پہ لیٹ گیا۔ مگر اُسے نیند نہیں آئی۔ ایک لمحہ بعد وہ اُٹھ بیٹھا اور اپنی ساری کتابیں باندھ کر صندوق میں رکھ دیں۔ جب مرنا ہی ہے تو پڑھ کر کیا ہوگا؟ جس زندگی میں ایسی ایسی پریشانیاں ہیں۔ ایسی ایسی اذیتیں ہیں، اُس سے موت کہیں بہتر ہے:

یہی سوچتے سوچتے سویرا ہو گیا۔ تین رات سے وہ ایک منٹ بھی نہ سویا تھا۔ اس وقت وہ اُٹھا تو اس کے پیر تھر تھرا رہے تھے اور چکر آ رہا تھا۔ آنکھیں جل رہی تھیں اور سارے اعضا ڈھیلے ہو رہے تھے۔ دن چڑھتا جاتا تھا اور اس میں اتنی طاقت بھی نہ تھی کہ منہ ہاتھ دھو ڈالے۔ یکایک اس نے بھنگی کو رومال میں کچھ لئے ہوئے ایک کہار کے ساتھ آتے دیکھا۔ اس کا کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ ہائے ایشور، وہ آ گئیں۔ کیا ہوگا؟ بھنگی تنہا نہیں آئی ہوگی، بگھی ضرور باہر کھڑی ہوگی۔ کہاں تو اس سے اُٹھا نہ جاتا تھا، کہاں بھنگی کو دیکھتے ہی دوڑا اور گھبرائی ہوئی آواز میں بولا تم بھی آ گئی ہو کیا ہے؟ جب معلوم ہوا کہ ماں جی نہیں آئیں، تب اس کا جی ٹھکانے

ہُوا۔ بُھنگی نے کہا۔ بھیّا تم کل آئے نہیں، بہُو جی تمہاری راہ دیکھتی رہ گئیں۔ اُن سے کیوں رُوٹھے ہو بھیّا؟ وُہ تو کہتی ہے کہ مَیں نے اُن کی کچھ بھی شکایت نہیں کی ہے۔ مجھ سے آج رو کر کہنے لگیں کہ اُن کے پاس یہ مِٹھائی لیتی جا اور کہنا میرے کارن گھر کیوں چھوڑ دیا ہے؟ کہاں رکھ دُوں یہ تھالی؟

منسارام نے رکھائی سے کہا۔ تھالی اپنے سر پہ پٹک کے چڑیل وہاں سے چلی ہے مٹھائی لے کر! خبردار، جو پھر کبھی اِدھر آئی! سوغات لے کر چلی ہے! جا کر کہدینا کہ تُمہارا گھر ہے، تُم رہو۔ یہاں میَں بڑے آرام سے ہُوں، خُوب کھاتا اور مَوج کرتا ہُوں۔ سُنتی ہے؟ بابُو جی کے سامنے کہنا سمجھ گئی، مجھے کسی کا ڈر نہیں ہے، جو کرنا چاہیں سو کر ڈالیں جس سے دِل میں کوئی ارمان نہ رہ جائے۔ وہ کہیں تو الہ آباد، لکھنو، کلکتہ چلا جاؤں۔ میرے لئے جیسے بنارس ایسے دُوسرا شہر! یہاں کیا رکھّا ہے!

بُھنگی۔ بھیّا! مٹھائی رکھ لو نہیں تو بہو جی رو رو کر مر جائینگی۔ سچ مانو، رو رو کر مر جائیں گی!

منسارام نے آنسُوؤں کے جوش کو روک کر کہا۔ مر جائینگی، میری بلا سے! کونسا مجھے بڑا سکھ دیدیا ہے جس کے لئے پچھتاؤں۔ میرا تو اُنہوں نے ستیاناس کر دیا۔ کہہ دینا کہ میرے پاس کوئی سندیسہ نہ بھیجیں، اُس کی کوئی ضرورت نہیں!

بُھنگی۔ تم تو کہتے ہو کہ یہاں خُوب کھاتا اور مَوج کرتا ہُوں مگر دیہہ تو آدھی بھی نہیں ہی جیسے آئے تھے اُس کے آدھے بھی نہیں رہے!

منسارام۔ یہ تیری آنکھوں کا پھیر ہے، دیکھنا کہ دو چار روز میں موٹا ہو کر کولھو ہوا جاتا ہُوں یا نہیں۔ اُن سے یہ بھی کہدینا کہ رونا دھونا بند کریں۔ جو مَیں نے سُنا کہ رونی ہیں

ہو رکھانا نہیں کھائیں تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں - مجھے گھر سے نکالا ہے تو اب چین سے نہیں
چلی ہیں محبت دکھلانے ، میں ایسے تریاچر تر بہت پڑھے بیٹھا ہوں +

بھنّتی چلی گئی - منسارام کو اُس سے باتیں کرتے ہی کرتے کچھ سردی معلوم ہونے لگی
تھی - یہ تماشہ کرنے کے لئے اُسے اپنے جذبات کو جتنا دبانا پڑا تھا وُہ اُس کے لئے بہت
مشکل تھا - اُس کی خودداری اُسے اس پر فریب روش کا جلد سے جلد خاتمہ کر دینے کے لئے
مجبور کر رہی تھی - مگر اِس کا نتیجہ کیا ہوگا ؟ نِرملا کیا یہ صدمہ برداشت کرے گی ؟ اب تک
وہ اپنی موت کا خیال کرتے وقت کسی اور شخص کا خیال نہ کرتا تھا مگر آج یکایک اُس کو
معلوم ہُوا کہ میری زندگی کیساتھ ایک اور شخص کا رِشتہ زندگی بھی وابستہ ہے - نِرملا ہی سمجھیگی
کہ میری بے اعتنائی نے ان کی جان لی ، یہ سمجھ کر کیا اُس کا نازک دِل شق نہ ہو جائیگا
اُس کی زندگی تو اب بھی مصیبت میں ہے - بدگمانی کے سنگین پنجہ میں پھنسی ہُوئی عورت کیا
اپنے آپ کو قاتل سمجھ کر بہت دِنوں تک زندہ رہ سکتی ہے ؟

منسارام نے پلنگ پر لیٹ کر لحاف اوڑھ لیا ، پھر بھی سردی سے کلیجہ کانپ رہا تھا
تھوڑی ہی دیر میں اُس کو شِدّت سے بخار آگیا - وُہ بیہوش ہو گیا - اِس غشی کی حالت میں
اُس کو طرح طرح کے خواب دکھائی دینے لگے - ذرا ذرا دیر بعد چونک پڑتا ، آنکھیں کھُلی
تھیں - پھر بیہوش ہو جاتا +

دفعتاً وکیل صاحب کی آواز سُن کر وہ چونک پڑا - ہاں وکیل صاحب ہی کی آواز
تھی ! اُس نے لحاف پھینک دیا اور پلنگ سے اُتر کر نیچے کھڑا ہو گیا اُس کے دِل میں ایک
فوری جذبہ پیدا ہُوا کہ اُسی وقت ان کے سامنے جان دیدوں - اُسے ایسا معلوم ہُوا کہ میں
مرجاؤں تو انہیں سچّی خوشی ہوگی - شاید اسی لئے یہ دیکھنے آئے ہیں کہ میرے مرنے میں کتنی

دیر ہے۔ وکیل صاحب نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا کہ وُہ گر نہ پڑے، اور پوچھا۔ کیسی طبیعت ہے؟ بیٹھے کیوں نہ رہے! لیٹ جاؤ، لیٹ جاؤ، تم کھڑے کیوں ہو گئے؟

منسارام طبیعت تو بہت اچھی ہے۔ آپ کو ناحق تکلیف ہُوئی ❖

منشی جی نے کچھ جواب نہ دیا۔ لڑکے کی حالت دیکھ کر انکی آنکھوں سے آنسو نکل آئے وُہ تندرست لڑکا جسے دیکھ کر دِل مسرور ہو جاتا تھا، اب سُوکھ کر کانٹا ہو گیا ہے! پانچ چھ روز ہی میں وُہ اتنا لاغر ہو گیا تھا کہ اُسے پہچاننا مشکل تھا۔ منشی جی نے اُس کو آہستہ سے پلنگ پر لٹا دیا اور لحاف اچھی طرح اُڑھا کر سوچنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ کہیں لڑکا ہاتھ سے تو نہ نکل جاویگا؟ یہ خیال کر کے وہ رنج سے پریشان ہو گئے اور اسٹول پر بیٹھ کر زار و قطار رونے لگے۔ منسارام بھی لحاف میں مُنہ لپیٹے رو رہا تھا۔ ابھی چند ہی روز قبل اُسے دیکھ کر باپ کا دِل غرور سے پھُول اُٹھتا تھا مگر آج اُسے اِس نازک حالت میں دیکھ کر وہ سوچ رہا ہے کہ اِسے گھر لے چلوں یا نہیں؟ کیا یہاں دوا نہیں ہو سکتی؟ مَیں یہاں چوبیس گھنٹے بیٹھا رہوں گا۔ ڈاکٹر صاحب یہاں موجود ہی ہیں، کوئی دِقت نہ ہوگی۔ گھر لے جانے میں اُنہیں دِقت ہی نظر آتی تھی۔ سب سے زیادہ اندیشہ یہ تھا کہ وہاں نرملا اس کے پاس ہر وقت بیٹھی رہے گی اور مَیں منع نہ کر سکونگا۔ یہ اُن کے لئے ناقابل برداشت تھا!

اتنے میں سُپرنٹنڈنٹ نے آ کر کہا۔ مَیں تو سمجھتا ہُوں کہ آپ اِنہیں اپنے ساتھ لے جائیں۔ گاڑی ہے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ یہاں بخوبی تیمارداری نہ ہو سکے گی ❖

منشی جی۔ ہاں آیا تو میں اسی خیال سے تھا لیکن ان کی حالت نہایت ہی نازک

معلوم ہوتی ہے۔ ذرا غفلت سے سرسام ہو جانے کا اندیشہ ہے +
سپرنٹنڈنٹ۔ یہاں سے اُنہیں لے جانے میں تو تھوڑی سی دقت ضرور ہے
مگر یہ تو آپ خود ہی سوچ سکتے ہیں کہ گھر پر جو آرام مل سکتا ہے وہ یہاں کسی طرح
نہیں مل سکتا۔ اس کے علاوہ کسی بیمار لڑکے کو یہاں رکھنا خلافِ قاعدہ بھی ہے +
مُنشی جی۔ کہئے تو میں ہیڈ ماسٹر صاحب سے اجازت لے لوں۔ مجھے اِن کو
یہاں سے اِس حالت میں لے جانا کسی طرح مناسب نہیں معلوم ہوتا +
سپرنٹنڈنٹ نے ہیڈ ماسٹر کا نام سُنا تو سمجھے کہ یہ حضرت مجھے دھمکی دے رہے
ہیں۔ ذرا تنک کر بولے۔ ہیڈ ماسٹر قاعدہ کے خلاف کوئی بات نہیں کر سکتے میں
اتنی بڑی ذمہ داری کیسے لے سکتا ہوں +
اب کیا ہو؟ کیا گھر لے جانا ہی پڑے گا؟ یہاں رکھنے کا تو یہ بہانہ تھا کہ لے
جانے سے بیماری بڑھ جانے کا اندیشہ ہے۔ یہاں سے لیجا کر اسپتال میں ٹھہرانے
کے لئے کوئی بہانہ نہیں ہے۔ جو سُنے گا وہ یہی کہے گا کہ ڈاکٹر کی فیس بچانے کے
لئے لڑکے کو اسپتال میں پھینک آئے۔ مگر اب لے جانے کے سوا اور کوئی چارہ
نہ تھا۔ اگر سپرنٹنڈنٹ صاحب اس وقت رشوت لینے پر تیار ہو جاتے تو شاید
دو چار سال کی تنخواہ لے سکتے تھے لیکن قاعدہ کے پابند لوگوں میں اتنی عقل، اتنی
ہوشیاری کہاں؟ اگر اس وقت منشی جی کو کوئی آدمی ایسی بات سمجھا دیتا کہ انہیں
صادق کو گھر نہ لے جانا پڑے تو وہ تمام عمر اُس کا احسان مانتے۔ سوچنے کا موقع
بھی نہ تھا۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب شیطان کی طرح سر پر سوار تھے! مجبور ہو کر منشی جی
نے دونوں سائیسوں کو بلایا اور صادق کو اُٹھانے لگے۔ صادق نیم غشی کی حالت

میں تھا۔ چونک کر بولا۔ کیا ہے؟ کون ہے؟

منشی جی۔ کوئی نہیں بیٹا، میں تمہیں گھر لے چلنا چاہتا ہوں۔ آؤ۔ میں گود میں اُٹھا لوں۔

منسا رام۔ مجھے گھر کیوں لے چلتے ہیں؟ میں وہاں نہیں جاؤں گا۔

منشی جی۔ یہاں تو نہیں رہ سکتے۔ قاعدہ ہی ایسا ہے۔

منسا رام۔ کچھ بھی ہو۔ میں وہاں نہیں جاؤنگا۔ مجھے اور کہیں لے چلئے۔ کسی درخت کے نیچے، کسی جھونپڑے میں، جہاں چاہے رکھئے۔ مگر گھر نہ لے چلئے۔

سپرنٹنڈنٹ نے منشی جی سے کہا۔ آپ ان باتوں کا خیال نہ کریں، یہ تو ہوش میں نہیں ہیں۔

منسا رام۔ کون ہوش میں نہیں ہے؟ میں ہوش میں نہیں ہوں؟ کسی کو گالیاں دیتا ہوں، دانت کاٹتا ہوں؟ کیوں ہوش میں نہیں ہوں؟ مجھے یہیں پڑا رہنے دیجئے۔ کچھ ہونا ہوگا وہ یہیں ہوگا۔ اگر ایسا ہی ہے تو مجھے اسپتال لے چلئے۔ میں وہاں پڑا رہونگا۔ جینا ہوگا جیونگا، مرنا ہوگا مرونگا، مگر گھر تو کسی طرح بھی نہ جاؤنگا۔

یہ زور پاکر منشی جی پھر سپرنٹنڈنٹ سے التجا کرنے لگے۔ لیکن یہ قاعدہ کا پابند شخص کچھ سنتا ہی نہ تھا۔ اگر چھوت کی بیماری ہوتی اور کسی دوسرے لڑکے کو چھوت لگ جاتی تو اُس کا ذمہ دار کون ہوگا؟ اس دلیل کے سامنے منشی جی کی قانونی دلیلیں بھی ماند ہوگئیں۔ آخر منشی جی نے منسا رام سے کہا۔ بیٹا، تمہیں گھر چلنے سے کیوں انکار ہوتا ہے؟ وہاں تو سبھی طرح کا آرام رہے گا۔ منشی جی نے کہنے کو تو یہ بات کہہ دی مگر خوف تھا کہ کہیں سچ مچ منسا رام چلنے پر راضی نہ ہو جاوے۔ وہ منسا رام کو اسپتال میں

میں رکھنے کا کوئی حیلہ تلاش کر رہے تھے اور اُس کی ساری ذمہ واری منسا رام ہی کے سر ڈالنا چاہتے تھے۔ یہ سپرنٹنڈنٹ کے سامنے کی بات تھی۔ وہ اِس بات کی شہادت دے سکتے تھے کہ منسا رام اپنی ہی ضد سے اسپتال جا رہا ہے۔ منشی جی کا اس میں ذرا بھی قصور نہیں ہے +

منسا رام نے جھلا کر کہا۔ نہیں نہیں نہیں، سو بار نہیں۔ میں گھر نہیں جاؤں گا۔ مجھے اسپتال لے چلئے اور گھر سے سب آدمیوں کو منع کر دیجئے کہ مجھے دیکھنے نہ آئیں۔ مجھے کچھ نہیں ہوا ہے، بالکل بیمار نہیں ہوں۔ آپ مجھے چھوڑ دیجئے، میں اپنے پیروں چل سکتا ہوں +

وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور دیوانہ وار دروازہ کی طرف چلا مگر پیر لڑکھڑا گئے۔ اگر منشی جی نے نہ سنبھال لیا ہوتا تو اس کو سخت چوٹ آتی۔ دونوں نوکروں کی مدد سے منشی جی اُس کو گاڑی کے پاس لائے اور اندر بٹھا دیا۔ گاڑی اسپتال کی طرف چلی۔ وہی ہوا جو منشی جی چاہتے تھے۔ اِس غم میں بھی اُن کا دِل مطمئن تھا! لڑکا اپنی خوشی سے اسپتال جا رہا ہے، کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ گھر سے اِس کو کچھ بھی محبت نہیں ہے! کیا اِس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ منسا رام بے گناہ ہے وہ اُس پر بلا وجہ شک کر رہے تھے۔ لیکن تھوڑا ہی دیر بعد اِس اطمینان کی جگہ اُن کے دِل میں پشیمانی کا احساس ہوا۔ وہ اپنے پیارے بیٹے کو گھر نہ لے جا کر اسپتال لئے جا رہے تھے۔ اُن کے عالی شان محل میں اُن کے لڑکے کے لئے بھی جگہ نہ تھی، اِس حالت میں بھی جبکہ اُس کے جینے مرنے کا سوال تھا۔ کتنا اندھیر ہے!

ایک لمحہ کے بعد یکایک منشی جی کے دِل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ کہیں منسا رام

اُن کے خیالوں کو تاڑ تو نہیں گیا؟ اسی لئے تو اُس کو گھر سے نفرت ہو گئی ہے اگر ایسا ہے تو غضب ہو جاویگا +

اِس بات کے خیال ہی سے منشی جی کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اُن کا دل دھڑکنے لگا۔ قلب میں ایک دھڑکا سا لگا۔ اگر اس بخار کا یہی سبب ہے تو ایشور ہی مالک ہے۔ اس وقت اُن کی حالت بہت ہی قابل رحم تھی۔ وہ آگ جو انہوں نے اپنے ٹھٹھرے ہوئے ہاتھوں کو سینکنے کے لئے جلائی تھی، اب اُن کے گھر میں لگی جا رہی ہے۔ اِس رنج و غم، پشیمانی اور اندیشے سے اُن کا دل گھبرا اُٹھا۔ اُن کے مخفی گریہ کی آواز باہر نکل سکتی تو سُننے والے رو پڑتے اُن کے آنسو باہر نکل سکتے تو اُن کا سلسلہ بند ہو جاتا۔ اُنہوں نے لڑکے کے زرد افسردہ چہرہ کی طرف ایکبار محبّت بھری نگاہوں سے دیکھا، رنج سے بیقرار ہو کر اُسے سینہ سے لگا لیا اور اتنا روئے کہ ہچکی بندھ گئی!

سامنے اسپتال کا پھاٹک دکھائی دے رہا تھا +

(۱۱)

منشی طوطا رام شام کو کچہری سے گھر پہنچے تو نرملا نے پوچھا۔ اُنہیں دیکھا؟ کیا حال ہے؟ منشی جی نے دیکھا کہ نرملا کے چہرہ پر رنج یا فکر کا نام و نشان بھی نہیں ہے، اس کا بناؤ سنگار اور دنوں سے بھی کچھ بڑھ چڑھ کر ہوا ہے۔ مثلاً وہ گلے میں ہار نہ پہنتی تھی مگر آج وہ بھی گلے میں پڑا ہوا تھا۔ جھومر سے بھی اُس کو بہت رغبت نہ تھی مگر آج وہ بھی باریک ریشمی ساڑھی کے نیچے سیاہ سیاہ بالوں کے اُوپر چراغ فانوس کی طرح چمک رہا تھا۔ منشی جی نے مُنہ پھیر کر کہا بیمار ہے، اور کیا حال بتاؤں؟

نرملا۔ تم تو اُنہیں یہاں لانے گئے تھے؟

منشی جی نے جھنجھلا کر کہا۔ وہ یہاں پہنچ تو گیا ہیں جبراً اُٹھا لاتا؟ کتنا سمجھایا کہ بیٹا، گھر چلو، وہاں تمہیں کوئی تکلیف نہ ہونے پاویگی مگر گھر کا نام سن کر اس کو جیسے دوگنا بخار ہو جاتا تھا۔ کہنے لگا کہ میں یہاں مر جاؤں گا لیکن گھر نہ جاؤنگا۔ آخر مجبور ہو کر اسپتال پہنچا آیا اور کیا کرتا؟

رکمنی بھی آکر برآمدہ میں کھڑی ہو گئی تھی۔ بولی۔ وہ جنم کا ہٹی ہے، یہاں کسی طرح نہ آویگا اور یہ بھی دیکھ لینا کہ وہاں اچھا بھی نہ ہوگا ۔

منشی جی نے دبی آواز میں کہا۔ تم دو چار دن کے لئے وہاں چلی جاؤ تو بڑا اچھا ہو۔ بہن تمہارے رہنے سے اُسے تسکین ہوتی رہے گی۔ میری بہن، میری یہ بات مان لو۔ اکیلے وہ رو رو کر جان دیدیگا۔ بس "ہائے اماں" ہائے اماں' کی رٹ لگا کر رہا کرتا ہے۔ میں وہاں جارہا ہوں، میرے ساتھ ہی چلی چلو۔ اُس کی حالت اچھی نہیں۔ بہن، وہ صورت ہی نہیں رہی۔ دیکھیں ایشور کیا کرتے ہیں ۔

یہ کہتے کہتے منشی جی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے لیکن رکمنی نے استقلال سے کہا۔ میں جانے کو تیار ہوں۔ میرے وہاں رہنے سے اگر میرے بچہ کی جان بچ جاوے تو میں سر کے بل دوڑی جاؤنگی۔ لیکن میرا کہنا گرہ باندھ لو بھیا، وہ وہاں اچھا نہ ہوگا۔ میں اُسے خوب جانتی ہوں۔ اُسے کوئی بیماری نہیں ہے۔ صرف گھر سے نکالے جانے کا رنج ہے۔ یہی رنج بخار کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ تم ایک نہیں لاکھ دوا کرو، سول سرجن ہی کو کیوں نہ دکھلاؤ، مگر اس کو کوئی دوا اثر نہ کرے گی ۔

منشی جی۔ بہن، اُسے گھر سے نکالا کس نے، میں نے صرف اُس کی پڑھائی کے خیال سے اُسے وہاں بھیجا تھا ۔

رکمنی - تم لے چاہے جس خیال سے بیچا ہو مگر یہ بات اُس کو لگ گئی ہے۔ میں تو ابھی کبھی گنتی میں نہیں ہوں، نہ مجھے کسی بات میں بولنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ مالک تم، مالکن تمہاری عورت - میں تو صرف تمہاری روٹیوں پر پڑی ہوں ابھاگن بدھوا ہوں۔ میری کون سُنے گا اور کون پرواہ کرے گا؟ مگر بغیر بولے رہا نہیں جاتا۔ منسا رام تبھی اچھا ہوگا۔ جب گھر آوے گا۔ جب تمہارا دل ویسا ہی ہو جاویگا جو پہلے تھا +

یہ کہہ کر رکمنی وہاں سے چلی گئی۔ اُن کی کمزور و تجربہ کار آنکھوں کے سامنے جو تماشے ہو رہے تھے، اُن کا بھید وہ خوب سمجھتی تھی اور اُن کا سارا غصّہ بیگنا نرملا ہی پر اُترتا تھا۔ اس وقت بھی وہ یہ کہتے کہتے رُک گئی کہ جب تک یہ لکشمی اس گھر میں رہیگی، اس گھر کی حالت بگڑتی جاوے گی - مگر اس کے ظاہرا نہ کہنے پر بھی اُس کا مطلب منشی جی سے چھپا نہیں رہا۔ اُس کے چلے جانے پر منشی جی نے سر جھکا لیا اور سوچنے لگے -

اُنہیں اپنے اُوپر اس وقت اتنا غصّہ آرہا تھا کہ دیوار سے سر پٹک کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔ اُنہوں نے کیوں شادی کی تھی۔ شادی کی کیا ضرورت تھی؟ ایشور نے اُنہیں ایک نہیں تین تین بچے دیئے تھے۔ اُن کی عمر بھی پچاس کے قریب پہنچ گئی تھی - پھر اُنہوں نے کیوں شادی کی؟ کیا اسی بہانے ایشور کو اُنہیں تباہ کرنا منظور تھا؟ اُنہوں نے سر اُٹھا کر ایک بار نرملا کی متبسّم مگر پُرسکون صُورت دیکھی اور اسپتال چلے گئے۔ نرملا کے متبسّم حُسن نے اُن کی دلی تسکین کر دی تھی، آج کئی روز کے بعد اُنہیں یہ تسکین ملی تھی - پُر محبّت دل کیا اس حالت میں اتنا پُرسکون رہ سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں، دل کا صدمہ ظاہری جذبات سے نہیں چھپایا جا سکتا اپنے دل کی کمزوری پر اس وقت اُنہیں بہت ہی غصّہ آیا - اُنہوں نے بلا سبب ہی بدگمانی کو دل میں جگہ دے کر اتنی

بے انصافی کی۔ منسارام کی طرف سے بھی اُن کا دِل صاف ہو گیا۔ ہاں، اُس کے بجائے اب ایک نیا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ کیا منسارام بھانپ تو نہیں گیا؟ کیا اِسی لئے تو گھر آنے سے انکار نہیں کر رہا؟ اگر وہ تاڑ گیا ہے تو بڑا غضب ہو جاوے گا۔ اِس خیال ہی سے اُن کا دِل گھبرا اُٹھا۔ اُن کے بدن کی ساری ہڈیاں گویا اِس فریاد و فغاں پر پانی ڈالنے کے لئے بیقرار ہو گئیں۔ اُنہوں نے کوچوان سے گھوڑا تیز کرنے کے لئے کہا۔ آج کئی دنوں کے بعد اُن کے دِل پر چھائی ہوئی کالی گھٹا پھٹ گئی تھی اور نور کی شعاعیں اندر سے نکلنے کے لئے بیتاب ہو رہی تھیں۔ اُنہوں نے باہر سر نکال کر دیکھا کہ کوچوان سو تو نہیں رہا ہے۔ گھوڑے کی رفتار اُنہیں اتنی سُست کبھی نہ معلوم ہوئی تھی ٭

اسپتال پہنچ کر وہ دوڑے ہوئے منسارام کے پاس گئے۔ دیکھا تو ڈاکٹر صاحب اُس کے سامنے متفکر کھڑے تھے۔ منشی جی کے ہاتھ پیر پھول گئے منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ بھرائی ہوئی آواز میں بڑی مشکل سے بولے کیا حال ہے، ڈاکٹر صاحب؟ یہ کہتے کہتے وُہ رو پڑے اور جب ڈاکٹر صاحب کو اُن کے سوال کا جواب دینے میں ایک لمحہ کی تاخیر ہوئی تو اُن کے ہوش اُڑ گئے۔ اُنہوں نے پلنگ پر بیٹھ کر بے ہوش لڑکے کو گود میں اُٹھا لیا، اور بچّوں کی طرح سِسک سِسک کر رونے لگے۔ منسارام کا جسم بخار سے جل رہا تھا۔ اُس نے ایک بار آنکھیں کھولیں آہ کتنی خوفناک اور ساتھ ہی کتنی عاجزی بھری نگاہ تھی۔ منشی جی نے اُسے گلے سے لگا کر ڈاکٹر صاحب سے پُوچھا۔ کیا حال ہے صاحب؟ آپ خاموش کیوں ہیں؟ ڈاکٹر نے شک آمیز لہجہ میں کہا۔ حال جو کچھ ہے وہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔

۱۰۶ ڈگری کا بُخار ہے - اور مَیں کیا بتلاؤں؟ ابھی بخار کا زور بڑھتا ہی جاتا ہے
میرے کئے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ کر رہا ہوں - ایشور مالک ہے - جب سے آپ
گئے ہیں - میں ایک منٹ کے لئے یہاں سے نہیں ہلا - کھانا تک نہیں کھا سکا -
حالت اتنی نازک ہے کہ ایک منٹ میں کیا ہو جاویگا یہ نہیں کہا جا سکتا - یہ مہلک
بخار ہے - مریض کو بالکل ہوش نہیں ہے - رہ رہ کر سرسام کا دَورہ ہو جاتا ہے
کیا گھر میں اِن کو کسی نے کچھ کہا ہے؟ بار بار "امّاں جی! تم کہاں ہو؟" یہی آواز
مُنہ سے نکلتی ہے؟

ڈاکٹر صاحب یہ کہہ ہی رہے تھے کہ دفعتاً منسارام اُٹھ کر بیٹھ گیا اور ایک
دھکے سے مُنشی جی کو پلنگ کے نیچے دھکیل کر دیوانگی کے لہجہ میں بولا - کیوں دھمکاتے
ہیں؟ آپ مار ڈالئے، مار ڈالئے، مار ڈالئے - تلوار نہیں ملتی رسّی کا پھندا ہے یا
وُہ بھی نہیں ہے؟ میں اپنے گلے میں لگا لوں گا - ہائے امّاں جی، تُم کہاں ہو؟ یہ
کہتے کہتے وُہ پھر بیہوش ہو کر گر پڑا *

مُنشی جی ایک لمحہ تک منسارام کے افسردہ چہرہ کی طرف خوفناک نگاہوں سے
دیکھتے رہے - پھر اُنہوں نے ڈاکٹر صاحب کا ہاتھ پکڑ لیا اور بہت ہی التجا آمیز
اصرار سے بولے - ڈاکٹر صاحب! اس لڑکے کو بچایئے - ایشور کے لئے بچا لیجئے ایشور
کے لئے بچا لیجئے ورنہ میں تباہ ہو جاؤنگا - مَیں امیر نہیں مگر آپ جو کچھ کہینگے وہ حاضر
کرونگا - اِسے بچا لیجئے - آپ بڑے سے بڑے ڈاکٹروں کو بلائیے اور اُن کی رائے
لیجئے - میں سارا صرفہ دے دونگا - اس کی یہ حالت اب نہیں دیکھی جاتی - ہائے میرا
ہونہار بیٹا!

ڈاکٹر صاحب نے دردناک لہجہ میں کہا۔ بابو صاحب، میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ میں ان کے لئے اپنی طرف سے کسی قسم کوتاہی نہیں کر رہا ہوں اب آپ دیگر ڈاکٹروں سے مشورہ کے لئے کہتے ہیں۔ میں ابھی ڈاکٹر لاہری، ڈاکٹر بھاٹیہ اور ڈاکٹر ناتھ کو بلاتا ہوں لیکن آپ کو بیفائدہ تشفی نہیں دینا چاہتا۔ حالت بہت نازک ہے +

منشی جی نے روتے ہوئے کہا۔ نہیں ڈاکٹر صاحب! یہ لفظ مُنہ سے نہ نکالئے۔ حالت ان کے دشمنوں کی نازک ہے! ایشور مجھ پر اتنا قہر نہ کیجئے آپ کلکتہ اور بمبئی کے ڈاکٹر بلا کو تار دیجئے۔ میں زندگی بھر آپ کی غلامی کرونگا۔ یہی میرا چراغ خاندان ہے! یہی میری زندگی کا سہارا ہے! میرا دل پھٹا جا رہا ہے۔ کوئی ایسی دوائی دیجئے کہ اسے ہوش آ جاوے۔ میں ذرا اپنے کانوں سے اُس کی باتیں سُنوں، یہ جان سکوں کہ اُسے کیا تکلیف ہو رہی ہے! ہائے میرا بچہ!

ڈاکٹر۔ آپ ذرا دل کو تسکین دیجئے۔ آپ بزرگ آدمی ہیں۔ یوں ہائے ہائے کرنے سے اور ڈاکٹروں کی فوج جمع کرنے سے کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔ خاموش ہو کر بیٹھئے میں دوسرے ڈاکٹروں کو بلا رہا ہوں۔ دیکھئے وہ کیا کہتے ہیں۔ آپ تو خود ہی بدحواس ہوئے جاتے ہیں +

منشی جی۔ اچھا ڈاکٹر صاحب، میں اب نہ بولونگا، زبان تک نہ کھولونگا، آپ جو چاہیں کریں، بچہ اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ ہی اُسے بچا سکتے ہیں! میں اتنا ہی چاہتا ہوں کہ ذرا اسے ہوش آ جاوے، مجھے پہچان لے اور میری باتیں سمجھنے لگے۔ کیا کوئی ایسی دوائی نہیں؟ کوئی ایسی سنجیونی بوٹی نہیں؟ بس میں اس سے دو چار باتیں کر لیتا +

یہ کہتے کہتے منشی جی پھر جوش میں آکر منسا رام سے بولے۔ بیٹا! ذرا آنکھیں کھولو، کیسا جی ہے؟ میں تمہارے پاس بیٹھا رو رہا ہوں۔ مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میرا دل تمہاری طرف سے صاف ہے۔

ڈاکٹر۔ پھر آپ نے واہیات باتیں شروع کر دیں۔ ارے صاحب، آپ بچے نہیں ہیں، بزرگ آدمی ہیں، ذرا صبر سے کام لیجئے۔

منشی جی۔ اچھا، ڈاکٹر صاحب! اب نہ بولونگا۔ خطا ہوئی۔ آپ جو چاہیں کریں۔ میں نے سب کچھ آپ پر چھوڑ دیا۔ کیا کوئی ایسی تدبیر نہیں ہے جس سے میں اس کو اتنا سمجھا سکوں کہ میرا دل صاف ہے۔ آپ ہی کہدیجئے، ڈاکٹر صاحب! کہدیجئے کہ تمہارا بدنصیب باپ بیٹھا رو رہا ہے، اُس کا دل تمہاری طرف سے بالکل صاف ہے۔ اُسے کچھ وہم ہوا تھا، وہ اب دور ہو گیا۔ بس اتنا ہی کہہ دیجئے۔ میں اور کچھ نہیں چاہتا۔ میں خاموش بیٹھا ہوں، زبان تک نہیں کھولتا۔ مگر آپ اتنا ضرور کہدیجئے۔

ڈاکٹر۔ ایشور کے لئے بابو صاحب! ذرا صبر کیجئے ورنہ مجھے مجبور ہو کر آپ سے کہنا پڑیگا کہ آپ گھر تشریف لے جائیے۔ میں ذرا دفتر میں جا کر ڈاکٹر صاحبان کو خط لکھ رہا ہوں۔ آپ یہاں خاموش بیٹھے رہیگا۔

بے رحم ڈاکٹر! نوجوان بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر کون باپ ہے جو صبر سے کام لیگا؟ منشی جی بہت سنجیدہ مزاج شخص تھے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس وقت ہائے ہائے کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ مگر پھر بھی اسوقت چُپ چاپ بیٹھنا اُن کے لئے ناممکن تھا۔ اگر اتفاقاً یہ بیماری ہوتی تو وہ صبر کر سکتے تھے، دُوسروں کو سمجھا سکتے تھے اور خود ڈاکٹر کو بُلا سکتے تھے۔ مگر کیا یہ جانتے ہوئے بھی وہ صبر کر سکتے تھے کہ یہ سب آگ میری ہی لگائی

ہُوئی ہے؟ کوئی باپ اتنے سخت دِل کا ہو سکتا ہے؟ اُن کا رویاں رویاں اس وقت اُن پر لعنت کر رہا تھا۔ اُنہوں نے سوچا کہ مجھ میں یہ بدگمانی پیدا ہی کیوں ہُوئی؟ میں نے کیوں بلا چشم دید ثبوت کے ایسا فرض کر لیا؟ اچھا، مجھے اُس حالت میں کیا کرنا چاہئے تھا؟ جو کچھ اُنہوں نے کیا، اُس کے سوا وہ اور کیا کرتے! اِسے وہ نہ تجویز کر سکے۔ دراصل شادی کے جھگڑے میں پڑنا ہی اپنے پیروں میں کلہاڑی مارنا تھا۔

ہاں یہی سارے فساد کی بُنیاد ہے!

مگر میں نے یہ کوئی انوکھی بات نہیں کی۔ سبھی عورت مرد شادی کرتے ہیں۔ اُن کی زندگی لطف سے بسر ہوتی ہے۔ لطف ہی کی خواہش سے تو ہم شادی کرتے ہیں! اِسی محلہ میں صدہا اشخاص نے دُوسرا، تیسرا، چوتھا، یہاں تک کہ ساتواں بیاہ کیا ہے اور مجھ سے بھی کہیں زیادہ عُمر میں۔ وُہ جب تک جئے، آرام ہی سے جئے۔ یہ بھی نہیں ہُوا کہ سبھی بیوی سے پہلے مر گئے ہُوں۔ دو دو تین تین شادیاں کرنے پر بھی کتنے ہی پھر بلا عورت کے ہو گئے۔ اگر میرے جیسی حالت سب کی ہوتی تو بیاہ کا نام ہی کون لیتا؟ میرے والد صاحب ہی نے پچپن سال کی عُمر میں بیاہ کیا تھا اور میری پیدائش کے وقت اُن کی عُمر ساٹھ برس سے کم نہ تھی۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ تب اور اب میں کچھ فرق ہو گیا ہے۔ پہلے عورتیں پڑھی لکھی نہ ہوتی تھیں۔ شوہر خواہ کیسا ہی ہو، اُسے قابل پرستش سمجھتی تھیں۔ یا یہ بات ہو کہ مرد سب کچھ دیکھ سُن کر بھی بیحیائی سے کام لیتا ہو۔ ضرور یہی بات ہے۔ جب جوانمرد بڈھی عورت کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتا تو جوان عورتیں کیوں کسی بڈھے سے خوش رہنے لگیں؟ لیکن میں کچھ ایسا بڈھا نہ تھا۔ مجھے دیکھ کر کوئی چالیس سال سے زیادہ

کا نہیں تبلاسکتا۔ کچھ بھی ہو، جوانی ڈھل جانے پر جوان عورت سے بیاہ کر کے کچھ نہ کچھ بےحیائی ضرور کرنی پڑتی ہے۔ اس میں شک نہیں! عورت قدرتاً حیادار ہوتی ہے۔ فاحشہ عورتوں کی بات تو دُوسری ہے مگر عموماً عورت مرد سے کہیں زیادہ پاکباز ہوتی ہے۔ جوڑ کا شوہر پاکر وہ چاہے غیر شخص سے ہنسی مذاق کرے مگر اُس کا دل صاف رہتا ہے۔ بے جوڑ بیاہ ہو جانے سے وہ چاہے کسی کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھے مگر اُس کا دل مغموم رہتا ہے۔ وُہ پختہ دیوار ہے۔ اُس میں بیسری کا اثر نہیں ہوتا، یہ خام دیوار ہے اور اُسی وقت تک کھڑی رہتی ہے جب تک اُس پر بیسری نہ چلائی جائے۔

اِسی طرح سوچتے سوچتے منشی جی کو ایک جھپکی آگئی۔ دِلی خیالات نے فوراً خواب کی صُورت اختیار کر لی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اُن کی پہلی بیوی منسارام کے سامنے کھڑی کہہ رہی ہے۔ سوامی یہ تُم نے کیا کیا؟ جس بچہ کو میں نے اپنا خُون پلا پلا کر پالا اُس کو تم نے اتنی بیدردی سے مار ڈالا۔ ایسے اچھے چال چلن والے لڑکے پہ تُم نے اِتنا بڑا کلنک لگا دیا اب بیٹھے کیا بسورتے ہو؟ تُم نے اُس سے ہاتھ دھولیا۔ تُمہارے دیا نقوں سے چھین کر میں اُس کو اپنے ساتھ لئے جاتی ہُوں۔ تُم تو اتنے شکی کبھی نہ تھے، کیا بیاہ کرتے ہی شک کو بھی گلے باندھ لائے؟ اِس ننھے دِل پہ اتنی کڑی چوٹ! اتنا بڑا کلنک اُٹھا کر جینے والے کوئی بے حیا ہونگے، میرا بیٹا نہیں۔ یہ کہتے ہوئے اُس نے لڑکے کو گود میں اُٹھا لیا اور چلی۔ منشی جی نے روتے ہوئے اُس کی گودی سے منسارام کو چھین لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو اُن کی آنکھیں یکدم کُھل گئیں اور ڈاکٹر لاہری، ڈاکٹر بھاٹیہ وغیرہ نِصف درجن ڈاکٹر صاحبان اُن کے سامنے کھڑے ہُوئے نظر آگئے۔

(۱۲)

تین روز گذر گئے اور منشی جی گھر نہ آئے۔ رکمنی دونوں وقت شفاخانہ جاتی اور منسارام کو دیکھ آتی تھی۔ دونوں لڑکے بھی جاتے تھے۔ مگر نرملا کیسے جاتی؟ اُس کے پیروں میں تو بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں! وہ منسارام کی علالت کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے بیقرار رہتی۔ اگر رکمنی کچھ پوچھتی تھی تو طعن تشنیع میں جواب ملتا تھا، اگر لڑکوں سے کوئی بات دریافت کرتی تو وہ بے سر پیر کی باتیں کرنے لگتے تھے۔ ایک مرتبہ خود جا کر دیکھنے کے لئے اُس کا دل بیچین ہو رہا تھا۔ اُس کو اندیشہ ہو رہا تھا کہ بدگمانی نے کہیں منشی جی کی شفقت پدری کو مفقود نہ کر دیا ہو یا مبادا اُن کا بخل تو منسارام کے صحت یاب ہونے میں حارج نہیں ہو رہا۔ ڈاکٹر لوگ کسی کے عزیز نہیں ہوتے؟ انہیں تو اپنی فیس سے مطلب خواہ مُردہ دوزخ میں جاوے یا بہشت میں! اُس کے دل میں زبردست خواہش ہوتی تھی کہ وہ خود اسپتال جا کر اور ڈاکٹر کو ایکہزار کی تھیلی دیکر کہے کہ اُس کو آپ آرام کر دیجئے، یہ تھیلی آپ کی نذر ہے۔ مگر اُس کے پاس نہ تو اتنے روپئے تھے نہ اُس کے دل میں اتنی ہمت تھی۔ اب بھی اگر وہ وہاں پہنچ سکتی تو منسارام صحت پا جاتا۔ اُس کی جیسی تیمارداری ہونی چاہئیے ویسی نہیں ہو رہی ہے ورنہ کیا تین روز تک بخار ہی نہ اُترتا؟ یہ جسمانی بخار نہیں، دلی بخار ہے اور دل کی تسکین ہی سے اس کا زور گھٹ سکتا ہے۔ اگر وہ وہاں تمام رات بھی بیٹھی رہ سکتی اور منشی جی کو ذرا بھی بدگمانی نہ ہوتی تو شاید منسارام کو یقین ہو جاتا کہ باپ کا دل میری طرف سے صاف ہے اور پھر اُس کے صحت ہونے میں دیر نہ لگتی۔ لیکن کب ایسا ہوگا؟ منشی جی اُس کو وہاں دیکھ کر مطمئن ہو سکیں گے؟ کیا اب بھی اُن کے دل میں کدورت ہے؟ یہاں سے جاتے وقت تو ایسا معلوم ہوا تھا کہ وہ

اپنے کئے پر پچھتا رہے ہیں۔ ایسا تو نہ ہوگا کہ اُس کے وہاں جاتے ہی منشی جی کے دل میں پھر شک پیدا ہو جاوے، اور وہ بیٹے کی جان لیکر ہی چھوڑیں۔

اسی کشمکش کی حالت میں تین روز گذر گئے۔ نہ گھر میں چولھا جلا اور نہ کسی نے کھایا لڑکوں کے لئے بازار سے پوریاں منگالی جاتی تھیں۔ رکمنی اور نرملا بھوکی ہی سو جاتی تھیں۔ انہیں کھانے کی خواہش ہی نہ ہوتی تھی۔

چوتھے روز جیارام اسکول سے لوٹا تو اسپتال ہوتا ہوا مکان آیا نرملا نے پوچھا کیوں بھیا۔ اسپتال بھی گئے تھے؟ آج کیا حال ہے؟ تمہارے بھیا اٹھے یا نہیں۔

جیارام رونی صورت بنا کر بولا۔ اماں جی! آج تو وہ کچھ بولتے چالتے نہ تھے چپ چاپ چارپائی پر پڑے زور زور سے ہاتھ پیر پٹک رہے تھے؟

نرملا کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا۔ گھبرا کر پوچھا۔ تمہارے بابو جی وہاں نہ تھے؟

جیارام تھے کیوں نہیں، آج وہ بہت روتے تھے:۔

نرملا کا دل دھڑکنے لگا۔ پوچھا۔ لیکن ڈاکٹر وہاں نہ تھے:۔

جیارام۔ ڈاکٹر بھی کھڑے تھے۔ اور آپس میں کچھ صلاح کر رہے تھے سب سے بڑا سول سرجن انگریزی میں کہہ رہا تھا کہ مریض کے بدن میں کچھ تازہ خون ڈالنا چاہیئے۔ اس پر بابو جی نے کہا کہ میرے جسم سے جتنا خون چاہیئے، لے لیجئے۔ سول سرجن نے ہنس کر کہا کہ آپکے خون سے کام نہیں چلیگا۔ کسی جوان آدمی کا خون چاہیئے۔ آخر اس نے پچکاری سے کوئی دوا بھیا کے خون میں ڈال دی۔ چار انگل سے کم کی سوئی نہ رہی ہوگی۔ مگر بھیا نے سی تک نہیں کی۔ میں نے تو مارے ڈر کے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

بڑے بڑے زبردست منصوبے جوش کی حالت ہی میں پیدا ہوتے ہیں کہاں تو نرملا

ڈر سے سوکھی جاتی تھی. کہاں اس کے چہرہ پر مسمم ارادہ کی جھلک آگئی۔ اس نے اپنے جسم کا تازہ خون دینے کا تہیہ کر لیا۔ اگر اس کے خون سے منسارام کی جان بچ جاوے تو وہ اپنے خون کا آخری قطرہ دینے تک کے لئے بخوشی تیار تھی. اب جس کا جو جی چاہے، سمجھے۔ وہ کسی کی پرواہ نہ کرے گی۔ اس نے جیارام سے کہا. تم لپک کر ایک تانگہ لا لو میں اسپتال جاؤنگی۔

جیارام۔ وہاں تو اس وقت بہت سے آدمی ہونگے. ذرا رات ہو جانے دیجئے

نرملا۔ نہیں تم ابھی یکہ بلا لو۔

جیارام۔ کہیں بابوجی خفا نہ ہوں۔

نرملا۔ خفا ہونے دو، تم ابھی جا کر سواری لاؤ۔

جیارام۔ میں کہہ دونگا کہ اماں نے خود ہی مجھ سے سواری منگائی تھی۔

نرملا۔ ہاں۔ کہدینا۔

جیارام تو ادھر تانگہ لانے گیا اس طرف اتنے عرصہ میں نرملا نے سر میں کنگھی کی بال باندھے. کپڑے بدلے گہنے پہنے. پان کھایا اور دروازہ پر آکر تانگہ کا انتظار کرنے لگی۔

رکمنی اپنے کمرہ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے اس طرح تیار ہو کر آتے دیکھ کر بولی

کہاں جاتی ہو، بہو؟

نرملا۔ ذرا اسپتال تک جاتی ہوں۔

رکمنی۔ وہاں جا کر کیا کروگی؟

نرملا۔ کچھ نہیں۔ کروں گی کیا؟ کرنے والے تو بھگوان ہیں، دیکھنے کو جی چاہتا ہے

رکمنی۔ میں کہتی ہوں تم نہ جاؤ۔
نرملا نے آخری عاجزی سے کہا۔ ابھی چلی آؤنگی، ویدی جی! جیارام کہہ رہا ہے۔
کہ اس وقت ان کی حالت اچھی نہیں ہے۔ دل نہیں مانتا۔ آپ بھی چلئے نہ!
رکمنی۔ میں دیکھ آئی ہوں۔ اتنا ہی سمجھ لو کہ اب باہری خون پہنچنے ہی پر جینے کی امید
ہے۔ کون اپنا تازہ خون دیگا؟ اور کیوں دیگا؟ اس میں بھی تو جان جوکھم کا ڈر ہے۔
نرملا۔ اسی لئے تو میں جاتی ہوں، میرے خون سے کیا کام نہ چلیگا؟
رکمنی۔ چلیگا کیوں نہیں۔ جوان ہی کا خون تو چاہئے۔ مگر تمہارے خون سے منسا کی
جان بچے۔ اس سے یہ کہیں اچھا ہے کہ اسے پانی میں بہا دیا جائے۔
تانگہ آ گیا۔ نرملا اور جیارام دونوں جا بیٹھے۔ تانگہ روانہ ہو گیا۔ رکمنی دروازہ پر
کھڑی دیر تک روتی رہی۔ آج پہلی بار اس کو نرملا پر رحم آیا۔ اس کا بس چلتا تو وہ
نرملا کو باندھ رکھتی۔ رحم اور ہمدردی کا جوش لئے کہاں لئے جاتا ہے۔ اسے وہ مخفی
طریقہ پر دیکھ رہی تھی۔ آہ اس میں بدنصیبی کا ہاتھ ہے، یہ تباہی کا راستہ ہے؟
نرملا اسپتال پہنچی تو چراغ جل چکے تھے۔ ڈاکٹر صاحبان اپنی اپنی رائے دے کر
رخصت ہو گئے تھے۔ منسارام کا بخار کچھ کم ہو گیا تھا۔ وہ ٹکٹکی باندھے دروازہ کی طرف
دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہ آسمان کی کھلی فضا کی طرف لگی ہوئی تھی۔ گویا وہ کسی دیوتا کا
انتظار کر رہا ہو۔ وہ کہاں ہے اور کس حالت میں ہے، اس کا اسے علم نہ تھا۔
دفعتاً نرملا کو دیکھتے ہی وہ چونک کر اٹھ بیٹھا۔ اس کی محویت غائب ہو گئی۔
اس کا مٹا ہوا حس عود کر آیا۔ اسے اپنی حالت کا علم ہو گیا۔ گویا کوئی بھولی ہوئی بات
یاد آ گئی ہو۔ اس نے آنکھیں پھاڑ کر نرملا کو دیکھا اور منہ پھیر لیا۔

یکایک منشی جی تیز لہجہ میں بولے "تم یہاں کیا کرنے آئیں"؟ نرملا ساکت رہ گئی وہ کیا بتلائے کہ کیا کرنے آئی ہے۔ اتنے سادہ سوال کا بھی وہ کیا کوئی جواب نہ دے سکے گی؟ وہ کیا کرنے آئی؟ اتنا مشکل سوال کس کے سامنے آیا ہوگا؟ گھر کا لڑکا بیمار ہے۔ اسے دیکھنے آئی ہے۔ یہ بات کیا بلا دریافت کئے معلوم نہ ہو سکتی تھی؟ پھر یہ سوال کیوں؟

وہ مبہوت سی کھڑی رہی گویا بالکل بدحواس ہو گئی ہو۔ اس نے دونوں لڑکوں سے منشی جی کے دکھ درد کی باتیں سن کر یہ قیاس کیا تھا کہ اب ان کا دل صاف ہو گیا ہے۔ اب اسے معلوم ہوا کہ وہ محض خیال تھا! اگر وہ جانتی کہ آنسوؤں کی بارش نے بھی شک کی آگ نہیں بجھائی تو وہ کبھی نہ جاتی۔ وہ کُڑھ کُڑھ کر مر جاتی مگر گھر سے باہر قدم نہ رکھتی۔

منشی جی نے پھر وہی سوال کیا۔ تم یہاں کیوں آئیں؟

نرملا نے بیخوفی سے جواب دیا۔ آپ یہاں کیا کرنے آئے ہیں؟

منشی جی کے نتھنے پھڑکنے لگے۔ وہ طیش میں آ کر پلنگ سے اٹھے۔ اور نرملا کا ہاتھ پکڑ کر بولے۔ تمہارے یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب میں بلاؤں تب آنا۔ سمجھ گئیں؟

ارے یہ کیا ہوا؟ منسارام جو پلنگ سے ہل بھی نہ سکتا تھا۔ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور نرملا کے پیروں پہ گر کر روتے ہوئے بولا۔ اماں جی، اس ابھاگے کے لئے آپ کو ناحق اتنی تکلیف ہوئی۔ میں آپ کی محبت کبھی نہ بھولوں گا۔ ایشور سے میری یہی بنتی ہے کہ میرا دوسرا جنم آپ ہی کے بطن سے ہو کہ میں آپ کے احسانات کا بدلہ دے سکوں۔ ایشور جانتا ہے کہ میں نے آپ کو سوتیلی ماں نہیں سمجھا۔ میں آپ کو اپنی ماں سمجھتا رہا

آپ کی عمر مجھ سے بہت زیادہ نہ ہو مگر آپ میری ماں کی جگہ پر تھیں اور میں نے آپ کو ہمیشہ اسی نظر سے دیکھا ...... اب نہیں بولا جاتا۔ اماں جی، معاف کیجئے، یہ آخری ملاقات ہے!

نرملا نے آنسوؤں کو روکتے ہوئے کہا۔ تم ایسی باتیں کیوں کہتے ہو؟ دو چار دن میں اچھے ہو جاؤ گے۔

منسارام نے کمزور آواز میں کہا۔ اب جینے کی خواہش نہیں۔ اور نہ بولنے کی طاقت ہی ہے۔ یہ کہتے کہتے منسارام کمزوری کے سبب وہیں پر لیٹ گیا۔ نرملا نے بیخوفی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ڈاکٹروں نے کیا صلاح دی؟

منشی جی۔ سب کے سب بھنگ کھا گئے ہیں، کہتے ہیں کہ تازہ خون چاہئے۔

نرملا۔ تازہ خون مل جاوے تو جان بچ سکتی ہے؟

منشی جی نے نرملا کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔ میں ایشور نہیں ہوں اور نہ ڈاکٹروں کو ایشور سمجھتا ہوں

نرملا۔ تازہ خون تو ایسی نایاب چیز نہیں ÷

منشی جی۔ آسمان کے تارے بھی تو نایاب ہیں منہ کے سامنے خندق کیا چیز ہے

نرملا۔ میں اپنا خون دینے کو تیار ہوں۔ ڈاکٹر کو بلائیے۔

منشی جی نے حیرت سے کہا۔ تم!

نرملا۔ ہاں۔ کیا میرے خون سے کام نہ چلے گا؟

منشی جی۔ تم اپنا خون دوگی؟ نہیں، تمہارے خون کی ضرورت نہیں۔ اس میں جان کا خطرہ ہے۔

نرملا۔ میری جان اور کس دن کام آوے گی؟

منشی جی نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ نہیں نرملا۔ اس کی قیمت اب میری نگاہوں میں بہت بڑھ گئی ہے۔ آج تک وہ میری نفس پرستی کی چیز تھی۔ آج سے وہ میری عقیدت کی چیز ہے میں نے تمہارے ساتھ سخت ناانصافی کی ہے مجھے معاف کرو۔

(۱۳)

جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ کسی کی کچھ نہ چلی۔ ڈاکٹر صاحب نرملا کے جسم سے خون نکالنے کی کوشش کر رہے تھے کہ منسارام اپنی پاکیزگی کی آخری جھلک دکھلا کر اس عالم وہم و خیال سے رخصت ہو گیا۔ شاید اتنی دیر تک اس کی جان نرملا ہی کے انتظار میں اٹک رہی تھی۔ اسے بیگناہ ثابت کئے بغیر وہ جسم کو کیسے چھوڑ دیتی؟ اب اس کا مقصد پورا ہو گیا۔ منشی جی کو نرملا کے بے گناہ ہونے کا یقین ہو گیا۔ مگر کب؟ جب کمان سے تیر نکل چکا تھا، جب مسافر پا بہ رکاب ہو چکا تھا!

اس صدمہ سے منشی جی کو جیسا دھکا ہو گیا۔ اس روز سے پھر ان کے ہونٹوں پر ہنسی نہ آئی۔ زندگی بیکار معلوم ہونے لگی۔ وہ کچہری جاتے۔ مگر مقدمات کی پیروی کے لئے نہیں بلکہ محض دل بہلانے کے لئے۔ گھنٹہ دو گھنٹہ میں وہاں سے اکتا کر چلے آتے۔ کھاتے پیتے تو لقمہ منہ میں نہ جاتا۔ نرملا اچھے سے اچھے کھانے پکاتی، مگر منشی دو چار نوالوں سے زیادہ نہ کھا سکتے تھے۔ ایسا معلوم ہو سکتا تھا کہ کھانا منہ سے نکلا پڑتا ہے۔ منسارام کے کمرہ کی طرف جاتے ہی ان کا دل پاش پاش ہو جاتا تھا جہاں ان کی امیدوں کا چراغ جلتا رہتا تھا وہاں اب تاریکی تھی۔ ان کے دو بیٹے اب بھی تھے مگر پھولنے پھلنے والا درخت گر پڑا۔ تو ننھے پودوں کا کیا اعتبار؟ یوں تو

جوان لوبوڑھے سب ہی مرتے ہیں مگر رنج اس بات کا تھا کہ انہوں نے خود ٹڑکے کی جان لی جس وقت یہ بات آجاتی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کا سینہ شق ہو جائیگا۔!

نرملا کو شوہر سے سچی ہمدردی تھی۔ حتی الامکان وہ انہیں خوش رکھنے کی کوشش کرتی تھی اور گئی گذری باتوں کا بھول کر بھی ذکر نہ کرتی تھی، منشی جی اس سے منسا رام کے متعلق کچھ کہتے ہوئے شرماتے تھے۔ ان کی کبھی کبھی ایسی خواہش ہوتی کہ ایک بار نرملا سے اپنے دل کی ساری باتیں کھول کر کہہ دوں مگر ندامت سے زبان بند ہو جاتی تھی اس طرح ان کو وہ تسکین بھی نہ ملتی تھی جو اپنا دکھ کہہ ڈالنے سے، دوسروں کو اپنے دکھ میں شریک کرنے سے، حاصل ہوتی ہے۔ مواد فاسد باہر نہ نکل کر اندر ہی اندر زہر پھیلاتا جاتا تھا، روز بروز بدن گھلتا جارہا تھا۔

ادھر کچھ دنوں سے منشی جی اور ان ڈاکٹر صاحب میں جنہوں نے منسا رام کا علاج کیا۔ دوستانہ تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ بیچارے کبھی کبھی آکر منشی جی کی تشفی کیا کرتے، کبھی کبھی اپنے ساتھ ہوا کھلانے کے لیئے کھینچ لے جاتے۔ ان کی بیوی بھی دو چار مرتبہ نرملا سے ملنے آئی تھی۔ نرملا بھی کئی بار ان کے گھر جا چکی تھی مگر جب وہ وہاں سے واپس آتی تو کئی دن تک اداس رہتی۔ ان دونوں کی خواہش گذران زندگی دیکھ کر اسے اپنی حالت پر رنج ہوئے بغیر نہ رہتا۔ ڈاکٹر صاحب کو کل دو سو روپے ماہوار ملتے تھے۔ مگر اسی قدر میں دونوں کی بآرام بسر ہوتی تھی۔ گھر میں صرف ایک مہری تھی۔ خانہ داری کا بہت سا کام ڈاکٹر صاحب کی بیوی کو اپنے ہی ہاتھوں کرنا پڑتا تھا اس کے بدن پر گہنے بھی بہت کم تھے مگر ان دونوں میں وہ محبت تھی جسے دولت کی ذرہ بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ شوہر کو دیکھ کر بیوی بشاش ہو جاتی تھی اور بیوی کو دیکھ کر شوہر

بھی چہرہ شگفتہ ہو جاتا تھا۔ نرملا کے مکان میں دولت اس سے کہیں زیادہ تھی گہنوں کے بوجھ سے اس کا جسم دبا جاتا تھا۔ اس کو گھر کا کوئی کام اپنے ہاتھ سے نہ کرنا پڑتا تھا مگر نرملا امیر ہونے پر بھی بہت مغموم تھی اور سدھا غریب ہونے پر خوش و خرم سدھا کے پاس ایسی کوئی چیز نہ تھی جو نرملا کے پاس نہ ہو۔ جس کے سامنے اسے اپنی امارت ہیچ معلوم ہوتی تھی جتنی کہ وہ سدھا کے گھر گہنے پہن کر جاتے ہوئے شرماتی تھی

ایک روز نرملا ڈاکٹر صاحب کے گھر گئی تو اسے بہت اداس دیکھ کر سدھا نے پوچھا۔ بہن، آج بہت اداس ہو، وکیل صاحب کی طبیعت تو اچھی ہے نہ ؟

نرملا۔ کیا کہوں سدھا، ان کی حالت روز بروز ابتر ہوتی جا رہی ہے کچھ کہتے نہیں بن پڑتا۔ نہ جانے ایشور کو کیا منظور ہے۔

سدھا۔ ہمارے بابو جی تو کہتے ہیں کہ انھیں کہیں تبدیل آب و ہوا کے لئے جانا ضروری ہے۔ ورنہ کوئی عارضہ لاحق ہو جائیگا۔ وہ کئی بار وکیل صاحب سے کہہ بھی چکے ہیں مگر وہ یہی جواب دیتے ہیں کہ میں تو بہت اچھا ہوں، مجھے کوئی شکایت نہیں۔ آج تم بھی کہنا۔

نرملا۔ جب ڈاکٹر صاحب کی نہیں سنتے تو میری کیا سنیں گے۔

یہ کہتے کہتے نرملا کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور وہ بات جو ادھر مہینوں سے اُسے پریشان کر رہی تھی، اس کے منہ سے نکل پڑی۔ اب تک اس نے چھپا رکھا تھا مگر اب نہ چھپا سکی بولی۔ بہن، مجھے تو کچھ اچھے آثار نظر نہیں آتے دیکھیں بھگوان کیا کرتے ہیں سدھا۔ تم آج ان سے زور دے کر کہنا کہ کہیں تبدیل آب و ہوا کے لیے چلیئے دو چار مہینے باہر رہنے سے بہت سی باتیں بھول جاوینگی۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ شاید مکان

تبدیل کر دینے سے بھی ان کا رنج کچھ گھٹ جائیگا۔ تم کہیں باہر جا بھی تو نہ سکوگی۔ یہ کونسا مہینہ ہے؟

نرملا۔ آٹھواں مہینہ جا رہا ہے۔ یہ اندیشہ تو مجھے ادہ بھی ہلاک کئے ڈالتا ہے میں نے تو اس کے لیئے ایشور سے کبھی بنتی بھی نہیں کی تھی۔ یہ بلا میرے سر نہ جانے کیوں ڈالدی۔ میں بڑی بدنصیب ہوں بہن، بیاہ کے ایک ماہ قبل باپ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے مرتے ہی میرے سر پر سنیچر سوار ہوا جہاں پہلے بیاہ کی گفتگو پختہ ہو چکی تھی۔ وہاں کے لوگوں نے بے رخی کا برتاؤ کیا بیچاری اماں جی کو بار حاش میرا بیاہ یہاں کرنا پڑا۔ اب چھوٹی بہن کا بیاہ ہونے والا ہے، دیکھیں اس کی ناؤ کس گھاٹ جاتی ہے :۔

سدھا۔ جہاں پہلے بیاہ کی گفتگو ہوئی تھی ان لوگوں نے انکار کیوں کر دیا تھا؟

نرملا۔ یہ تو وہی جانیں۔ باپ ہی نہ رہا تو سونے کی گھڑی کون دیتا؟

سدھا۔ یہ کمینہ پن ہے! کہاں کے رہنے والے تھے؟

نرملا۔ لکھنؤ کے۔ نام تو یاد نہیں مگر آبکاری کے کوئی بڑے افسر تھے :۔

سدھا نے متانت سے پوچھا۔ ان کا لڑکا کیا کرتا تھا؟

نرملا۔ کچھ نہیں۔ کہیں پڑھتا تھا مگر بڑا ہونہار تھا :۔

سدھا نے سر نیچا کر کے کہا۔ اس نے اپنے باپ سے کچھ نہ کہا؟ وہ تو جوان تھا، کیا اپنے باپ کو مجبور نہ کر سکتا تھا؟

نرملا۔ اب میں کیا جانوں بہن، سونے کی گھڑی کسے اچھی نہیں لگتی؟ جو پنڈت میرے یہاں سے سندیسہ لے کر گیا تھا اس نے تو کہا تھا کہ لڑکا ہی انکار کر رہا ہے۔ لڑکے کی ماں البتہ دیوی تھی۔ اس نے ان دونوں باپ بیٹے کو سمجھایا مگر اس کی ایک نہ چلی

ایسا ہی ایک شخص میرا شوہر ہے اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کن الفاظ میں اُسے ملامت کروں؟

سنہا نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ وُہ ..... وُہ ..... وُہ دوسری بات تھی لین دین کا سبب نہیں تھا۔ ایسی حالت میں ہم لوگ کیا کرتے؟ یہ بھی سننے میں آیا تھا کہ لڑکی میں کوئی نقص ہے۔ وہ بالکل دوسری بات تھی۔ مگر تم سے یہ داستان کس نے کہی؟

سُدھا۔ کہہ دو کہ وہ لڑکی کانی تھی، کُبڑی تھی۔ آوارہ تھی یا نائن کی بیٹی تھی اتنی کسر کیوں چھوڑ رکھی۔ بھلا سنو تو کہ اس لڑکی میں کیا نقص تھا؟

سنہا۔ میں نے دیکھا تو تھا نہیں۔ سننے میں آیا تھا کہ اُس میں کوئی نقص ہے

سُدھا۔ سب سے بڑا نقص یہی تھا کہ اس کے باپ کا انتقال ہو گیا اور وہ کوئی بھاری رقم نہ دے سکتی تھی۔ اتنا قبول کرتے ہوئے کیوں جھینپتے ہو؟ میں تمہارے کان تو نہ کاٹ لونگی۔ اگر دو چار فقرے کہوں تو اس کان سے سن کر اس کان سے اڑا دینا۔ زیادہ بکواس کروں تو چھری سے کام لے سکتے ہو عورت ذات ڈنڈے ہی سے ٹھیک رہتی ہے۔ اگر اس لڑکی میں کوئی عیب تھا تو میں کہونگی کہ لکشمی بھی بے عیب نہیں۔ تمہاری قسمت کھوٹی تھی، بس اور کیا؟ تمہیں تو میرے پالے پڑنا تھا۔

سنہا۔ تم سے کس نے کہا کہ وہ ایسی تھی اور ویسی تھی؟ جیسے تم نے کسی سے سن کر مان لیا ویسے ہی ہم لوگوں نے سُن کر مان لیا۔

سُدھا۔ میں نے سن کر نہیں مان لیا۔ اپنی آنکھوں دیکھا! زیادہ کیا تعریف کروں میں نے ایسی خوبصورت عورت کبھی نہیں دیکھی تھی۔

سنہا نے بیقرار ہو کر پوچھا۔ کیا وہ یہیں کہیں ہے؟ سچ بتاؤ اس کو کہاں

سُدھا۔ میں تو اس لڑکے کو پاتی تو خوب آڑے ہاتھوں لیتی ؛

نرملا۔ میرے نصیب میں تو جو لکھا تھا وہ ہو چکا، بیچاری کرشنا پر نہ جانے کیا بیتے گی ؟

شام کے وقت نرملا کے جانے پر، جب ڈاکٹر صاحب باہر سے آئے تو سُدھا نے کہا۔ کیوں جی! تم اس آدمی کو کیا کہو گے جو ایک جگہ بیاہ طے کر لینے کے بعد پھر لالچ سے کسی دوسری جگہ بیاہ کر لے ؟

ڈاکٹر سنہا نے بیوی کی طرف حیرت سے دیکھ کر کہا۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے اور کیا

سدھا۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ بھاری کمینہ پن ہے ؟

سنہا۔ ہاں، یہ کہنے سے مجھے انکار نہیں ؛

سُدھا۔ کس کا قصور زیادہ ہے۔ لڑکے یا لڑکے کے باپ کا ؟

سنہا کی سمجھ میں ابھی تک نہیں آیا کہ سُدھا کے ان سوالوں کا مطلب کیا ہے ؟ تعجب سے بولے جیسی حالت ہو، اگر وہ باپ کے تابع ہو تو باپ ہی کا قصور سمجھو ؛

سُدھا۔ تابع ہونے پر بھی کیا جوان آدمی کا کوئی قصور نہیں ؟ اگر اس کو اپنے لئے کوٹ کی ضرورت ہو تو وہ باپ کی مخالفت پر بھی اسے رو دھو کر سِلوا ہی لیتا ہے۔ کیا ایسی اہم بات کے متعلق وہ اپنی آواز کو باپ کے کانوں تک نہیں پہنچا سکتا۔ یہ کہو کہ لڑکا اور لڑکے کا باپ دونوں ہی قصوروار ہیں مگر زیادہ تر لڑکا۔ بڈھا آدمی سوچتا ہے کہ مجھے تو سارا خرچ برداشت کرنا پڑے گا۔ پس لڑکی والوں سے جتنا اینٹھ سکوں اتنا ہی اچھا۔ مگر لڑکے کا فرض ہے کہ اگر وہ خود غرضی کے ہاتھوں بالکل بِک نہیں گیا تو اپنی اخلاقی قوت سے کام لے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو میں کہوں گی کہ وہ حریص بھی ہے اور بزدل بھی۔ بدقسمتی سے

دیکھا ؟ کیا تمہارے گھر آئی تھی۔

سُدھا۔ ہاں میرے گھر آئی تھی اور ایکبار نہیں بلکہ کئی بار آ چکی ہے۔ میں بھی کئی بار اس کے یہاں جا چکی ہوں۔ وکیل صاحب کی بیوی وہی لڑکی ہے جس کو آپ نے نقص کے سبب سے چھوڑ دیا تھا ؛

سِنہا۔ سچ ؟

سُدھا۔ بالکل سچ! آج اگر اُسے معلوم ہو جاوے کہ آپ وہی حضرت ہیں تو شاید پھر اس مکان میں قدم نہ رکھے۔ ایسی نیک مزاج۔ گھر کے کاموں میں ایسی ہوشیار اور ایسی شکل صورت والی عورتیں اس شہر میں دو ہی چار ہونگی۔ تم میری تعریف کرتے ہو، میں تو اس کی لونڈی ہونے کے قابل بھی نہیں ہوں! گھر میں ایشور کا دیا سب کچھ ہے مگر جب جوڑا ہی ٹھیک نہیں تو اور سب چیزوں کا ہونا کس کام کا ؟ آفرین ہے اُس کے ضبط و تحمل کو کہ اس بوڑھے کھوسٹ وکیل کے ساتھ اپنے دن کاٹ رہی ہے میں تو کب کا زہر کھا لیا ہوتا۔ مگر دل کی بات کہنے ہی پر تھوڑا ظاہر ہوتی ہے بلکہ خود ہی ظاہر ہو جاتی ہے۔ وہ ہنسی ہے، بولتی ہے، گہنے کپڑے پہنتی ہے۔ مگر اُس کا ایک ایک رونگٹا رویا ہی کرتا ہے۔

سِنہا۔ وکیل صاحب کی خوب شکایت کرتی ہوگی ؛

سُدھا۔ شکایت کیوں کریگی ؟ کیا وہ اس کے شوہر نہیں ہیں ؟ اب تو دنیا میں اس کے لئے جو کچھ ہے وہ وکیل صاحب ہی ہیں۔ وہ بڈھے ہوں یا مریض مگر ہیں تو اُس کے شوہر ! شریف عورتیں شوہر کی ہجو نہیں کرتیں، یہ بد ذاتوں کا کام ہے وہ ان کی حالت دیکھ کر کڑھتی ہے مگر زبان سے کچھ نہیں کہتی ؛

سنہا۔ ان وکیل صاحب کو کیا سوجھی تھی جو اس عمر میں بیاہ کرنے چلے؟
سدھا۔ ایسے آدمی نہ ہوں تو غریب کنواریوں کی ناؤ کون پار لگائے؟ تم اور تمہارے جیسے لوگ بلا بھاری گٹھڑی لئے بات نہیں کرتے تو پھر یہ بیچاری کس کے گھر جاویں؟ تم نے یہ بڑا بھاری انیائے کیا ہے اور تمہیں اس کا پرائشچت (کفارہ) کرنا پڑیگا۔ ایشور اس کا سہاگ امر کرے۔ اگر وکیل صاحب کو کہیں کچھ ہو گیا تو بیچاری کی زندگی غارت ہو جاویگی۔ آج تو وہ بہت روتی تھی، تم لوگ واقعی بڑے بے رحم ہو۔ میں اپنے سوہن کا بیاہ کسی غریب لڑکی سے کرونگی ؛

ڈاکٹر صاحب نے آخری جملہ نہیں سُنا۔ وہ گہری فکر میں ڈوب گئے۔ ان کے دل میں یہ سوال باربار پیدا ہو کر انہیں پریشان کرنے لگا کہ کہیں وکیل صاحب کو کچھ ہو گیا، تو آج انہیں اپنی خود غرضی کی خوفناک صورت نظر آئی۔ واقعی یہ انہیں کا قصور تھا۔ اگر انہوں نے باپ سے باصرار کہا ہوتا کہ میں اور کہیں بیاہ نہ کرونگا تو وہ کیا ان کی مرضی کے خلاف اُس کا بیاہ کر دیتے!

دفعتاً سدھا نے کہا۔ اگر کہو تو کل نرملا سے تمہاری ملاقات کرا دوں وہ بھی ذرا تمہاری صورت دیکھ لے۔ وہ کچھ بولیگی تو نہیں مگر شاید وہ ایک ہی نظر سے تمہاری اتنی ملامت کر دیگی کہ تم تمام عمر نہ بھولو گے۔ بولو کل ملا دوں؟ تمہارا مختصر حال بھی بتلا دونگی ؛

سنہا نے کہا نہیں سدھا۔ تمہارے ہاتھ جوڑتا ہوں کہیں ایسا غضب نہ کرنا۔ ورنہ میں سچ کہتا ہوں کہ گھر چھوڑ کر بھاگ جاؤنگا ؛

سدھا۔ جو کانٹا بویا ہے اس کا پھل کھاتے کیوں اتنا ڈرتے ہو؟ جسکی گردن پر کٹار چلائی ہے اسے ورد سے تڑپتا ہوا تو دیکھو۔ میرے داداجی نے پانچ ہزار دئے نہ؟ ابھی

ابھی چھوٹے بھائی کے بیاہ میں پانچ چھ ہزار اور مل جاوینگے پھر تو تمہارے برابر دولتمند دنیا میں کوئی دوسرا نہ ہوگا! گیارہ ہزار بہت ہوتے ہیں، باپ رے باپ، گیارہ ہزار، اٹھا اٹھا کر رکھنے لگیں تو مہینوں لگ جائینگے! اگر لڑکے اڑانے بھی لگیں تو تین پشتوں کو کافی ہو! کہیں سے گفتگو در پیش ہے یا نہیں؟

اس طعن آمیز کلام سے ڈاکٹر صاحب اس قدر نادم ہوئے کہ سر تک نہ اٹھا سکے ان کی ساری گویائی سلب ہو گئی۔ ذرا سا منہ نکل آیا۔ گویا طمانچے پڑ گئے ہوں! اسی وقت کسی نے ڈاکٹر صاحب کو پکارا، بیچارے جان لے کر بھاگے۔ عورت طعنہ زنی میں کتنی ہوشیار ہوتی ہے، اس کا آج پتہ چل گیا۔

رات کو ڈاکٹر صاحب لیٹے ہوئے سدھا سے بولے۔ نرملا کی تو کوئی بہن اور ہے نہ؟

سدھا۔ ہاں آج اس کا تو ذکر کرتی تھی۔ اس کی فکر ابھی سے دامنگیر ہے۔ نرملا پر تو جو کچھ بیتنی تھی بیت چکی۔ بہن کی فکر میں پڑی ہوئی ہے۔ ماں کے پاس تو اب اور بھی کچھ نہیں رہا۔ مجبوراً کسی ایسے بابا کے گلے وہ بھی منڈھ دی جاویگی۔

سنہا۔ نرملا تو اب اپنی ماں کی مدد کر سکتی ہے۔

سدھا نے تیز لہجہ میں کہا۔ تم بھی کبھی کبھی بالکل بے سر پیر کی باتیں کرنے لگتے ہو، نرملا بہت کرے گی تو دو چار سو روپیے دے دیگی۔ اور کیا کر سکتی ہے؟ وکیل صاحب کا یہ حال ہو رہا ہے، اسے بھی تو ابھی پہاڑ سی عمر کاٹنی ہے! پھر کون جانے اس کے گھر کا کیا حال ہے؟ اِدھر چھ مہینے سے بیچارے گھر بیٹھے ہیں۔ روپیے آسمان سے تھوڑا ہی برستے ہیں۔ دس بیس ہزار ہونگے بھی تو بنک میں ہونگے، کچھ نرملا کے پاس

تو رکھتے نہ ہوں گے۔ ہمارا دو سو روپے ماہوار کا خرچ ہے تو کیا انکا چار سو ماہوار کا بھی نہ ہوگا؟
سدھا تو سو گئی مگر ڈاکٹر صاحب بہت دیر تک کروٹیں بدلتے رہے پھر کچھ سوچکر اٹھے اور میز پر جا کر ایک خط لکھنے لگے۔

(۱۴)

تینوں باتیں ایک ساتھ ہی ہوئیں۔ نرملا کے لڑکی پیدا ہوئی۔ کرشنا کا بیاہ طے ہوا۔ اور منشی طوطا رام کا مکان نیلام ہو گیا۔ لڑکی کا پیدا ہونا تو معمولی بات تھی، اگرچہ نرملا کی نگاہوں میں یہ اس کی زندگی کا اہم ترین واقعہ تھا۔ بقیہ دونوں واقعے غیر معمولی تھے۔ کرشنا کا بیاہ ایسے با اثر خاندان میں کیونکر طے ہوا۔؟ اس کی ماں کے پاس تو جہیز کے نام پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ اور ادھر بوڑھے سنہا صاحب جو اب پنشن لے کر مکان آ گئے تھے۔ اپنی برادری میں بڑے ہی لالچی مشہور تھے۔ وہ اپنے لڑکے کا بیاہ ایسے مفلس گھرانے میں طے کرنے پر کیسے رضامند ہوئے۔ کسی کو یکایک اس کا یقین نہ آتا تھا۔ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز امر منشی جی کے مکان کا نیلام ہو جانا تھا۔ لوگ منشی جی کو اگر لکھ پتی نہیں تو کم از کم بڑا آدمی ضرور خیال کرتے تھے۔ ان کا مکان کیسے نیلام ہوا؟ بات یہ تھی کہ منشی جی نے ایک مہاجن سے کچھ روپے قرض لیکر ایک گاؤں رہن رکھا تھا۔ انہیں امید تھی کہ سال چھ مہینے میں یہ روپے ادا کر دیں گے اور پھر دس پانچ برس میں اس گاؤں پر بھی پورا قبضہ کر لیں گے کیونکہ زمیندار اصل اور سود کے سب روپے ادا نہ کر سکے گا۔ اسی امید پر منشی جی نے یہ معاملہ کیا تھا گاؤں بہت بڑا تھا، چار پانچ سو روپے سالانہ کا منافع تھا۔ مگر دل کی بات دل ہی میں رہ گئی۔ منشی جی اپنے کو بہت کچھ سمجھانے پر بھی کچہری کا کام

نہ کم سکے، لڑکے کے سوگ نے ان میں کوئی کام کرنے کی طاقت ہی باقی نہ رکھی تھی۔ کون
ایسا بے درد باپ ہے جو لڑکے کے حلق پر تلوار پھیر کر بھی اپنے دل کو مطمئن کر سکے؟

مہاجن کے پاس جب سال بھر کا سود نہ پہنچا۔ اور نہ اس کے بار بار بلانے پر منشی جی
اس کے پاس ہی گئے، یہاں تک کہ آخری مرتبہ انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہم کسی کے
غلام نہیں ہیں، ساہو جی چاہے جو کریں۔ تو ساہو جی کو بھی غصہ آ گیا۔ اس نے نالش کر دی
منشی جی جواب دہی کرنے بھی نہ گئے۔ یکطرفہ ڈگری ہو گئی۔ یہاں مکان میں روپے
کہاں رکھے تھے؟ اتنے ہی دنوں میں منشی جی ساکھ بھی زائل ہو گئی تھی۔ وہ روپیہ
کا بندوبست نہ کر سکے۔ نتیجہ یہ کہ مکان نیلام پر چڑھ گیا۔ نرملا زچہ خانہ میں تھی۔
یہ خبر سنی تو کلیجہ دھک سے ہو گیا۔ زندگی میں اور کوئی سکھ نہ ہونے پر بھی روپے
پیسے کی فکر سے آزاد تھی۔ دولت اگر انسانی زندگی کے لئے بہترین شے نہیں تو قریب
قریب بہترین کے ضرور ہے۔ اب دیگر ضروریات کے ساتھ اسکی فکر بھی اسکے سر پر
سوار ہو گئی۔ اس نے دایہ سے کہلا بھیجا کہ میرے سب گہنے فروخت کر کے مکان کو
بچا لیجئے۔ مگر منشی جی نے یہ بات کسی طرح نہ منظور کی۔

اس روز سے منشی جی اور بھی متفکر رہنے لگے۔ جس عمارت کا لطف اٹھانے
کے لئے انہوں نے بیاہ کیا تھا وہ اب ماضی کی محض یادگار تھی۔ وہ اب پشیمانی
سے نرملا کو اپنا منہ تک نہ دکھلا سکتے تھے۔ انہیں اب اپنی اس بے انصافی کا
اندازہ ہو رہا تھا جو انہوں نے نرملا کے ساتھ کی تھی۔ اور لڑکی کی ولادت نے تو
بقیہ کسر پوری کر دی، سب چوپٹ ہی ہو گیا۔

بارھویں روز زچہ خانہ سے نکل کر نرملا نا امیدہ بچہ کو گود میں لئے شوہر کے

پاس گئی۔ وہ اس ناداری کی حالت میں بھی اتنی خوش تھی گویا اسے کوئی فکر نہیں ہے ننھی بچی کو سینہ سے لگاکر وہ اپنے سارے تفکرات بھول گئی تھی۔ لڑکی کی کشادہ اور پُرمسرت آنکھوں کو دیکھ کر اُس کا دِل شگفتہ ہو رہا تھا۔ ممتا کے اِس ظہور میں اُس کے سارے دُکھ درد دُور ہو گئے تھے۔ وہ لڑکی کو شوہر کی گود میں دے کر خوش ہو جانا چاہتی تھی مگر منشی لڑکی کو دیکھ کر سہم گئے۔ اُنہیں اُس کو گود میں لینے کا حوصلہ نہ ہوا مگر اُنہوں نے ایک بار اُسے دُکھ بھری نگاہوں سے دیکھا اور پھر سر جھکا لیا۔ لڑکی کی صورت منسارام کے بالکل مشابہ تھی!

نرملا نے اُن کے دلی خیالات کی کچھ اور ہی تعبیر کی۔ اُس نے سو گنے پیار سے ساتھ لڑکی کو سینہ سے لگا لیا، گویا اُن سے کہہ رہی تھی:۔ اگر تم اس کے بوجھ سے دبے جاتے ہو تو آج سے میں اس پر تمہارا سایہ نہ پڑنے دُونگی۔ جس دُرِ بے بہا کو میں نے اتنی منت کے بعد پایا ہے اُس کی تحقیر کرتے ہوئے تمہارا دِل نہیں پھٹ جاتا؟ وہ اُسی وقت لڑکی کو اپنے سینہ سے لگائے ہوئے اپنے کمرہ میں چلی گئی اور دیر تک روتی رہی اُس نے شوہر کی اس بے دلی کو سمجھنے کی ذرا بھی کوشش نہ کی ورنہ وہ شاید اُن کو اتنا بے درد خیال نہ کرتی۔ اُس کے سر پر ذمہ داری کا اتنا زبردست بار کہاں تھا جو اُس کے شوہر پر آ پڑا تھا؟ کیا وہ سمجھنے کی کوشش کرتی تو اتنا بھی اُس کی سمجھ میں نہ آتا؟

منشی جی کو ایک ہی لمحہ میں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ ماں کا دِل محبت میں اتنا محو رہتا ہے کہ مستقبل کی فکر و پریشانی سے اُس کو ذرہ بھی ہراس نہیں ہوتا۔ اُسے اپنے دِل میں ایسی طاقت کا احساس ہوتا ہے جو تمام تکالیف کو دُور کر دینے کی کفیل ہوتی ہے۔ منشی جی فوراً دَوڑے ہوئے مکان میں گئے اور بچّہ کو گود میں لے کر بولے۔ مجھے یاد آتا ہے کہ منسا بھی ایسا ہی تھا، بالکل ایسا ہی!

نرملا - وہ بڑی جی بھی تو یہی کہتی ہیں +

منشی جی - بالکل وہی بڑی بڑی آنکھیں اور سُرخ سُرخ ہونٹ ہیں - ایشور نے مجھے منسا رام کو اس شکل میں دیا - وہی پیشانی ہے، وہی منہ، وہی ہاتھ پیر! ایشور تمہاری لیلا اپار ہے!

اتفاقاً اُسی وقت رُکمنی بھی آگئی اور منشی جی کو دیکھتے ہی بولی - دیکھو بابو! منسا رام ہے کہ نہیں؟ وہی آیا ہے - کوئی لاکھ کہے، میں نہ مانوں گی - صاف منسا رام ہے! سال بھر کے قریب بھی تو ہو گیا +

منشی جی - بہن، ایک ایک عضو ملتا ہے - بس، بھگوان نے مجھے میرا منسا رام دے دیا! (بچہ سے) کیوں ری منسا رام ہی ہے؟ چھوڑ کر جانے کا نام نہ لینا ورنہ پھر کھینچ لاؤں گا - دیکھو بہن، کیسا ٹکر ٹکر تاک رہی ہے!

اُسی لمحہ منشی جی نے دوبارہ آرزوؤں کا محل بنانا شروع کیا - نفس نے انہیں پھر دنیا کی طرف راغب کیا - انسانی زندگی! تو کتنی ناپائیدار ہے مگر تیرے منصوبے کتنے دیرپا! وہی طوطا رام جو تارک الدنیا ہو رہے تھے، جو رات دن موت کو بلاتے رہتے تھے، تنکے کا سہارا پا کر کنارے پر پہنچنے کے بعد اپنی پوری طاقت سے اُٹھ بیٹھ رہے تھے +

مگر تنکے کا سہارا پا کر کوئی کنارے پر پہنچا ہے؟

(۱۵)

اگرچہ نرملا کو اپنے ہی گھر کے جھنجھٹ سے فرصت نہ تھی مگر کرشنا کے بیاہ کی خبر پا کر وہ کسی طرح نہ رک سکی - اُس کی ماں نے اُسے باصرار طلب کیا تھا - سب سے

بڑی ترغیب یہ تھی کہ کرشنا کا بیاہ اُسی گھر میں ہو رہا تھا جہاں خود نرملا کا بیاہ پہلے طے ہو تھا۔ تعجب یہی تھا کہ وہ اب تنبہ بلا کسی جہیز کے بیاہ کرنے پر راضی ہو گئے۔ نرملا کو کرشنا کے متعلق بہت تشویش رہتی تھی۔ سمجھتی تھی کہ میری طرح وہ بھی کسی بڈھے کے گلے منڈھ دی جائیگی۔ وُہ بہت چاہتی تھی کہ ماں کی کچھ مدد کروں جس سے کرشنا کے لئے کوئی اچھا لڑکا مل سکے۔ لیکن اِدھر وکیل صاحب کی بیکاری اور مہاجن کی نالش کے سبب اُس کا ہاتھ بھی تنگ تھا ایسی حالت میں اس خبر سے اُس کو بہت اطمینان ہوُا۔ روانگی کی شروع کردی۔ وکیل صاحب اسٹیشن تک پہنچانے گئے۔ ننھی بچی سے اُنہیں بڑی محبت تھی۔ اُسے چھوڑتے ہی نہ تھے، حتیٰ کہ نرملا کے ساتھ جانے کو تیار ہو گئے مگر شادی کے ایک ماہ قبل ہی اُن کا سُسرال میں جا کر رہنا نرملا کو مناسب نہ معلوم ہوُا ✤

نرملا نے اپنی ماں سے اب تک اپنی مصیبت کا حال بیان نہ کیا تھا جو بات ہو گئی اُس کا رونا رو کر ماں کو بھی رُلانے سے کیا فائدہ؟ پس اُس کی ماں سمجھتی تھی کہ نرملا نہایت آرام سے ہے۔ اب جو نرملا کی صُورت دیکھی تو گویا اُس کے دِل کو دھکا سا لگا۔ لڑکیاں سُسرال سے کھِل کر نہیں آتیں، پھر نرملا جیسی لڑکی جس کے لئے آسائش کے سبھی سامان موجود تھے۔ اُس نے کتنی ہی لڑکیوں کو نیا چاند بن کر سُسرال جاتے اور پُورا چاند بن کر واپس آتے دیکھا تھا۔ دِل میں سوچ رکھا تھا کہ نرملا کا رنگ نکھر گیا ہو گا، جسم بھر کر سڈول ہو گیا ہو گا۔ اور اُس کے ہر عضو کا رنگ رُوپ کچھ اور ہی ہو گیا ہو گا۔ اب جو دیکھا تو اُس کا آدھا بدن بھی نہ رہ گیا تھا۔ نہ شباب کی شوخی تھی اور نہ وہ تبسّم جو دل کو کھینچ لیتا ہے۔ وہ خوبصورتی، وُہ نزاکت جو آرام و آسائش کی زندگی کا نتیجہ ہے یہاں نام کو نہ تھی۔ چہرہ زرد، اعضاء سُست، حالت گری ہوئی، نرملا اُنیس سال ہی

کی عمر میں بڑھی ہوگئی تھی! جب ماں بیٹیاں رو دھو کر فارغ ہوگئیں تو ماں نے پوچھا۔ کیوں ری! کیا وہاں تجھے کھانے کو نہ ملتا تھا؟ اس سے کہیں اچھی تو تو نہیں تھی۔ وہاں تجھے کیا تکلیف ہوئی؟

کرشنا نے ہنس کر کہا۔ وہاں مالکہ تھیں کہ نہیں! مالکہ کو جو دنیا بھر کے تفکرات رہتے ہیں! کھانا کب کھائیں؟

نرملا۔ نہیں امّاں وہاں کی آب و ہوا میرے موافق نہیں ہے طبیعت بھاری رہا کرتی ہے۔

ماں۔ وکیل صاحب شادی میں آوینگے نہ؟ اُس وقت پوچھونگی کہ آپ نے پھول سی لڑکی لے جاکر اُس کی یہ گت بنا ڈالی! اچھّا اب یہ بتا کہ تو نے روپئے کیوں بھیجے تھے؟ میں نے تو تجھ سے کبھی نہ مانگے تھے۔ لاکھ گئی گزری ہوں، مگر بیٹی کا دھن کھانے کی نیّت نہیں!

نرملا نے حیرت سے پوچھا۔ کس نے روپئے بھیجے تھے، امّاں؟ میں نے تو نہیں بھیجے۔

ماں۔ جھوٹا نہ بول! تو نے پانچ سَو کے نوٹ نہیں بھیجے تھے؟

کرشنا۔ بھیجے نہیں تھے تو کیا آسمان سے گر پڑے؟ تمہارا نام صاف لکھا تھا، مُہر بھی وہاں کی تھی۔

نرملا۔ تمہارے پیر چھو کر کہتی ہوں کہ میں نے روپئے نہیں بھیجے۔ یہ کب کی بات ہے؟

ماں۔ ارے یہی دو ڈھائی مہینے ہوئے ہونگے۔ مگر تو نے نہیں بھیجے تو آئے کہاں سے؟

نرملا۔ یہ میں کیا جانوں؟ میں نے روپئے نہیں بھیجے۔ ہمارے یہاں تو جب سے جوان بیٹا مرا ہے، کچہری ہی نہیں جاتے۔ میرا ہاتھ تو آپ ہی تنگ تھا۔ روپئے کہاں سے آتے؟

ماں۔ یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔ وہاں اور کوئی تیرا قریبی رشتہ دار تو نہیں ہے؟ صاحب نے تجھ سے چھپا کر تو نہیں بھیجے؟

نرملا۔نہیں امّاں، مجھے تو یقین نہیں ۔

ماں۔اس کا پتہ لگانا چاہئے۔ میں نے سارے روپئے کرشنا کے گہنے کپڑے میں خرچ کر ڈالے۔یہی بڑی مشکل ہوئی ۔

دونوں لڑکیوں میں کسی بات پر جھگڑا شروع ہُوا اور کرشنا اُس کا نپٹارا کرنے اُدھر چلی گئی تو نرملا نے ماں سے کہا۔اس بیاہ کی بات سُن کر مجھے بڑا تعجّب ہُوا۔یہ کیسے ہُوا، امّاں ؟

ماں۔یہاں جو سُنتا ہے وہی تعجّب کرتا ہے۔جن لوگوں نے طے شُدہ شادی سے انکار کر دیا تھا اور وہ بھی محض تھوڑے روپئے کے لالچ سے، وُہ اب بغیر کچھ لئے کیسے بیاہ کرنے پر تیّار ہو گئے، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اُنہوں نے خود ہی خط بھیجا۔میں نے صاف لکھ دیا کہ میرے پاس دینے کو کچھ نہیں ہے، صرف کنیّا ہی سے آپکی خدمت کر سکتی ہوں ۔

نرملا۔اس کا کچھ جواب نہ دیا ؟

ماں۔شاستری جی خط لے کر گئے تھے۔وہ تو یہ کہتے تھے کہ اب منشی جی کچھ لینے کے خواہشمند نہیں ہیں، اپنی سابق وعدہ خلافی پر کچھ نادم بھی ہیں۔منشی جی سے تو اتنی فیاضی کی اُمید نہ تھی مگر سُنتی ہُوں کہ اُن کے بڑے صاحبزادے نہایت شریف آدمی ہیں اُنہوں نے کہہ سُن کر باپ کو راضی کیا ہے ۔

نرملا۔پہلے تو وہ حضرت بھی تھیلی چاہتے تھے نہ ؟

ماں۔ہاں، مگر اب تو شاستری جی کہتے تھے کہ جہیز کے نام سے چڑھتے ہیں۔سُنا ہے کہ یہاں بیاہ نہ کرنے پر پچھتاتے بھی تھے۔روپئے کے لئے بات بگاڑی تھی اور روپئے بھی خُوب ملے مگر عورت پسند نہیں ۔

مجھ سے محبت ہے، بار بار میرا مُنہ دیکھتے رہتے ہیں، لیکن جو بات اُن کے اور میرے قابو سے باہر ہے اُس کے لئے وہ کیا کر سکتے ہیں اور مَیں کیا کر سکتی ہُوں؟ نہ وہ جوان ہو سکتے ہیں، نہ مَیں بُوڑھی ہو سکتی ہُوں۔ جوان بننے کے لئے وہ نہ جانے کتنے کُشتے کھاتے رہتے ہیں، مَیں بھی بوڑھی ہو جانے کے لئے دُودھ گھی سب ترک کئے بیٹھی ہُوں۔ سوچتی ہُوں کہ میرے دُبلے ہونے ہی سے عُمر کا فرق کچھ کم ہو جاوے، مگر نہ اُنہیں مقوّی چیزوں سے کوئی فائدہ ہوتا ہے اور نہ مجھے فاقوں سے! جب سے منسا رام کا انتقال ہو گیا ہے، اُن کی حالت اور بھی ابتر ہو گئی ہے۔

کرشنا۔ منسا رام کو تو تم بھی بہت پیار کرتی تھیں؟

نرملا۔ وہ لڑکا ہی ایسا تھا۔ ایسی بڑی بڑی دورے دار آنکھیں مَیں نے کسی کی نہیں دیکھیں۔ کنول سا چہرہ ہر وقت کِھلا رہتا تھا۔ جثّہ ایسا تھا کہ موقع پڑا کر تو شیر سے بھی کُود پڑتا! کرشنا! مَیں تجھ سے سچ کہتی ہُوں کہ جب وہ میرے پاس آکر بیٹھ جاتا تھا تو مَیں اپنے کو بُھول جاتی تھی۔ جی چاہتا کہ یہ ہر دم سامنے بیٹھا رہے اور مَیں دیکھا کروں۔ میرے دِل میں پاپ کا نام نہ تھا۔ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی مَیں نے اُس کی طرف کسی اور نیّت سے دیکھا ہے تو میری آنکھیں پُھوٹ جائیں، مگر نہ جانے کیوں اُسے اپنے پاس دیکھ کر میرا دِل پُھولا نہ سماتا تھا۔ اِسی لئے مَیں نے پڑھنے کا سوانگ رچا، ورنہ وہ گھر میں آتا ہی نہ تھا۔ یہ مَیں جانتی ہُوں کہ اگر اُس کے دِل میں پاپ ہوتا تو مَیں اُس کے لئے سب کچھ کر سکتی تھی۔

نرملا کے دل میں اُس شخص کو دیکھنے کی زبردست خواہش ہوئی جو اُس سے بے رُخی کر کے اب اُس کی بہن کا، اُودھار کرنا چاہتا تھا۔ یہ کفارہ سہی، مگر کتنے ایسے اِنسان ہیں جو اِس کفارہ کے لئے بھی تیار رہوں؟ اُن سے باتیں کرنے کے لئے، ملائم اِلفاظ میں اُن کی ملامت کرنے کے لئے اور اپنے حسنِ بینظیر کی جھلک سے اُنہیں اور بھی جلانے کے لئے نرملا کا دل بیچین ہو گیا۔ رات کو دونوں بہنیں، ایک ہی کمرہ میں سوئیں۔ محلہ میں کن کن لڑکیوں کا بیاہ ہو گیا، کن کن کے بچے ہوئے، کس کس کا بیاہ دھوم دھام سے ہوا، کس کس کو خاطر خواہ شوہر ملے، کون کتنے اور کیسے گہنے چڑھاوے میں لایا، انہیں مسئلوں پر دونوں میں بڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ کرشنا بار بار چاہتی تھی کہ بہن کے گھر کا کچھ حال دریافت کرے، مگر نرملا اُسے اِس کا موقع نہ دیتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ جو باتیں پوچھے گی اُس کے بتلانے میں مجھے تامّل ہوگا۔ آخر ایک بار کرشنا پوچھ ہی بیٹھی جیجا جی آئینگے نہ؟

نرملا۔ آنے کو کہا تو ہے۔

کرشنا۔ اب تو تم سے خوش رہتے ہیں نہ، یا اب بھی وہی حال ہے؟ میں تو سُنا کرتی تھی کہ دوبارہ شادی کرنے والے لوگ اپنی بیوی کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں مگر یہاں بالکل اُلٹی ہی بات دیکھی۔ آخر کس بات پر بگڑتے رہتے ہیں؟

نرملا۔ اب میں کسی کے جی کی کیا جانوں؟

کرشنا۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ تمہاری رُکھائی سے وہ چڑھتے ہونگے۔ تم تو یہیں سے جلی ہوئی گئی تھیں، وہاں بھی انہیں کچھ کہا ہوگا؟

نرملا۔ یہ بات نہیں ہے کرشنا! میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ جو میرے دل میں اُنکی

کرشنا۔ ارے بہن، چُپ رہو، کیسی باتیں مُنہ سے نکالتی ہو؟

نرملا۔ ہاں، یہ بات سُننے میں بُری معلوم ہوتی ہے اور ہے بھی بُری۔ مگر انسانی فطرت کو تو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ تُو ہی بتا، ایک پچاس برس کے مرد سے تیرا بیاہ ہو جاوے تو تُو کیا کرے گی؟

کرشنا۔ بہن میں تو زہر کھا سو رہوں، مجھے تو اُس کا مُنہ بھی دیکھتے نہ بنے۔

نرملا۔ تو بس یہی سمجھ لے۔ اُس لڑکے نے کبھی میری طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھا مگر بُڈھے شکی تو ہوتے ہی ہیں، تمہارے جیجا اُس لڑکے کے دشمن ہو گئے اور آخر اُس کی جان ہی لے کر چھوڑی جس روز اُسے معلوم ہو گیا کہ باپ کے دل میں میری طرف سے شُبہ ہے اُسی روز سے اُس کو بخار چڑھا جو جان لے کر ہی اُترا۔ ہائے، وہ آخری وقت کا نظارہ آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتا۔ میں اسپتال گئی تھی، وہ بخار میں بیہوش پڑا تھا، اُٹھنے کی طاقت نہ تھی۔ مگر جونہی میری آواز سُنی کہ چونک کر اُٹھ بیٹھا اور امّاں امّاں کہہ کر میرے پیروں پر گر پڑا! (رو کر) کرشنا! اُس وقت ایسا جی چاہتا کہ اپنی جان نکال کر اُسے دیدوں۔ میرے پیروں پر ہی اُسکو غش آگیا۔ پھر اُس نے آنکھیں نہیں کھولیں! ڈاکٹر نے اُس کے جسم میں تازہ خُون پہنچانا تجویز کیا تھا۔ یہی سُن کر میں دَوڑی گئی تھی لیکن جب تک ڈاکٹر لوگ وہ عمل شروع کریں، اُس کی جان ہی ہوا ہو گئی۔

کرشنا۔ تازہ خُون پہنچ جانے سے اُس کی جان بچ جاتی؟

نرملا۔ کون جانتا ہے، مگر میں تو اپنے خون کا آخری قطرہ تک دے ڈالنے پر آمادہ تھی۔ اُس حالت میں بھی اُس کا چہرہ چمک رہا تھا۔ اگر وہ مجھے دیکھتے ہی دوڑ کر میرے پیروں پہ نہ گر پڑتا، اگر پہلے ہی کچھ خون بدن میں پہنچ جاتا تو شائد بچ بھی سکتا۔

کرشنا۔ تو تم نے اُس کو اُسی وقت لِٹا کیوں نہیں لیا تھا؟

نرملا۔ ارے پگلی! تُو نے ابھی تک بات نہیں سمجھی۔ وُہ میرے پیروں پر گِر کر اور ماں بیٹے کا رشتہ دِکھلا کر اپنے باپ کے دِل سے وُہ شُبہ دُور کرنا چاہتا تھا صرف اِسی لئے وہ اُٹھا تھا میری تکلیف رفع کرنے کے لئے اُس نے جان دی اور اُس کی وُہ خواہش پُوری ہوگئی۔ تمہارے جیجا اُسی دِن سے سیدھے ہو گئے ابتو اُنکی حالت پر مجھے رحم آتا ہے۔ بیٹے کا غم اُن کی جان لے کر چھوڑیگا۔ مجھ پر شک کر کے میرے ساتھ جو ناانصافی کی ہے اب اُس کی تلافی کر رہے ہیں۔ ابکے اُن کی شکل دیکھ کر ڈر جائیگی۔ بُوڑھے بابا بن گئے ہیں۔ کمر بھی کچھ جُھک گئی ہے +

کرشنا۔ بُڈھے اتنے شکی کیوں ہوتے ہیں، بہن +

نرملا۔ یہ جاکر بُڈھوں سے پُوچھ!

کرشنا۔ مَیں تو سمجھتی ہُوں کہ اُن کے دِل میں ہر وقت ایک چور سا بیٹھا رہتا ہوگا کہ مَیں اِس نوجوان عورت کو خُوش نہیں کر سکتا۔ اِسی لئے ذرا ذرا سی بات پر اُنہیں شک ہونے لگتا ہے +

نرملا۔ جانتی تو ہے پھر مجھ سے کیوں پُوچھتی ہے؟

کرشنا۔ اِسی لئے بیچارہ عورت سے دبتا بھی ہوگا۔ دیکھنے والے سمجھتے ہونگے کہ یہ بہت پیار کرتا ہے +

نرملا۔ تُو نے اتنے ہی دنوں میں اتنی باتیں کہاں سے سیکھ لیں؟ ان باتوں کو جانے دے، بتا! تجھے اپنا دُولہا پسند ہے؟ اُس کی تصویر تو دیکھی ہوگی؟

ایک لمحہ میں کرشنا نے تصویر لا کر نرملا کے ہاتھ میں رکھ دی۔ نرملا نے مُسکرا کر

نرملا۔ سچ! سوت کات لیتی ہے؟

کرشنا۔ ہاں بہن! تھوڑا تھوڑا کات لیتی ہوں۔ جب وہ کھدر کے اتنے شائق ہیں تو چرخہ بھی ضرور چلاتے ہونگے۔ میں نہ چلا سکونگی تو مجھے کتنی شرم معلوم ہوگی +

اسی طرح باتیں کرتے دونوں بہنیں سوگئیں۔ تقریباً دو بجے رات کو بچی روئی تو نرملا کی آنکھ کھلی۔ دیکھا کرشنا کا پلنگ خالی پڑا تھا۔ نرملا کو تعجب ہوا کہ اتنی رات گئے کرشنا کہاں چلی گئی۔ شائد پانی پینے گئی ہو۔ مگر پانی تو سرہانے رکھا ہوا ہے، پھر کہاں گئی؟ اس نے دو تین بار اُس کا نام لے کر پکارا۔ مگر کرشنا کا پتہ نہ تھا۔ تب نرملا گھبرا اٹھی اُس کے دل میں طرح طرح کے اندیشے ہونے لگے۔ دفعتاً اُسے خیال آیا کہ شائد اپنے کمرہ میں نہ چلی گئی ہو۔ بچی کے سو جانے پر وہ اُٹھ کر کرشنا کے کمرہ کے دروازہ پر گئی۔ اُس کا خیال ٹھیک تھا۔ کرشنا اپنے کمرہ میں تھی۔ سارا گھر سو رہا تھا اور وہ بیٹھی چرخہ چلا رہی تھی۔ اتنی محویت سے شاید اُس نے تھیٹر بھی نہ دیکھا ہوگا۔ نرملا دنگ رہ گئی۔ اندر جا کر بولی۔ یہ کیا کر رہی ہے، ارے! یہ چرخہ چلانے کا وقت ہے +

کرشنا چونک کر اُٹھ بیٹھی اور شرم سے سر جھکا کر بولی۔ تمہاری نیند کیسے کھل گئی؟ پانی بھی تو وہیں رکھ دیا تھا +

نرملا۔ میں کہتی ہوں کہ دن کو تجھے وقت نہیں ملتا جو رات کے پچھلے پہر میں چرخہ لے کر بیٹھی ہے؟

کرشنا۔ دن میں تو فرصت ہی نہیں ملتی +

سرسہا۔ تُو بڑی خُوش نصیب ہے +

کرشنا۔ ہاں جی نے بھی بہت پسند کیا +

نرملا۔ تجھے پسند ہے کہ نہیں، یہ بتلا! دُوسروں کی بات نہ کہ!

کرشنا۔ (شرمائی ہُوئی) صُورت تو بُری نہیں ہے، مزاج کا حال ایشور جانے شاستری جی تو کہتے تھے کہ ایسے نیک مزاج اور نیک چلن لڑکے کم ہونگے +

نرملا۔ یہاں تیری تصویر بھی گئی تھی ؟

کرشنا۔ گئی تو تھی، شاستری جی ہی لے گئے تھے +

نرملا۔ اُنہیں پسند آئی +

کرشنا۔ اب کِسی کے دِل کی بات مَیں کیا جانوں ؟ شاستری جی تو کہتے تھے کہ بہت خوش ہُوئے تھے +

نرملا۔ اچھا بتا تجھے کیا تحفہ دُوں ؟ ابھی سے بتلا دے کہ بنوا رکھوں +

کرشنا۔ جو تمہارا جی چاہے، دینا۔ اُنہیں کتابوں سے بہت رغبت ہے، عُمدہ عُمدہ کتابیں منگوا دینا +

نرملا۔ اُن کے لئے نہیں پُوچھتی۔ تیرے لئے پُوچھتی ہُوں +

کرشنا۔ اپنے ہی لئے تو مَیں بھی کہتی ہُوں +

نرملا۔ (تصویر کی طرف دیکھتی ہُوئی) کپڑے سب کھدّر کے معلُوم ہوتے ہیں +

کرشنا۔ ہاں، کھدّر کے بڑے پریمی ہیں سُنتی ہُوں کہ پیٹھ پر کھدّر لاد کر دیہاتوں میں بیچنے جایا کرتے ہیں، لیکچر دینے میں بھی ہوشیار ہیں +

نرملا۔ تب تو تجھے بھی کھدّر پہننا پڑیگا، تجھے تو موٹے کپڑوں سے چڑھ ہے +

نرملا - (سُوت دیکھ کر) سُوت تو بہت باریک ہے +

کرشنا - کہاں بہن، یہ سُوت تو موٹا ہے - مَیں باریک سُوت کات کر اُن کے لئے ایک صافہ بنوانا چاہتی ہُوں، یہی میری بھینٹ ہوگی +

نرملا - بات تو تم نے خوب سوچی ہے، اِس سے زیادہ قیمتی چیز اُن کی نگاہوں میں اور کیا ہوگی؟ اچھا اُٹھ اِس وقت اِکل کاتنا - کہیں بیمار ہو جائیگی تو یہ سب دھرا رہ جائیگا

کرشنا - نہیں میری بہن! تُم جا کر سوؤ - مَیں ابھی آتی ہُوں +

نرملا نے زیادہ اصرار نہیں کیا، لیٹنے چلی گئی مگر نیند نہیں آئی - کرشنا کا یہ اشتیاق و حوصلہ دیکھ کر اُس کا دل کسی نامعلوم تحریک سے متحرک ہو اُٹھا - آہ، اِس وقت اُس کا دل کتنا خوش ہو رہا ہے! محبت نے اسے کتنا مست بنا رکھا ہے! اُس وقت اپنے بیاہ کی یاد آئی - جس روز تلک گیا تھا اُسی روز سے اُس کی ساری شوخی، ساری زندہ دلی، رُخصت ہو گئی تھی! وہ اپنی کوٹھری میں بیٹھی اپنی قسمت کو روتی تھی اور ایشور سے منت کرتی تھی کہ جان نکل جاوے! جس طرح مجرم سزا کا انتظار کرتا ہے اُسیطرح وُہ بیاہ کے دِن کو دیکھ رہی تھی، جب بیاہ میں اُس کی ساری تمنّاؤں کا خُون ہو جاویگا، جب بیاہ کے منڈپ میں بنے ہوئے ہَون کُنڈ کے اندر اُس کی تمام اُمیدیں جل کر خاک سیاہ ہو جاوینگی!

(۱٦)

مہینے گذرتے دیر نہیں لگتی - بیاہ کا شبھ مہُورت آپہنچا مہمانوں سے مکان بھر گیا منشی طوطا رام ایک روز قبل ہی آ گئے اور اُن کے ساتھ نرملا کی سکھی بھی آئی - نرملا نے تو زیادہ اصرار نہ کیا تھا مگر اُسے خود ہی آنے کا حوصلہ تھا - نرملا کی سب سے بڑی

خواہش یہی تھی کہ دُولہا کے بڑے بھائی کے درشن کرونگی اور بشرط ممکن اُن کی خیراندیشی کا شکریہ ادا کرونگی +

سُدھا نے ہنس کر کہا تُم اُن سے بول سکوگی ؟

نِرملا - کیوں بولنے میں کیا ہرج ہے ؟ اب تو دُوسرا ہی رشتہ ہو گیا - اور میں - بول سکونگی تو تُم تو موجود ہی ہو +

سُدھا - نہ بھئی ، مجھ سے یہ نہ ہو گا - میں غیر مرد سے نہیں بول سکتی - نہ جانے کیسے آدمی ہُوں +

نِرملا - آدمی تو بُرے نہیں ہیں ، اور تُمہیں اُن سے کچھ بیاہ تو کرنا نہیں ، ذرا سا بولنے میں کیا ہرج ہے ؟ ڈاکٹر صاحب یہاں ہوتے تو میں تمہیں اجازت دلا دیتی +

سُدھا - جو لوگ دِل کے فیاض ہوتے ہیں ، کیا اُن کا چال چلن بھی اچھا ہوتا ہے ؟ پرائی عورت کو تاکنے میں تو کسی مرد کو تامل نہیں ہوتا +

نِرملا - اچھا نہ بولنا ، میں خُود ہی باتیں کر لُونگی - تاک لینگے جتنا تاکتے بنے گا - بس اب تو راضی ہوئیں - اِتنے میں کرشنا آکر بیٹھ گئی - نِرملا نے مُسکرا کر کہا - سچ بتا کرشنا ! تیرا دِل اس وقت کیوں اُچاٹ ہو رہا ہے ؟

کرشنا - جیجا بُلا رہے ہیں ، پہلے جا کر سُن آؤ پھر غپ شپ کر لینا - بہت بگڑ رہے ہیں +

نِرملا - کیا ہے ؟ تُو نے کچھ پُوچھا نہیں ؟

کرشنا - کچھ بیمار سے معلوم ہوتے ہیں ، بہت دُبلے ہو گئے ہیں +

نِرملا - تو ذرا بیٹھ کر اُن کا دِل بہلا دیتی ، یہاں دوڑی کیوں چلی آئی ؟ یہ کہو کہ ایشور نے اپنا فضل کیا ورنہ ایسا ہی مرد تجھے بھی ملتا - ذرا بیٹھ کر باتیں تو کر ، بُڈھے

بڑی پچھلے وار باتیں کرتے ہیں، جوان سے لتا بڑھ بڑھ کر باتیں نہیں کرتا۔

کرشنا۔ نہیں بہن، تم جاؤ! مجھ سے تو وہاں نہیں بیٹھا جاتا۔

نرملا چلی گئی تو سدھا نے کرشنا سے کہا۔ ابتو بارات آگئی ہوگی دروازہ چار کیوں نہیں ہوتا۔

کیا جانے بہن، شاستری جی سامان اکٹھا کر رہے ہیں۔

سدھا۔ سنا ہے کہ دلہا کی بھاوج بہت کڑے مزاج کی عورت ہے۔

کرشنا۔ کیسے معلوم ہوا؟

سدھا۔ میں نے سنا ہے؟ اسی لئے آگاہ کئے دیتی ہوں۔ چار باتیں غم کھا کر رہنا ہوگا۔

کرشنا۔ میری جھگڑنے کی عادت ہی نہیں ہے۔ جب میری طرف سے کوئی شکایت ہی نہ ہوگی تو کیا خواہ مخواہ بگڑیگی؟

سدھا۔ ہاں سنا تو ایسا ہی ہے، جھوٹ موٹ لڑا کرتی ہیں۔

کرشنا۔ میں تو سو بات کی ایک بات جانتی ہوں۔ عاجزی پتھر کو بھی موم کر دیتی ہے۔ دفعتاً شور مچا کہ بارات آرہی ہے۔ دونوں اُٹھ کر کھڑکی کے سامنے جا بیٹھیں ایک لمحہ میں نرملا بھی وہاں آگئی۔ اُس کے دل میں دلہا کے بڑے بھائی کو دیکھنے کی بڑی خواہش ہو رہی تھی!

سدھا نے کہا۔ کیسے پتہ چلے گا کہ بڑے بھائی کون ہیں؟

نرملا۔ شاستری جی سے پوچھو تو معلوم ہو۔ ہاتھی پر تو کرشنا کے سسر جی ہیں۔ اچھا ڈاکٹر صاحب یہاں کیسے آپہنچے؟ وہ گھوڑے پر کیا ہیں، دیکھتی نہیں ہو؟

سُدھا۔ ہاں ہیں تو وُہی ؎

نرملا۔ ان لوگوں سے دوستی ہو گی۔ کوئی رشتہ تو نہیں ہے؟

سُدھا۔ اب مُلاقات ہو تو پُوچھوں، مجھے تو کچھ معلوم نہیں ہے؟

نرملا۔ پالکی میں جو صاحب بیٹھے ہُوئے ہیں وُہ دُولھا کے بھائی جیسے نہیں دکھائی دیتے ؎

سُدھا۔ بالکل نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سارے جسم میں پیٹ ہی پیٹ ہے ؎

نرملا۔ دُوسرے ہاتھی پر کون بیٹھا ہُوا ہے، سمجھ میں نہیں آتا ؎

سُدھا۔ کوئی ہو، دُولھا کا بھائی نہیں ہو سکتا۔ اُس کی عمر نہیں دیکھتی ہو، چالیس کے اوپر ہوگی ؎

نرملا۔ شاستری جی تو اس وقت دروازہ چار کی فکر میں ہیں ورنہ اُن سے پُوچھتی ؎

اتفاقاً حجام آگیا۔ صندوقوں کی کنجیاں نرملا کے پاس تھیں۔ اس وقت دروازہ چار کے لئے کچھ روپیوں کی ضرورت تھی، ماں نے بھیجا تھا۔ یہی حجام پنڈت موٹے رام جی کے ساتھ تلک لے کر گیا تھا۔ نرملا نے کہا۔ کیا ابھی روپئے چاہئیں؟

حجام۔ ہاں بہن جی، چل کر دیدیجئے ؎

نرملا۔ اچھا چلتی ہُوں۔ پہلے یہ بات بتلا کہ تو دُولھا کے بڑے بھائی کو پہچانتا ہے؟

حجام پہچانتا کاہے نہیں، وُہ کیا سامنے ہیں!

نرملا۔ کہاں؟ میں تو نہیں دیکھتی ؎

حجام۔ ارے وُہ کیا گھوڑے پر سوار ہیں، وُہی تو ہیں ؎

نرملا نے تعجب سے کہا۔ کیا کہتا ہے؟ گھوڑے پر دُولھا کے بھائی ہیں! پہچانتا ہے کہ اٹکل سے کہہ رہا ہے؟

حجام - ارے بہن جی، کیا اتنا بھول جاؤنگا - ابھی تو کلیوا (ناشتہ) کا سامان دئے چلا آتا ہوں ؞

نرملا - ارے یہ تو ڈاکٹر صاحب ہیں، میرے پڑوس میں رہتے ہیں ؞

حجام - ہاں ہاں، وہی تو ڈاکٹر صاحب ہیں ؞

نرملا نے سدھا کی طرف دیکھ کر کہا سُنتی ہو بہن، اِس کی باتیں؟

سدھا نے ہنسی ضبط کرکے کہا - جھوٹ بولتا ہے ؞

حجام - اچھا سرکار، جھوٹ ہی سہی - اب بڑوں کے مُنہ کون لگے؟ ابھی شاستری جی سے پُوچھوا دُونگا تب تو مانئے گا ؞

حجام کے جانے میں دیر ہوئی تو موٹے رام خود صحن میں جاکر شور مچانے لگے - اِس گھر کی مرجاد (عزّت) رکھنا ایشور ہی کے ہاتھ ہے - نائی گھنٹے بھر سے آیا ہوا ہے اور ابھی تک روپئے نہیں ملے ؞

نرملا - ذرا یہاں چلے آئیے گا، شاستری جی! کتنے روپئے چاہئیں؟ نکال دوں؟ شاستری جی گنگناتے اور زور زور سے ہانپتے ہوئے اُوپر گئے اور ایک لمبی سانس لے کر بولے - کیا ہے؟ یہ باتوں کا وقت نہیں ہے، جلدی سے روپئے نکال دو ؞

نرملا - لیجئے نکال رہی ہوں - اب کیا مُنہ کے بل گر پڑوں؟ پہلے یہ بتائیے کہ دُلہا کے بڑے بھائی کون ہیں ؞

شاستری - رام رام، اِتنی سی بات کے لئے مجھے آسمان پر لٹکا دیا - نائی کیا نہ جانتا تھا؟

نرملا - نائی تو کہتا ہے کہ وُہ جو گھوڑے پر سوار ہیں وُہی ہیں ؞

شاستری جی۔ تو پھر اور کیسے بتا رہے ؟ یہی تو ہیں ہی ؟

نائی گھڑی بھر سے کہہ رہا ہوں، بہن جی مانتی ہی نہیں۔ نرملا نے سدھا کی طرف محبت، مذاق اور مصنوعی حقارت کی نظر سے دیکھ کر کہا۔ اچھا تو تمہیں اب تک میرے ساتھ یہ تریا چرتر کر رہی تھیں۔ میں جاتی تو تمہیں بلاتی ہی نہیں۔ آہ بڑا گہرا پیٹ ہے تمہارا۔ تم مہینوں سے میرے ساتھ یہ شرارت کرتی چلی آ رہی ہو اور کبھی بھول کر بھی اس بات کے متعلق ایک لفظ تمہارے منہ زبان سے نہیں نکلا۔ میں تو دو چار دنوں ہی میں اُبل پڑتی۔

سدھا۔ تمہیں معلوم ہو جاتا تو تم میرے یہاں آتی ہی کیوں ؟

نرملا۔ اُف غضب! ایس ڈاکٹر صاحب سے کئی بار باتیں کر چکی ہوں تمہیں پر یہ سارا پاپ پڑیگا۔ دیدی کرشنا تو نے اپنی جیٹھانی کی شرارت ؛ یہ ایسی جعلساز ہیں ان سے ڈرتی رہنا ؛

کرشنا۔ میں تو ایسی دیوی کے پیر دھو دھو کر ماتھے پر لگاؤں گی۔ دھنیہ بھاگ کہ اُن کے درشن ہوئے !

نرملا۔ اب سمجھ گئی، روپئے بھی تمہیں نے بھجوائے ہوں گے۔ اب سر ہلایا تو سچ کہتی ہوں، مار بیٹھوں گی ؛

سدھا۔ اپنے گھر بلا کر مہمان کا نرادر نہیں کیا جاتا ؛

نرملا۔ دیکھو تو ابھی کیسی کیسی خبر لیتی ہوں۔ میں نے تمہاری دلجوئی کے لئے ذرا سا لکھ دیا تھا اور تم سچ سچ آ پہنچیں۔ بھلا وہاں کے لوگ کیا کہتے ہوں گے ؛

سدھا۔ سب سے کہہ کر آئی ہوں ؛

نرملا۔ اب تمہارے پاس کبھی نہ آؤنگی۔ اتنا تو اشارہ کر دیتیں کہ ڈاکٹر صاحب سے

پردہ رکھنا ؛

سُدھا۔ اُن کے دیکھ لینے ہی سے کون برائی ہو گئی ؟ نہ دیکھتے تو اپنی قسمت کو روتے کیسے ؟ جانتے کیسے کہ لالچ میں پڑ کر کیسی چیز کھو دی ؟ اب تو تمہیں دیکھ کر لالہ صاحب ہاتھ مل کر رہ جاتے ہیں منہ سے تو کچھ نہیں کہتے مگر اپنی غلطی پر پچھتاتے ہیں ؛

نرملا۔ اب تمہارے گھر کبھی نہ جاؤں گی ؛

سُدھا۔ اب پنڈ نہیں چھوٹ سکتا۔ میلے کون تمہارے گھر کی راہ نہیں دیکھی ؛

چار ختم ہو گیا۔ مہمان بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے منشی طوطا رام کے پاس ہی ڈاکٹر سنہا بیٹھے ہوئے تھے نرملا نے چک کی اوٹ سے انہیں بیٹھے دیکھا وہ اپنا دل تھام کر رہ گئی۔ ایک صحت شباب اور زینت کا دیوتا تھا اور دوسرا ...... اس بارہ میں کچھ نہ کہنا ہی مناسب ہے ؛

نرملا نے ڈاکٹر صاحب کو سینکڑوں بار دیکھا تھا مگر آج اس کے دل میں جو خیالات پیدا ہوئے وہ کبھی نہ ہوئے تھے۔ بار بار یہی جی چاہتا تھا کہ بلا کر خوب نصیحت کروں۔ ایسے ایسے طعنے دوں کہ وہ بھی یاد کریں، رُلا رُلا کر چھوڑ دوں، مگر سہم کر رہ جاتی تھی۔ بارات بڑا سا چلی گئی۔ کھانے کی تیاری ہو رہی تھی۔ نرملا کھانوں کے تھال سجانے میں مصروف تھی کہ دفعتاً مہری نے آکر کہا۔ بیٹی! تمہیں سُدھا رانی بلا رہی ہیں، تمہارے کمرہ میں بیٹھی ہیں ؛

نرملا نے تھال چھوڑ دیا اور گھبرائی ہوئی سُدھا کے پاس گئی مگر اندر قدم رکھتے ہی ٹھٹھک گئی۔ ڈاکٹر سنہا کھڑے تھے !

سُدھا نے مسکرا کر کہا۔ لو بہن بلا دیا۔ اب جتنا چاہو ڈانٹ لو میں دروازہ

رو کے کھڑی ہوں، بھاگ نہیں سکتے ؟
ڈاکٹر صاحب نے متانت سے کہا۔ بھاگتا کون ہے ؟ یہاں تو سر جھکائے کھڑے ہیں،
نرملا نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ اسی طرح ہمیشہ مہربانی کی نظر رکھئے گا! بھول نہ جائیے گا۔ میری یہی بنتی ہے ؟

(۱۷)

کرشنا کے بیاہ کے بعد سدھا چلی گئی لیکن نرملا مائکہ میں ہی رہ گئی۔ وکیل صاحب بار بار لکھتے تھے مگر وہ نہ جاتی تھی۔ وہاں جانے کو اس کا جی ہی نہ چاہتا تھا وہاں کوئی ایسی چیز نہ تھی جو اسے کھینچ لے جاوے۔ یہاں ماں کی خدمت اور چھوٹے بھائیوں کی دیکھ بھال میں اس کا وقت بڑے مزے سے کٹ جاتا تھا۔ وکیل صاحب خود آتے تو شاید وہ جانے پر راضی ہو جاتی مگر اس بیاہ میں محلہ کی کئی عورتوں نے اُن کی وہ درگت بنائی تھی کہ بیچارے آنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ سدھا نے بھی کئی مرتبہ خط لکھا مگر نرملا نے اس سے بھی حیلہ حوالہ کر دیا۔ آخر ایک روز سدھا نے نوکر کو ساتھ لیا اور خود آدھمکی ؟
جب دونوں مِل بھینٹ چکیں تو سدھا نے کہا۔ تمہیں تو وہاں جاتے ہوئے گویا خوف معلوم ہوتا ہے
نرملا، ہاں بہن، خوف تو معلوم ہوتا ہے۔ بیاہ کی گئی ہوئی تین سال میں آئی ہوں اب تو وہاں عمر ہی ختم ہو جاویگی۔ پھر کون بلاتا ہے اور کون آتا ہے ؟
سدھا۔ آنے کو کیا ہوا۔ جب جی چاہے چلی آنا۔ وہاں وکیل صاحب بچین ہو رہے ہیں

منا رام کی آج اسے بہت یاد آئی۔ اُس کے سا تھ زندگی آرام سے گذر جاتی اس لڑکی کا جب اپنے باپ کے سامنے ہی یہ حال ہے تو ان کے بعد اس کے ساتھ کیسے نباہ ہو گا۔ مکان ہاتھ سے نکل ہی گیا کچھ نہ کچھ قرض بھی ہو گا ہی آمدنی کا یہ حال، ایشور ہی بیڑا پار لگائیں! آج پہلی بار نرملا کو بچی کی فکر پیدا ہوئی۔ اس بیچاری کا نہ جانے کیا حال ہو گا۔ ایشور نے یہ مصیبت بھی سر پر ڈال دی۔ مجھے تو اس کی ضرورت نہ تھی۔ پیدا ہی ہونا تھا تو کسی بھاگوان کے گھر پیدا ہوتی۔ بچی اس کے سینہ سے لپٹی ہوئی سو رہی تھی۔ ماں نے اُس کو اور بھی لپٹا لیا۔ گویا کوئی اس کے ہاتھ سے اسے چھینے لئے جاتا ہے۔

نرملا کے پاس ہی سُدھا کا پلنگ بھی تھا۔ نرملا تو بحر تفکر میں غرق ہو رہی تھی لیکن سُدھا خواب شیریں کا لطف اٹھا رہی تھی۔ کیا اسے اپنے بچہ کی فکر ستاتی ہے موت تو بڈھے اور جوان کا امتیاز نہیں کرتی پھر سُدھا کو کیوں کوئی فکر نہیں ستاتی؟ اسے تو کبھی مستقبل کی فکر سے اداس نہیں دیکھا۔

دفعتاً سُدھا کی آنکھ کھُل گئی۔ اُس نے نرملا کو ابھی تک جاگتے دیکھا تو بولی۔

ارے ابھی تو سوئی نہیں؟

نرملا۔ نیند ہی نہیں آتی۔

سُدھا۔ آنکھیں بند کر لو۔ نیند آپ ہی آ جائے گی۔ میں تو پلنگ پر لیٹتے ہی گم ہی جاتی ہوں۔ وہ جاگتے بھی ہیں تو خبر نہیں ہوتی۔ نہ جانے مجھے کیوں اتنی نیند آتی ہے۔ شاید کوئی عارضہ ہے۔

نرملا۔ ہاں بڑا بھاری ہے اسے نکاح روگ کہتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سے کہو کہ

نرملا۔ بہت بے چین۔ بات کو غالباً پسند نہ آئی ہو"

سدھا۔ بہن تمہارا کلیجہ پتھر کا ہے۔ ان کی حالت دیکھ کر ترس آتا ہے۔ کہتے تھے کہ گھر میں کوئی پوچھنے والا نہیں، نہ لڑکا نہ بالا کس سے جی بہلاویں؟ جب سے دوستو مکان پھر اٹھ آئے ہیں بہت ملول رہتے ہیں ؛

نرملا۔ لڑکے تو ایشور کے دئے ہوئے دو ہیں ؛

سدھا" ان دونوں کی تو بڑی شکایت کرتے تھے۔ جیارام تو اب بات ہی نہیں سنتا، ترکی بترکی جواب دیتا ہے۔ رہا چھوٹا، وہ بھی اسی کے کہے میں ہے بیچارے بڑے لڑکے کو یاد کر کے رویا کرتے ہیں ؛

نرملا۔ جیارام تو شریر نہ تھا وہ شرارت کب سے سیکھ گیا؟ میری تو کوئی بات نہ ٹالتا تھا۔ اشارہ پر کام کرتا تھا ؛

سدھا کیا جانے بہن، سنا، کہا کرتا ہے کہ آپ ہی نے بھیا کو زہر دے کر مار ڈالا ہے۔ آپ ہتیارے ہیں۔ کئی بار تم سے بیاہ کرنے پر طعنے دے چکا ہے۔ ایسی ایسی باتیں کہتا ہے کہ وکیل صاحب رو دیتے ہیں! ارے اور تو کیا کہوں، ایک روز پتھر اٹھا کر مارنے دوڑا تھا ؛

نرملا نے گہری سوچ میں پڑ گیا۔ یہ لڑکا تو بڑا شیطان نکلا اس سے کس نے کہا کہ اس کے بھائی کو انہوں نے زہر دیا؟

سدھا۔ وہ تمہیں سے ٹھیک ہوگا ؛

نرملا کو نئی فکر پیدا ہوئی۔ اگر جیا کا یہی رنگ ہے اپنے باپ سے لڑنے پر تیار رہتا ہے تو مجھ سے کیوں ڈرنے لگا؟ وہ رات کو بڑی دیر تک اسی فکر میں ڈوبی رہی

کہ علاج شروع کردیں ۔

سُدھا۔ تو آخر جاگ کر کیا سوچوں؟ کبھی کبھی ماتنگہ کی یاد آجاتی ہے تو اس روز ذرا دیر سے آنکھ لگتی ہے ۔

نرملا۔ ڈاکٹر صاحب کی یاد نہیں آتی؟

سُدھا۔ کبھی نہیں۔ اُن کی یاد کیوں آئے؟ جانتی ہوں کہ ٹینس کھیل کر آئے ہونگے، کھانا کھایا ہوگا اور آرام سے لیٹے ہونگے ۔

نرملا۔ لو، سوہن بھی جاگ اٹھا جب تم جاگیں تو بھلا وہ کیوں سونے لگا؟

سُدھا۔ ہاں بہن! اس کی عجیب عادت ہے۔ میرے ساتھ سوتا ہے اور میرے ساتھ ہی جاگتا ہے۔ اس جنم کا کوئی سادھو ہے۔ دیکھو اس کے ماتھے پر تلک کا کیسا نشان ہے۔ بازوؤں پر بھی ایسے ہی نشانات ہیں۔ ضرور کوئی سادھو ہے ۔

نرملا۔ سادھو تو چندن تلک نہیں لگاتے۔ اس جنم کا کوئی مکار پجاری ہوگا، کیوں رے! تو کہاں کا پجاری تھا؟ بتا!

سُدھا۔ اس کا بیاہ میں اس بچی سے کرونگی ۔

نرملا۔ چلو بہن گالی دیتی ہو۔ بہن سے بھی بھائی کا بیاہ ہوتا ہے؟

سُدھا۔ میں تو کرونگی، خواہ کوئی کچھ کہے۔ ایسی خوبصورت بہو اور کہاں پاؤنگی؟ ذرا دیکھو تو بہن! اس کا جسم کچھ گرم ہے یا مجھی کو معلوم ہوتا ہے؟

نرملا نے سوہن کا ماتھا چھو کر کہا۔ نہیں نہیں، بدن گرم ہے! یہ بخار کب آگیا؟ دودھ تو پی رہا ہے نہ؟

سُدھا۔ ابھی سویا تھا تب تو بدن سرد تھا، شاید سردی لگ گئی، اڑھا کر سلائے

دیتی ہوں۔ سویرے تک ٹھیک ہو جائے گا۔

سویرا ہوا تو سوہن کی حالت زیادہ خراب ہو گئی۔ اس کی ناک جاری ہو گئی اور بخار بھی تیز ہو گیا۔ آنکھیں چڑھ گئیں اور سر جھک گیا۔ نہ وہ ہاتھ پیر ہلاتا تھا اور نہ ہنستا بولتا تھا۔ بس چپ چاپ پڑا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ اس کو اس وقت کسی کا بولنا اچھا نہیں لگتا۔ کچھ کچھ کھانسی بھی آنے لگی۔ اب تو سدھا گھبرائی۔ نرملا کی بھی رائے ہوئی کہ ڈاکٹر صاحب کو بلایا جاوے۔ مگر اس کی بڑھی ماں نے کہا ڈاکٹر کا یہاں کچھ کام نہیں۔ صاف تو دیکھ رہی ہوں کہ بچے کو نظر لگ گئی ہے۔ بھلا ڈاکٹر آکر کیا کرے گا؟

سدھا۔ اماں! بھلا یہاں نظر کون لگا دیگا؟ ابھی تک تو باہر گیا بھی نہیں۔

ماں۔ نظر کوئی لگاتا نہیں بیٹی۔ کسی کسی آدمی کی نظر ہی بد ہوتی ہے۔ وہ آپ ہی آپ لگ جاتی ہے۔ کبھی کبھی ماں باپ تک کی نظر لگ جاتی ہے۔ جب سے آیا ہے ایک بار بھی نہیں رویا۔ ننھے بچوں کی یہی گت ہوتی ہے میں تو اسے ہی دیکھ کر ڈر رہی تھی کہ کچھ نہ کچھ برا ہونے والا ہے۔ آنکھیں نہیں دیکھتی ہو کتنی چڑھ گئی ہیں یہی نظر کی بڑی پہچان ہے۔

بڑھیا مہری اور پنڈت کی مہراجن نے اس بات کی تائید کی۔ بس منگو اوجھا بلا لیا گیا منگو نے آکر بچہ کا منہ دیکھا اور ہنس کر بولا مالکن! یہ ڈیٹھ ہے اور کچھ نہیں ذرا پتلی پتلی تیلیاں تو منگوائیے۔ بھگوان نے چاہا تو سانجھ تک بچہ ہنسنے کھیلنے لگے گا۔

سرکنڈے کے پانچ ٹکڑے لائے گئے۔ منگو نے انہیں برابر کر کے ایک تاگے سے باندھ دیا۔ اور کچھ زیر لب کہتے ہوئے انہیں سے ڈھیلے ہاتھوں کے ساتھ پانچ بار سوہن کا سر سہلایا۔ اب جو دیکھا تو پانچوں تیلیاں گھٹ بڑھ گئی تھیں۔ سب عورتیں یہ تماشا دیکھ

کروٹنگ رہ گئیں۔ اب نظر لگنے میں کس کو شبہ ہو سکتا تھا؟ منگو نے پھر بچے کو تیلیوں سے ہیلانا شروع کیا۔ ابکے تیلیاں برابر ہو گئیں۔ صرف ذرا سا فرق رہ گیا یہ اس امر کا ثبوت تھا کہ نظر کا اثر اب تھوڑا سا اور باقی رہ گیا تھا۔ منگو سب کو تسلی دیکر شام کو پھر آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔ لڑکے کی حالت دن میں اور ابتر ہو گئی کھانسی شدت سے آنے لگی۔ شام کے وقت منگو نے آکر پھر تیلیوں کا تماشا کیا۔ اس وقت پانچوں تیلیاں برابر نکلیں۔ عورتیں بے فکر ہو گئیں لیکن سوہن کو ساری رات کھانستے گزری یہاں تک کہ کئی بار اس کی آنکھیں اُلٹ گئیں۔ سدھا اور نرملا نے بیٹھ کر سویرا کر دیا۔ خیر رات بخیریت تمام ہو گئی۔ اب بوڑھی ماں جی نیا رنگ لائیں۔ منگو نظر نہ اُتار سکا اس لئے اب کسی مولوی صاحب سے پھونک ڈلوانا ضروری ہو گیا۔ سدھا پھر بھی اپنے شوہر کو مطلع نہ کر سکی۔ مہری سوہن کو چادر میں لپیٹ کر ایک مسجد میں لے گئی اور پھونک ڈلوائی۔ شام بھی پھونک ڈالی گئی مگر سوہن نے سر نہ اٹھایا۔ رات ہو گئی۔ سدھا نے آج دل میں ارادہ کر لیا کہ رات خیریت سے گذری تو علی الصباح شوہر کو تار دوں گی۔

مگر رات خیریت سے نہ گزرنے پائی۔ آدھی رات ہوتے ہوتے بچہ ہاتھ سے نکل گیا۔ سدھا کا سرمایہ حیات دیکھتے دیکھتے اُس کے ہاتھوں سے چھن گیا!

وہی جس کے بیاہ کا دو روز پہلے کھیل ہو رہا تھا آج سارے گھر کو رُلا رہا ہے۔ جس کی بھولی بھالی صورت دیکھ کر آج ماں کی چھاتی پھٹی جاتی تھی۔ سارا گھر سدھا کو سمجھاتا تھا مگر اُس کے آنسو نہ تھمتے تھے، صبر نہ ہوتا تھا۔ سب سے بڑا رنج اس بات کا تھا کہ شوہر کو کونسا منہ دکھاؤں گی کہ انہیں خبر تک نہ دی۔

رات ہی کو تار دیدیا گیا اور دوسرے روز ڈاکٹر سنہا نو بجے موٹر آ پہنچے

سدھا نے انکے آنے کی خبر پائی تو اور بھی زار و قطار رونے لگی ۔ بچہ کی نعش کو دریا میں ڈال دیا گیا ۔ ڈاکٹر صاحب کئی بار اندر آئے مگر سدھا اُن کے پاس نہ گئی ۔ ان کے سامنے کیسے جائے ہم انہیں کونسا منہ دکھائے ؟ اس نے اپنی حماقت سے ان کی زندگی کے انمول جوہر کو چھین کر دریا میں ڈال دیا تھا ۔ اب اُن کے پاس جاتے ہوئے اُس کی چھاتی پھٹی جاتی تھی ۔ بچہ کو اس کی گود میں دیکھ کر باپ کی آنکھیں چمک اٹھتی تھیں ۔ بچہ ہمک کر باپ کی گود میں چلا جاتا تھا ۔ ماں پھر بُلاتی تو باپ کے سینہ سے لپٹ جاتا تھا اور لاکھ لاڈ پیار سے بلانے پر بھی باپ کی گود نہ چھوڑتا تھا ۔ ماں کہتی تھی ' بڑا مطلبی ہے ' آج وہ کیسے گود میں لے کر شوہر کے آگے جائیگی ؟ اُس کی سونی گود دیکھ کر کہیں وہ چلا کر رو نہ پڑیں یا شوہر کے سامنے جانے کی بہ نسبت اُسے مرجانا کہیں سہل معلوم ہوتا تھا ۔ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی نرملا کو نہ چھوڑتی تھی کہ کہیں شوہر کا سامنا نہ ہو جاوے ۔

نرملا نے کہا ۔ بہن ! اب جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا ۔ اب اُن سے کب تک بھاگتی پھروگی ؟ ما نا ہی کو چلے جائیں گے ' اماں کہتی تھیں ۔

سدھا نے آنسو بھری آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا ۔ کونسا منہ لے کر اُن کے پاس جاؤں ؟ مجھے ڈر لگتا ہے کہ اُن کے سامنے جاتے ہی میرے پاؤں نہ تھرانے لگیں اور میں گر نہ پڑوں ۔

نرملا ۔ چلو میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں ' تمہیں سنبھالے رہونگی ۔

سُدھا ۔ مجھے چھوڑ کر بھاگ تو نہ جاؤگی ؟

نرملا ۔ نہیں نہیں ! بھاگونگی نہیں ۔

سُدھا ۔ میرا کلیجہ تو ابھی سے منڈلا آتا ہے میں اتنی سخت مصیبت پڑنے پر بھی جیتی

ہوں مجھے بھی تعجب ہو رہا ہے۔ سدھا کو وہ بہت پیار کرتے تھے۔ بہن! نہ جانے اُن کے دل کی کیا حالت ہوگی۔ میں اُنہیں ڈھارس کیا دوں، خود ہی روتی رہونگی۔ کیا امّاں جی کو جا بیٹھو گے؟

نرملا۔ ہاں، امّاں جی کہتی تھیں، رُخصت نہیں لی ہے۔ دونوں سہیلیاں مردانہ کمرہ کی طرف چلیں لیکن کمرہ کے دروازہ پر پہنچ کر سُدھا نے نرملا کو رخصت کر دیا۔ تنہا کمرہ میں داخل ہوئی ؛

ڈاکٹر صاحب گھبرا رہے تھے۔ جانے کو تیار تو بیٹھے تھے مگر دل نہ چاہتا تھا۔ زندگی سونی سی معلوم ہوتی تھی۔ دل ہی دل میں کُڑھ رہے تھے۔ اگر ایشور کو اتنی جلد یہ چیز دیکر چھین لینی تھی تو دی کیوں تھی؟ انہوں نے تو کبھی اولاد کے لئے ایشور سے التجا نہ کی تھی۔ وہ تمام عمر بے اولاد رہ سکتے تھے مگر اولاد پا کر اُس سے محروم ہو جانا انہیں ناقابل برداشت معلوم ہوتا تھا۔ کیا واقعی انسان ایشور کے ہاتھوں کا کھلونا ہے؟ یہی انسانی زندگی کی اہمیت ہے! وہ صرف بچوں کا گھروندا ہے جس کے بننے کا کوئی سبب ہے نہ بگڑنے کا! پھر بچوں کو بھی تو اپنے گھروندے سے۔ اپنی کاغذی کشتیوں سے، اپنے لکڑی کے گھوڑوں سے محبت ہوتی ہے۔ اچھے کھلونے کو وہ جان کے پیچھے چھپا کر رکھتے ہیں۔ اگر ایشور بچہ ہی ہے تو عجیب بچہ ہے!

مگر عقلِ سلیم تو ایشور کی ایسی شکل کو قبول نہیں کرتی۔ لامحدود خلقت کا خالق شریر بچہ نہیں ہو سکتا۔ ہم اسے اُن تمام اوصاف سے متصف کرتے ہیں جو ہماری عقل کے پرے ہیں۔ کھلاڑی پن تو ان زبردست اوصاف میں نہیں! کیا ہنستے کھیلتے بچوں کی جان لے لینا کوئی کھیل ہے؟ کیا ایشور ایسے شیطانی کھیل کھیلتا ہے؟

دفعتاً سُدھا دبے پاؤں کمرہ میں داخل ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور اس کے پاس جاکر بولے۔ تم کہاں تھیں سُدھا؟ میں تمہاری راہ دیکھ رہا تھا!

سدھا کی آنکھوں میں کمرہ تیرتا ہوا معلوم ہوا۔ شوہر کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اس نے اُن کے سینہ پر سر رکھ دیا اور رونے لگی۔ لیکن اس رونے میں اُسے بے حد صبر و تسکین کا احساس ہو رہا تھا۔ شوہر کے سینہ سے لپٹی ہوئی وہ اپنے دل میں ایک عجیب طاقت و تازگی پیدا ہوتی ہوئی محسوس کرتی تھی گویا ہوا سے ہلتا ہوا چراغ آنچل کی اوٹ میں آگیا ہو۔

ڈاکٹر صاحب نے اہلیہ کے آنسو بھرے رخساروں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیکر کہا۔ سُدھا! تم اتنا چھوٹا دل کیوں کرتی ہو؟ سوہن اپنی زندگی میں جو کچھ کرنے آیا تھا اُسے کر چکا تھا۔ پھر وہ کیوں بیٹھا رہتا؟ جیسے کوئی درخت پانی اور دھوپ سے بڑھتا ہے مگر ہوا کے تند جھونکوں سے مضبوط ہوتا ہے۔ اسی طرح محبت میں بھی رنج کی چوٹ ہی سے ارتقار ہوتا ہے۔ خوشی میں ساتھ ہنسنے والے بہت مل جاتے ہیں۔ رنج میں جو ساتھ روئے وہی ہمارا سچا دوست ہے۔ جن دوستوں کو ساتھ مل کر رونا نہیں نصیب ہوا وہ محبت کے مزے کیا جانیں؟ سوہن کی موت نے آج ہماری دوئی کو بالکل مٹا دیا۔ آج ہی ہم نے ایک دوسرے کا سچا روپ دیکھا ہے۔ سُدھا نے سسکتے ہوئے کہا۔ میں نظر کے دھوکے میں تھی۔ ہائے تم اس کا منہ بھی نہ دیکھ پائے۔ نہ جانے ان دنوں اتنی سمجھ اسے کہاں سے آگئی تھی۔ جب مجھے روتے دیکھتا تو اپنی تکلیف بھول کر مسکرا دیتا۔ تیسرے ہی روز میرے لاڈلے کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ کچھ دوا دارو بھی نہ کرنے پائی۔

یہ کہتے کہتے سُدھا کے آنسو پھر اُمنڈ آئے۔ ڈاکٹر سنہا نے اسے سینہ سے لگا کر رقّت بھری آواز میں کہا۔ پیاری! آج تک کوئی ایسا بچہ یا بوڑھا نہ مرا ہوگا جس کے گھر

والوں کی دوا دارو والی خواہش پوری ہو گئی ہو۔

سُدھا۔ نرملا نے میری بڑی مدد کی۔ میں تو ایک آدھ جھپکی لے بھی لیتی تھی۔ مگر اُس کی آنکھیں نہیں جھپکیں۔ رات رات بھر لئے بیٹھی یا ٹہلاتی رہتی تھی۔ اُس کا احسان کبھی نہ بھولوں گی۔ کیا تم آج ہی جاؤ گے ہو؟

ڈاکٹر۔ ہاں رخصت لینے کا موقع نہ تھا۔ سول سرجن شکار کھیلنے گیا ہوا تھا۔

سُدھا۔ یہ سب ہمیشہ شکار ہی کھیلا کرتے ہیں؟

ڈاکٹر۔ بادشاہوں کا اور کام ہی کیا ہے!

سُدھا۔ میں تو آج نہ جانے دونگی۔

ڈاکٹر۔ جی تو میرا بھی نہیں چاہتا۔

سُدھا۔ تو تہ جاؤ، تار دیدو۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلونگی۔ نرملا کو بھی لیتی چلونگی۔ سُدھا وہاں سے لوٹی تو اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا تھا۔ شوہر کی محبت آمیز گفتگو نے اس کے تمام رنج وغم کو دور کر دیا تھا۔ محبت میں بیحد تیقن ہے، بیحد تسکین ہے اور بیحد طاقت ہے۔

(۱۸)

جب ہم پر کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو اس سے ہمیں صرف رنج ہی نہیں ہوتا بلکہ ہمیں دوسروں کے طعنے بھی سہنے پڑتے ہیں۔ عوام کو ہمارے متعلق رائے زنی کرنے کا وہ اچھا موقع مل جاتا ہے جس کے وہ متلاشی رہتے ہیں۔ منسا رام کیا مرا گویا لوگوں کو آوازے کسنے کا بہانہ مل گیا۔ اندر کی بات کون جانے؟ ظاہری بات تو یہ تھی کہ یہ سب سوتیلی ماں کی کرتوت ہے۔ چاروں طرف یہی چرچا تھا۔ ایشور نہ کرے، لڑکوں کی سوتیلی

ماں سے پالا پڑے۔ جس کو اپنا بنا ہوا گھر اُجڑنا ہو، اپنے پیارے بچوں کے ہوتے ہوئے
اپنی دوسری شادی کرے۔ ایسا کبھی نہ دیکھا کہ سوت کے آنے پر گھر نہ تباہ ہو گیا ہو۔
وہی باپ جو بچوں پر جان دیتا تھا، سوت کے آتے ہی انہیں بچوں کا دشمن ہو جاتا ہے
اس کی مت ہی بدل جاتی ہے! ایسی نیک دیوی نے جنم ہی نہیں لیا جس نے سوت کے بچوں
کو اپنا سمجھا ہو۔

مشکل یہ تھی کہ لوگ ایسی رائے زنی کرنے ہی پر قانع نہ ہوتے تھے۔ کچھ ایسے
بھلے لوگ بھی تھے جنہیں اب جیارام اور سیارام سے خاص محبت ہو گئی تھی وہ دونوں
لڑکوں سے بڑی ہمدردی ظاہر کرتے، حتیٰ کہ دو چار عورتوں تو ان کی ماں کے مزاج اور
برتاؤ کو یاد کر کے آنسو بہانے لگتی تھیں۔ ہائے ہائے، بیچاری کیا جانتی کہ اس کے
مرتے ہی اس کے لاڈلوں کی یہ دُرگت ہو گی؟

اب دودھ مکھن کاہے کو ملتا ہوگا؟

جیارام کہتا۔ ملتا کیوں نہیں!

عورت کہتی۔ ملتا ہے! ارے بیٹا، ملنا بھی کئی طرح کا ہوتا ہے۔ پانی ملا
دودھ ٹکے سیر کا منگا کر رکھ دیا، پیو چاہے نہ پیو، کون پوچھتا ہے؟ نہیں تو بیچاری
نوکر سے دودھ دُہا کر منگاتی تھی۔ وہ تو چہرہ ہی کہے دیتا ہے۔ دودھ کی صورت چھپی
نہیں رہتی۔ وہ صورت ہی نہیں رہی۔

جیارام کو اپنی ماں کے وقت کے دودھ کا ذائقہ تو یاد تھا نہیں جو اس الزام
کی تردید کرتا، اور نہ اُس وقت کی اپنی صورت ہی یاد تھی، ناچار خاموش ہو جاتا۔ ان غم
خواہیوں کا اثر بھی ہونا قدرتی تھا۔ جیارام کو اپنے گھر والوں سے نفرت ہوتی جاتی تھی۔

منشی جی مکان نیلام ہو جانے کے بعد دوسرے گھر میں اٹھ گئے تو کرایہ کی فکر ہوئی۔ نرملا نے مکھن منگانا بند کر دیا جب وہ آمدنی نہ رہی تو وہ خرچ کیسے رہتا۔ دونوں کہار علیحدہ کر دیئے گئے جیارام کو پڑھانے والے ماسٹر شرما کو بھی جواب دیدیا گیا جیارام کو یہ قطع وبرید بری معلوم ہوتی تھی جب نرملا مائکہ چلی گئی تو منشی جی نے دودھ بھی بند کر دیا۔ نئے لڑکی کی فکر ابھی سے ان کے سر پر سوار ہو گئی تھی!

جیارام نے بگڑ کر کہا۔ دودھ بند کر دینے سے تو آپکا محل بن رہا ہوگا۔ کھانا بھی بند کر دیجئے۔

منشی جی۔ دودھ پینے کا شوق ہے تو جا کر دوہا کیوں نہیں لاتے۔ پانی کے پیسے تو مجھ سے نہ دئے جائیں گے۔

جیارام۔ میں دودھ دہانے جاؤں اور کوئی اسکول کا لڑکا دیکھ لے تب؟

منشی جی۔ تب کچھ نہیں، کہہ دینا کہ اپنے لئے دودھ لئے جاتا ہوں۔ دودھ لانا کوئی عیب نہیں ہے۔

جیارام۔ عیب نہیں ہے؟ آپ ہی کو کوئی دودھ لاتے دیکھ لے تو آپ کو شرم نہ آئے گی؟

منشی جی۔ بالکل نہیں۔ میں نے تو انہیں ہاتھوں سے پانی کھینچا ہے اناج کی گٹھڑیاں اٹھائی ہیں! میرے باپ لکھ پتی نہیں تھے۔

جیارام میرے باپ تو غریب نہیں ہیں۔ میں کیوں دودھ دہانے جاؤں؟ آخر آپ نے کہاروں کو کیوں جواب دیدیا۔

منشی جی۔ کیا تمہیں اتنا بھی نہیں سوجھتا کہ میری آمدنی اب پہلے سی نہیں رہی؟

اتنے نادان تو نہیں ہو!

جیارام۔ آخر آپ کی آمدنی کیوں کم ہو گئی؟

منشی جی۔ جب تمہیں عقل ہی نہیں ہے تو کیا سمجھاؤں؟ یہاں زندگی سے تنگ آ گیا ہوں، مقدمے کون لے؟ اور لے بھی تو تیار کون کرے؟ وہ دل ہی نہیں رہا۔ اب تو زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں۔ سارے ارمان رتن کے ساتھ چلے گئے۔

جیارام۔ اپنے ہی ہاتھوں نہ؟

منشی جی نے چیخ کر کہا۔ ارے احمق! وہ ایشور کی مرضی تھی، اپنے ہاتھوں کوئی اپنا گلا کاٹتا ہے؟

جیارام۔ ایشور تو آپ کا بیاہ کرنے نہ آیا تھا؟

منشی جی اب ضبط نہ کر سکے، سرخ سرخ آنکھیں نکال کر بولے کیا تم آج لڑنے کے لئے کمر باندھ کر آئے ہو؟ آخر کس برتے پر؟ میری روٹیاں تو نہیں چلاتے جب اس قابل ہو جانا تو مجھے نصیحت کرنا، تب میں سن لونگا۔ ابھی تم کو مجھے نصیحت کرنے کا حق نہیں ہے۔ کچھ دنوں ادب اور تمیز سیکھو۔ تم میرے صلاح کار نہیں ہو کہ میں جو کام کروں اس میں تم سے صلاح لوں۔ میری پیدا کی ہوئی دولت ہے، اسے جس طرح چاہوں خرچ کر سکتا ہوں۔ تم کو زبان کھولنے کا بھی اختیار نہیں ہے۔ اگر پھر تم نے مجھ سے ایسی بے ادبی کی تو نتیجہ برا ہوگا۔ جب منسا رام سا رتن کھو کر میری جان نہ نکلی، تو تمہارے بغیر میں مر نہ جاؤں گا، سمجھ گئے؟

ایسی بری طرح ڈانٹے جانے پر بھی جیارام وہاں سے نہ ٹلا۔ بےخوفی سے بولا تو کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہمیں خواہ کتنی ہی تکلیف ہو مگر زبان نہ ہلائیں؟ مجھ سے تو

یہ نہ ہوگا۔ بھائی صاحب کو جو ادب اور تمیز کا جو انعام ملا اُس کی مجھے حاجت نہیں مجھ میں زہر کھاکر جان دینے کی جرأت نہیں! ایسے ادب کو دُور سے سلام کرتا ہوں ؛

منشی جی۔ تمہیں ایسی باتیں کہتے ہوئے شرم نہیں آتی ؟

جیارام۔ لڑکے اپنے بزرگوں ہی کی نقل کرتے ہیں ؛

مُنشی جی کا غصہ فرو ہو گیا۔ جیارام پر اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوگا اس کا انہیں یقین ہو گیا۔ اُٹھ کر ٹہلنے چلے گئے۔ آج انہیں معلوم ہو گیا۔ کہ یہ گھر جلد ہی تباہ ہونے والا ہے۔

اُس روز سے باپ بیٹے میں کسی نہ کسی بات پر ہمیشہ کھٹ پٹ ہو جاتی منشی جی جیوں تیوں طرح دیتے تھے، جیارام اور بھی شریر ہوتا جاتا تھا۔ ایک روز جیارام نے رُکمنی سے یہاں تک کہہ ڈالا۔ باپ ہے، یہ سمجھ کر درگزر کرتا ہوں ورنہ میرے ایسے ساتھی ہیں کہ چاہوں تو بھرے بازار پٹوا دوں۔ رُکمنی نے منشی جی سے کہہ دیا منشی جی نے ظاہرا تو لاپرواہی دکھائی، مگر اُن کے دل میں اندیشہ پیدا ہو گیا۔ شام کو ہوا خوری کرنا چھوڑ دیا۔ یہ نئی فکر لاحق ہو گئی۔ اسی خوف سے نرملا کو بھی نہ بلاتے تھے کہ یہ شیطان اس کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کریگا۔ جیارام ایک بار دبی زبان سے کہہ بھی چکا تھا کہ دیکھوں اب کے کیسے اس گھر میں آتی ہیں۔ دور ہی سے نہ للکار دوں تو جیارام نام نہیں۔ بوڑھے میاں کر ہی کیا سکیں گے ؟

منشی جی بھی خوب سمجھ گئے تھے کہ میں اس کا کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ کوئی غیر شخص ہوتا تو اس کو پولیس اور قانون کے شکنجہ میں کسے۔ اپنے لڑکے کو کیا کریں ؟

سچ کہا ہے کہ آدمی ہارتا ہے تو اپنے لڑکوں سے!
ایک روز ڈاکٹر سنہا نے جیارام کو سمجھانا شروع کیا۔ جیارام اُن کا ادب کرتا تھا،
چُپ چاپ بیٹھا سُنتا رہا۔ جب ڈاکٹر صاحب نے آخر میں دریافت کیا کہ تم جاننے کیا ہو تو وہ بولا۔
صاف صاف کہہ دوں، بُرا تو نہ مانیئے گا؟

سنہا۔ نہیں، جو کچھ تمہارے دل میں ہو صاف صاف کہہ دو۔

جیارام۔ تو سُنئے، جب بھیا مرے ہیں مجھے باپ کی صُورت دیکھ کر غصّہ آتا ہے۔
مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہیں نے اُن کو ہلاک کیا ہے اور کسی روز موقع پا کر ہم دونوں
بھائیوں کو بھی ہلاک کروا دیں گے۔ اگر ان کی یہ خواہش نہ ہوتی تو شادی ہی کیوں کرتے؟

ڈاکٹر صاحب نے بڑی مشکل سے ہنسی روک کر کہا۔ تمہیں ہلاک کرنے کے لیئے
اُنہیں شادی کرنے کی کیا ضرورت تھی؛ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ بلا شادی کے
بھی وہ ہلاک کر سکتے تھے +

جیارام۔ کبھی نہیں۔ اُس وقت تو اُن کا دل ہی کچھ اور تھا۔ اب مُنہ تک نہیں دیکھنا
چاہتے۔ اُن کی یہی مرضی ہے کہ اُن کے راستہ سے ہم لوگوں کو ہٹا دینا چاہتے ہیں۔ یہی
اُن دونوں کا دلی منشاء ہے۔ ہمیں طرح طرح کی تکلیفیں دے کر بھگا دینا چاہتے ہیں۔
اسی لیئے آج کل مقدمے نہیں لیتے۔ ہم دونوں بھائی آج مر جائیں تو پھر دیکھئے کہ کیسی بہار
ہوتی ہے +

ڈاکٹر۔ اگر تمہیں بھگانا ہی ہوتا تو کوئی الزام لگا کر گھر سے نکال نہ دیتے؟

جیارام۔ اس کے لیئے پہلے ہی تیار بیٹھا ہُوں +

ڈاکٹر۔ میں بھی سُنوں، کیا تیاری کی ہے +

جیارام جب موقع آئیگا، دیکھ لیجئے گا۔

یہ کہہ کر جیارام چلتا ہوا۔ ڈاکٹر سنہا نے بہت پکارا مگر اس نے مڑ کر دیکھا بھی نہیں۔

کئی روز کے بعد ڈاکٹر صاحب کی جیارام سے پھر ملاقات ہو گئی۔ ڈاکٹر صاحب سینما دیکھنے کے شائق تھے اور جیارام کی توجہ ان ہی سینما میں تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے سینما پر رائے زنی کرتے ہوئے جیارام کو باتوں میں لگا لیا اور اپنے گھر لائے۔ کھانے کا وقت آ گیا تھا، دونوں کھانے پر بیٹھے۔ جیارام کو یہاں کھانا بہت لذیذ معلوم ہوا۔ بولا۔ میرے یہاں تو جب سے مہرا جی علیحدہ ہوا، کھانے کا مزہ ہی جاتا رہا۔ بُوا جی پکا وشنو کھانا بنانی ہیں جبراً کھا لیتا ہوں۔ مگر در اصل کھانے کی طرف دیکھنے کو جی بھی نہیں چاہتا۔

ڈاکٹر۔ میرے یہاں تو جب گھر میں کھانا پکتا ہے تو اس سے کہیں زیادہ مزیدار ہوتا ہے۔ تمہاری بُوا جی پیاز لہسن نہ چھوتی ہونگی؟

جیارام۔ ہاں صاحب، اُبال کر رکھدیتی ہیں۔ لالہ جی کو اس کی پرواہ نہیں کہ کوئی کھاتا ہے یا نہیں۔ اسی لئے تو مہراج کو علیحدہ کر دیا ہے۔ اگر روپئے نہیں ہیں تو روز گہنے کہاں سے بنتے ہیں؟

ڈاکٹر۔ یہ بات نہیں ہے، جیارام! اُن کی آمدنی واقعی بہت کم ہو گئی ہے۔ تم انہیں بہت دق کرتے ہو۔

جیارام (ہنس کر) میں انہیں دق کرتا ہوں۔ مجھ سے قسم لے لیجئے کہ جو کبھی اُن سے بولتا بھی ہوں۔ مجھے بدنام کرنے کا انہوں نے بیڑا اُٹھا لیا ہے۔ بے سبب میرے پیچھے پڑے رہتے ہیں، یہاں تک کہ میرے دوستوں سے بھی انہیں چڑ ہے۔ آپ ہی سوچئے کہ دوستوں کے بغیر کوئی زندہ رہ سکتا ہے۔ میں کوئی لُچّا نہیں ہوں کہ لُچّوں

کی صحبت کروں۔ مگر آپ دوستوں ہی کے پیچھے مجھے روزانہ تنگ کیا کرتے ہیں۔ کل تو میں نے صاف کہدیا کہ میرے دوست میرے گھر آئیں گے، کسی کو اچھا لگے یا بُرا۔ جناب! کوئی ہو مگر ہر وقت کی دھونس نہیں سہہ سکتا ۔

ڈاکٹر۔ مجھے تو بھئی، اُن پر رحم آتا ہے۔ یہ وقت اُن کے آرام کرنے کا تھا۔ ایک تو بڑھاپا، اُس پر بیٹے کی جوانمرگی کا غم۔ صحت بھی اچھی نہیں۔ ایسا آدمی کیا کر سکتا ہے؟ وُہ جو کچھ تھوڑا بہت کرتے ہیں، وہی بہت ہے۔ تم ابھی اور کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنی نیک اطواری سے تو اُنہیں خوش رکھ سکتے ہو۔ بوڑھوں کو خوش رکھنا بہت مشکل کام نہیں۔ الو کہ تمہارا ہنس کر بولنا ہی اُنہیں خوش کرنے کو کافی ہے۔ اتنا پوچھنے میں تمہارا کیا خرچ ہوتا ہے کہ بابو آپکا مزاج کیسا ہے؟ وُہ تمہاری بے رخی دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھتے ہیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ کئی مرتبہ رو چکے ہیں۔ مانا کہ انہوں نے شادی کرنے میں غلطی کی۔ اسے وہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مگر تم اپنے فرض سے کیوں منہ موڑتے ہو؟ وُہ تمہارے باپ ہیں، تمہیں اُن کی خدمت کرنی چاہیئے۔ ایک بات بھی ایسی منہ سے نہ نکالنی چاہیئے جس سے اُن کا دل دُکھے۔ اُنہیں یہ خیال کرنے کا موقع ہی کیوں دو کہ سب کے سب میری کمائی کھانے والے ہیں، بات پوچھنے والا کوئی نہیں؟ میری عمر تم سے کہیں زیادہ ہے، جیارام! مگر آجتک میں نے اپنے والد صاحب کو کسی بات پر جواب نہیں دیا۔ وہ آج بھی مجھے ڈانٹتے ہیں۔ میں سر جھکا کر سن لیتا ہوں۔ جانتا ہوں کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں میرے بھلے ہی کے لئے کہتے ہیں۔ ماں باپ سے بڑھ کر ہمارا بہی خواہ اور کون ہو سکتا ہے؟ اُن کے احسان سے کون سبکدوش ہو سکتا ہے

جیارام بیٹھا روتا رہا۔ ابھی اس کی نیک دلی بالکل زائل نہیں ہوگئی تھی

مُرید ہو گئے بھی اپنی بھائیوں پر نادم ہو سکتا ہے۔ اپنا سُدھار کرنے کے لئے گورو کا منتر کوئی چیز نہیں ÷

مُنشی جی۔ اب تو شُہدے نہ جمع ہونگے؟

جیارام۔ آپ کسی کو شُہدا کیوں کہتے ہیں جب تک ایسا کہنے کے لئے آپ کے پاس کوئی ثبوت نہیں؟

مُنشی جی۔ تمہارے دوست سب شُہدے لُچّے ہیں۔ میں تمہیں کئی بار کہہ چُکا ہوں کہ اُنہیں یہاں نہ جمع کیا کرو مگر تم نے سُنا نہیں۔ آج میں آخری بار کہہ دیتا ہوں کہ اگر تم نے اُن کو پھر جمع کیا تو مجھے پولیس کی مدد لینی پڑے گی ÷

جیارام کی حاضر جوابی کا ایک چوتھائی اور غائب ہو گیا۔ کڑک کر بولا۔ اچھی بات ہے پولیس کی مدد لیجئے! دیکھوں پولیس کیا کرتی ہے؟ میرے دوستوں میں نصف سے زیادہ پولیس کے افسروں کے ہی لڑکے ہیں۔ جب آپ ہی میرا سُدھار کرنے پر تُلے ہوئے ہیں تو میں ناحق کیوں تکلیف برداشت کروں؟

یہ کہتا ہوا جیارام اپنے کمرہ میں چلا گیا اور ایک لمحہ کے بعد ہارمونیم کے مدھر سُروں کی آواز باہر آنے لگی ÷

ہمدردی کا جلتا ہوا چراغ بے دردانہ طنز والی ہوا کے ایک جھونکے سے بجھ گیا۔ اڑا ہوا گھوڑا ادم دِلاسا سے ذرا آگے بڑھنے کو تھا مگر چابک پڑتے ہی پھر اَڑ گیا اور گاڑی کو پیچھے دھکیلنے لگا!

(۱۹)

اب کے سُدھا کے ساتھ نرملا کو بھی آنا پڑا۔ وہ تو مائکہ میں کچھ دنوں اور رہنا چاہتی

...نکر ڈاکٹر صاحب سے کہا۔ میں بہت نادم ہوں میں دوسروں کے بہکانے میں آگیا تھا۔
اب آپ میری ذرا بھی شکایت نہ سنیں گے۔ آپ والد صاحب سے میرا قصور معاف کرا دیجئے۔
میں واقعی بڑا بدنصیب ہوں۔ انہیں میں نے بہت ستایا۔ اُن سے کہئے کہ میرا قصور
معاف کرا دیں ورنہ میں اپنے مُنہ میں کالک لگا کر کہیں نکل جاؤں گا، کہیں ڈوب مروں گا۔
ڈاکٹر صاحب نصیحت سے ہی پر پھولے نہ سمائے۔ اُنہوں نے جیارام کو گلے لگا
کر رخصت کیا۔ جیارام گھر پہنچا تو گیارہ بج گئے تھے۔ منشی جی کھانا کھا کر ابھی باہر آئے
تھے۔ اسے دیکھتے ہی بولے۔ جانتے ہو کتنے بجے ہیں؟ بارہ کا وقت ہے؟
جیارام نے نہایت عاجزی سے کہا۔ ڈاکٹر سنہا مل گئے۔ اُن کے ساتھ ان کے
مکان تک چلا گیا۔ اُنہوں نے کھانے کے لئے اصرار کیا، مجبوراً کھانا پڑا +
منشی جی۔ ڈاکٹر سنہا سے دُکھڑا رونے گئے ہوگے یا اور کوئی کام تھا؟
جیارام کی عاجزی کا ایک چوتھائی حصہ مفقود ہوگیا، بولا۔ دُکھڑا رونے کی میری
عادت نہیں ہے +
منشی جی۔ ذرا بھی نہیں تمہارے مُنہ میں زبان ہی نہیں ہے! مجھ سے جو لوگ تمہاری
باتیں کہا کرتے ہیں وہ یوں ہی کہا کرتے ہوں گے؟
جیارام۔ اور دنوں کی تو میں نہیں کہتا مگر آج ڈاکٹر سنہا کے یہاں میں نے کوئی بات
ایسی نہیں کہی جو اس وقت آپ کے روبرو نہ کہہ سکوں +
منشی جی۔ بڑی خوشی کی بات ہے، بیحد خوشی ہوئی۔ آج سے مُریدی کر لی ہے کیا
جیارام کی عاجزی کا ایک چوتھائی حصہ اور غائب ہوگیا۔ سر اُٹھا کر بولا۔ آدمی بلا

تھی مگر معصوم سُدھا تنہا کیسے رہتی، اُس کی خاطر سے نرملا کو آنا پڑا +

رُکمنی نے بھنگی سے کہا۔ دیکھتی ہے، بہو میکے سے کیسی نکھر کر آئی ہے؟

بُھنگی نے کہا۔ دیدی! ماں کے ہاتھ کی روٹیاں لڑکیوں کو بہت اچھی لگتی ہیں +

رُکمنی۔ ٹھیک کہتی ہے بھنگی! کھلانا تو کچھ ماں ہی جانتی ہے +

نرملا کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گھر کا کوئی آدمی اُس کے آنے سے خوش نہیں۔ منشی جی نے خوشی تو بہت دکھائی مگر دلی تفکر کو نہ چھپا سکے۔ بچی کا نام سُدھا نے آشا رکھ دیا تھا۔ وہ آشا کی مورت سی تھی بھی۔ اُسے دیکھ کر ساری فکر دُور ہو جاتی تھی۔ منشی جی نے اُسے گود میں لینا چاہا تو وہ رونے لگی اور دوڑ کر ماں سے لپٹ گئی گویا باپ کو جانتی ہی نہ تھی۔ منشی جی نے شیرینی کے ذریعہ اُسے مانوس کرنا چاہا۔ گھر میں کوئی نوکر تو تھا نہیں، جا کر سیا رام سے دو آنہ کی مٹھائی لانے کو کہا جیا رام بھی بیٹھا ہوا تھا بول اُٹھا۔ ہم لوگوں کے لئے تو کبھی مٹھائی نہیں آتی +

منشی جی نے جھنجھلا کر کہا۔ تم لوگ بچے نہیں ہو +

جیا رام۔ اور کیا بوڑھے ہیں؟ مٹھائیاں منگوا کر رکھ دیجئے تو معلوم ہو کہ بچے ہیں یا بوڑھے۔ نکالئے چار آنے اور آشا کی بدولت ہمارے نصیب بھی جاگیں +

منشی جی۔ اس وقت میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ جاؤ سیا! جلد آنا +

جیا رام۔ سیا نہیں جائیگا، کسی کا غلام نہیں ہے۔ آشا اپنے باپ کی بیٹی ہے تو وہ بھی اپنے باپ کا بیٹا ہے +

منشی جی۔ کیا فضول باتیں کرتے ہو؟ ننھی سی بچی کی برابری کرتے تمہیں شرم نہیں آتی! جاؤ سیا رام، یہ پیسے لو +

جیارام - مت جانا سیا! تم کسی کے نوکر نہیں ہو +

سیارام بڑے شش و پنج میں پڑ گیا۔ کس کا کہنا کرے؟ بالآخر اُسنے جیارام کا کہنا ماننے کا ارادہ کر لیا۔ باپ زیادہ سے زیادہ ڈانٹ دینگے۔ جیا تو ماریگا۔ پھر وُہ کس کے پاس فریاد لیکر جائیگا۔ بولا۔ میں نہ جاؤنگا +

منشی جی نے دھمکا کر کہا۔ اچھا تو پھر میرے پاس کوئی چیز مانگنے مت آنا +

منشی جی خود بازار چلے گئے اور ایک روپیہ کی شیرینی لے کر لوٹے۔ وہ آنے کی مٹھائی لیتے ہوئے انہیں شرم معلوم ہوئی۔ حلوائی اُنہیں پہچانتا تھا، دل میں کیا کہے گا؟

مٹھائی لیئے ہوئے منشی جی اندر چلے گئے۔ سیارام نے مٹھائی کا بڑا سا دونا دیکھا تو باپ کا کہنا نہ ماننے کا اُسے رنج ہوا۔ اب وُہ کس مُنہ سے مٹھائی لینے اندر جائیگا؟ بڑی غلطی ہوئی۔ وُہ دل ہی دل میں جیارام کے طمانچوں کی چوٹ کا شیرینی کی حلاوت میں موازنہ کرنے لگا +

دفعتاً بھنگی نے دو طشتریاں دونوں کے سامنے لا کر رکھدیں۔ جیارام نے بگڑ کر کہا۔ اسے اُٹھا لیجا +

بھنگی - کاہے کو بگڑتے ہو بابو؟ کیا مٹھائی اچھی نہیں لگتی؟

جیارام - مٹھائی آشا کے لئے آئی ہے، ہمارے لئے نہیں۔ لیجا! ورنہ میں سڑک پر پھینک دونگا۔ ہم تو پیسے پیسے کے لئے ترستے رہتے ہیں اور یہاں روپیوں کی مٹھائی آتی ہے

بھنگی - تم لے لو بھیا بابو! یہ نہ لینگے نہ سہی۔ سیارام نے ڈرتے ڈرتے ہاتھ بڑھایا تھا کہ جیارام نے ڈانٹ کر کہا۔ مت چھونا مٹھائی، ورنہ ہاتھ توڑ کر رکھ دونگا! لالچی کہیں کا! سیارام یہ ڈانٹ سُن کر سہم گیا۔ مٹھائی کھانے کی ہمت نہ پڑی۔ نرملا نے یہ ماجرا سُنا تو دونوں

لڑکوں کو منانے چلی۔ منشی جی نے کڑی قسم کھا دی ۔

نرملا۔ آپ سمجھتے نہیں ہیں، یہ سارا غصہ مجھ پر ہے ۔

منشی جی۔ گستاخ ہو گیا ہے۔ اس خیال سے سختی نہیں کرتا کہ لوگ کہیں گے، بلا ماں کے بچوں کو ستاتے ہیں ورنہ ساری شرارت گھڑی بھر میں نکال دوں ۔

نرملا۔ اسی بدنامی کا تو مجھے بھی خوف ہے ۔

منشی جی۔ اب نہ ڈرونگا، جس کے جی میں آئے کہے ۔

نرملا۔ پہلے تو یہ ایسے نہ تھے ۔

منشی جی۔ اجی، کہتا ہے کہ آپ کے لڑکے موجود تھے، آپ نے بیاہ کیوں کیا؟ یہ کہنے میں بھی اُسے تامل نہیں ہوتا کہ آپ لوگوں نے منسا رام کو زہر دیدیا۔ لڑکا نہیں ہے، دشمن!

جیارام دروازہ کے پاس چھپا ہوا کھڑا تھا۔ میاں بیوی میں کیا باتیں ہوتی ہیں یہی سُننے وہ آیا تھا۔ منشی جی کا آخری جملہ سُن کر اُس سے رہا نہ گیا۔ بول اُٹھا۔ دشمن نہ ہوتا آپ اُس کے پیچھے کیوں پڑتے؟ آپ جو اِس وقت کہہ رہے ہیں وہ میں بہت پہلے سے سمجھے ہوئے بیٹھا ہوں۔ بھیّا نہ سمجھتے تھے، وہ لوگ کھا گئے۔ ہمارے ساتھ آپکی دال نہ گلے گی۔ سارا زمانہ کہہ رہا ہے کہ بھائی صاحب کو زہر دیا گیا۔ میں کہتا ہوں تو کیوں آپکو غصہ آتا ہے؟

نرملا تو سناٹے میں آ گئی۔ معلوم ہوا کسی نے اُس کے بدن پر انگارے ڈال دیئے۔ منشی جی نے ڈانٹ کر جیارام کو چُپ کرانا چاہا، مگر جیارام بیخوفی کے ساتھ اینٹ کا جواب پتھر سے دیتا رہا۔ یہاں تک کہ نرملا کو بھی اس پر غصہ آ گیا۔ یہ کل کا چھوکرا، نہ کسی کام نہ کاج کا، یوں کھڑا اکڑ رہا ہے جیسے سارے گھر کا وہی پرورش کرتا ہے۔ تیوریاں چڑھا کر

بولی۔ بس اب بہت ہو چکا رام! معلوم ہو گیا کہ تم بڑے لائق ہو۔ باہر جا کر بیٹھو +

منشی جی ذرا دب دب کر بولتے رہے، اب نرملا کی شہ پائی تو دل بڑھ گیا۔ ہونٹ پیس کر لپکے اور اس سے قبل کہ نرملا اُن کے ہاتھ پکڑ سکے ایک تھپڑ چلا ہی دیا۔ تھپڑ نرملا کے منہ پر پڑا وہی سامنے پڑ گئی تھی۔ سر چکرا گیا۔ منشی جی کے خشک ہاتھوں میں بھی اتنی سکت ہے، اس کا وہ قیاس نہ کر سکتی تھی۔ سر تھام کر بیٹھ گئی۔ منشی جی کا غصہ اور بھی بھڑک اُٹھا۔ پھر گھونسا چلایا مگر اب کے جیارام نے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا اور پیچھے ڈھکیل کر بولا۔ دُور سے باتیں کیجیئے۔ کیوں ناحق اپنی بے عزتی کراتے ہیں۔ اماں جی کا لحاظ کر رہا ہوں ورنہ دکھا دیتا۔ یہ کہتا ہوا باہر چلا گیا۔ منشی جی وہیں کھڑے رہ گئے۔ اس وقت اگر جیارام پر خدا کا قہر نازل ہوتا تو شاید انہیں وہی مسرت ہوتی۔ جس لڑکے کو کبھی گود میں لے کر خوش ہو جاتے تھے اُسی کے متعلق آج انواع اقسام کی بد اندیشیاں پیدا ہو رہی تھیں +

رکمنی اب تک تو اپنی کوٹھری میں تھی۔ اب آ کر بولی۔ بیٹا اپنے برابر کا ہو گیا تو اُس پر ہاتھ نہ چلانا چاہیئے +

منشی جی نے ہونٹ چبا کر کہا میں اسے گھر سے نکال کر دم لونگا۔ بھیک مانگے یا چوری کرے، مجھ سے کوئی واسطہ نہیں +

رکمنی۔ ناک کس کی کٹے گی؟

منشی جی۔ اس کی پرواہ نہیں +

نرملا۔ میں جانتی کہ میرے آنے سے یہ طوفان اُٹھ کھڑا ہو گا تو بھول کر بھی نہ آتی۔ اب بھی بہتر ہے، مجھے بھیج دیجئے۔ اس گھر میں مجھ سے رہا نہ جائیگا +

رکمنی۔ تمہارا بہت لحاظ کرتا ہے بہو! ورنہ آج آفت آ جاتی +

نرملا۔ اب اور کیا آفت ہوگی مہا دیو جی! میں پھونک پھونک کے قدم رکھتی ہوں پھر بھی کلنک لگ ہی جاتا ہے۔ ابھی گھر میں قدم رکھے دیر نہیں ہوئی اور یہ حال ہو گیا۔ ایشور ہی کشل کریں!

رات کو کھانے کیلئے کوئی نہ اُٹھا۔ تنہا منشی جی نے کھایا۔ نرملا کے دل میں آج ایک نئی فکر پیدا ہو گئی تھی۔ زندگی کیسے پار ہوگی؟ اپنا ہی پیٹ ہوتا تو کوئی خاص تردد نہ تھا۔ اب تو ایک نئی بلا گلے پڑ گئی تھی وہ سوچ رہی تھی کہ میری ننھی بچی کے بھاگ میں کیا لکھا ہے رام!

(۲۰)

فکر میں نیند کب آتی ہے؟ نرملا پلنگ پڑی کروٹیں بدل رہی تھی۔ کتنا ہی کوشش کرتی تھی کہ نیند آجاوے۔ مگر نیند نے تو آنے کی قسم کھا لی تھی۔ چراغ ٹھنڈا کر دیا تھا، کھڑکی کھول دی تھی، ٹِک ٹِک کرنے والی گھڑی بھی دوسرے کمرہ میں رکھ آئی تھی مگر نیند کا نام نہ تھا۔ جتنی باتیں سوچنی تھی، سب سوچ چکی۔ تفکرات کا خاتمہ ہو گیا مگر پلک نہ جھپکی۔ تب اُس نے پھر لیمپ جلایا اور ایک کتاب پڑھنے لگی۔ دو ہی چار صفحے پڑھے ہونگے کہ جھپکی آگئی کتاب کھُلی کی کھُلی رہ گئی +

دفعتاً جیارام نے کمرہ میں قدم رکھا۔ اُس کے پیر تھر تھر کانپ رہے تھے اُس نے کمرہ کے اوپر نیچے دیکھا۔ نرملا سوئی ہوئی تھی۔ اُس کے سرہانے طاق پر ایک چھوٹا سا پیتل کا صندوقچہ رکھا ہوا تھا۔ جیارام دبے پاؤں گیا۔ آہستہ سے صندوقچہ اُتارا اور بڑی تیزی سے کمرہ کے باہر نکلا۔ اُسی وقت نرملا کی آنکھیں کھُل گئیں۔ چونک کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ دروازہ پر آکر دیکھا، کلیجہ دھک سے ہو گیا۔ کیا یہ جیارام ہے؟ میرے کمرے میں کیا کرنے آیا تھا؟ کہیں مجھ کو دھوکہ تو نہیں ہوا؟ شاید دیدی جی کے کمرہ سے آیا ہو۔ یہاں اُس کا کام ہی کیا تھا؟

شاید مجھے کچھ کہنے آیا ہو اور سوتا دیکھ کر چلا گیا ہو۔ لیکن اس وقت کیا کہنے آیا ہوگا؟ اِس کی نیت کیا ہے؟ اس کا دِل کانپ اُٹھا +

منشی اُوپر چھت پر سو رہے تھے۔ منڈیر نہ ہونے کے سبب نرملا اُوپر نہ سو سکتی تھی۔ اُس نے سوچا کہ چل کر اُنہیں جگاؤں مگر جانے کی ہمت نہ پڑی۔ شکی آدمی ہیں، نہ جانے کیا سمجھ بیٹھیں! اور کیا کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ آکر پھر وہی کتاب پڑھنے لگی۔ صبح سے پوچھنے پر آپ ہی معلوم ہو جائیگا۔ کہ کون جانے، مجھے دھوکا ہی ہُوا ہو۔ نیند میں کبھی دھوکا ہو جاتا ہے لیکن صبح پُوچھنے کا ارادہ کر لینے پر بھی اُس کو نیند نہ آئی +

صبح وہ ناشتہ لے کر خود جیارام کے پاس گئی تو اُسے دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ روز تو بھنگی آتی تھی، آج کیوں آ رہی ہیں؟ نرملا کی طرف دیکھنے کی اُس کی جُرأت نہ ہُوئی +

نرملا نے اُسکی نقش آمیز نگاہوں سے دیکھ کر پُوچھا۔ رات کو تُم میرے کمرہ میں گئے تھے؟

جیارام نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ میں بھلا رات کو کیا کرنے جاتا؟ کیا کوئی گیا تھا؟

نرملا نے اس لہجہ میں کہا گویا اُسے اُس کی بات کا پُورا یقین ہو گیا تھا۔ ہاں مجھے ایسا معلوم ہُوا کہ کوئی میرے کمرہ سے نکلا ہے۔ مَیں نے اُس کا چہرہ تو نہ دیکھا مگر اُس کی پیٹھ دیکھ کر قیاس کیا کہ شاید تم کسی کام سے آئے ہو۔ اِس کا پتہ کیسے چلے کہ کون تھا؟ کوئی تھا ضرور اِس میں ذرا بھی شُبہ نہیں +

جیارام اپنے کو بے قصور ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہُوئے کہنے لگا۔ مَیں تو رات کو تھیٹر دیکھنے چلا گیا تھا۔ وہاں سے لوٹا تو ایک دوست کے گھر میں لیٹ رہا۔ تھوڑی دیر ہوئی، لوٹا ہوں۔ میرے ساتھ اور بھی کئی دوست تھے جس سے جی چاہے، پُوچھ لیں۔

ان دنوں میں بہت ڈرتا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی چیز اُٹھ گئی ہو تو میرا نام لگے۔ چور کو تو کوئی پکڑ نہیں سکتا، میرے ماتھے لگ جائیگی۔ بابو جی کو آپ جانتی ہیں، مارنے دوڑینگے ۔

نرملا۔ تمہارا نام کیوں لگے گا۔ اگر تمہیں ہونے تو بھی تمہیں کوئی چوری نہیں لگا سکتا۔ چوری دوسرے کی چیز کی کی جاتی ہے، اپنی چیز کی چوری کوئی نہیں کرتا ۔

ابھی تک نرملا کی نگاہ اپنے صندوقچہ پر نہ پڑی تھی۔ کھانا پکانے لگی۔ جب وکیل صاحب کچہری چلے گئے تو وہ سدھا سے ملنے چلی۔ ادھر کئی دن سے ملاقات نہ ہوئی تھی۔ پھر اس واقعہ پر باہمی گفتگو بھی ہونی تھی۔ بھونگی سے کہا۔ کمرہ سے گہنے کا بکس اُٹھا لا ۔

بھونگی نے واپس آکر کہا۔ وہاں تو کہیں بکس نہیں ہے۔ کہاں رکھا تھا؟

نرملا نے چڑھ کر کہا۔ ایک مرتبہ میں تو کبھی تیرا کام ہی نہیں ہوتا۔ وہاں چھوڑ کر اور جائے گا کہاں؟ الماری میں دیکھا تھا؟

بھونگی۔ نہیں بہو جی، الماری میں تو نہیں دیکھا۔ جھوٹ کیوں بولوں؟

نرملا مسکرا پڑی۔ بولی جا دیکھ جلدی آ۔

ایک لمحہ میں بھونگی پھر خالی ہاتھ لوٹ آئی۔ الماری میں بھی تو نہیں ہے۔ اب کہاں بتاؤ وہاں دیکھوں ؟

نرملا جھنجھلا کر یہ کہتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ تجھے ایشور نے آنکھیں نہ جانے کس لئے دیں۔ دیکھ، اسی کمرہ میں سے لاتی ہوں کہ نہیں ۔

بھونگی بھی پیچھے پیچھے کمرہ میں گئی۔ نرملا نے طاق پر نگاہ ڈالی، الماری کھول کر دیکھی، پلنگ کے نیچے جھانک کر دیکھا، پھر کپڑوں کا بڑا صندوق کھول کر دیکھا۔ مگر بکس کا کہیں پتہ نہ تھا تعجب ہوا کہ آخر بکس گیا کہاں؟

وفتاً رات کا واقعہ بجلی کی طرح اُس کی آنکھوں کے سامنے چمک گیا - گیبہ اُچھل پڑا
اب تک بےفکری سے تلاش کر رہی تھی - اب بخار سا ہو گیا - بڑی بیتابی سے چاروں طرف کھوجنے لگی، کہیں پتہ نہ تھا - جہاں کھوجنا چاہیئے تھا وہاں بھی تلاش کیا اور جہاں نہ کھوجنا چاہیئے تھا وہاں بھی - اتنا بڑا صندوقچہ بستر کے نیچے کیسے چھپ جاتا؟ تکیے سے بھی جھاڑ کر دیکھا - لمحہ لمحہ چہرہ کا رنگ فق ہوتا جاتا تھا جان ناخونوں میں آ رہی تھی - آخر مایوس ہو کر اُس نے چھاتی پر ایک گھونسہ مارا اور رونے لگی*

گہنے ہی عورتوں کی پونجی ہوتے ہیں، شوہر کی اور کسی پونجی پر اُس کا اختیار نہیں ہوتا - اِسی پونجی کا اُسکو گھمنڈ اور بل ہوتا ہے - نرملا کے پاس پانچ ہزار کے گہنے تھے جب اُنہیں پہن کر وہ نکلتی تھی تو اتنی دیر کے لئے مسرّت سے اُس کا دل شگفتہ رہتا تھا ایک ایک زیور گویا مصائب دُنیوی سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک ایک ہتھیار تھا - ابھی رات ہی اس نے سوچا تھا کہ جیا رام کی لونڈی بن کر وہ نہ رہے گی ایشور نہ کرے کہ وہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلائے - اس ڈانڈ سے وہ اپنی ناؤ کو بھی پار لگا لے گی اور اپنی بچی کو بھی کسی نہ کسی گھاٹ پہنچا دے گی - اُسے کس بات کی فکر ہے - گہنے تو اُس سے کوئی نہ چھین لیگا آج یہ میرے سنگار ہیں، کل یہی میرے سہارے کا کام دینگے - اس خیال سے اُس کے دل کی کتنی تسکین ہوتی تھی - وُہی پونجی آج اُس کے ہاتھ سے نکل گئی اب وہ بے کس تھی - دُنیا میں اُس کے لئے کوئی وسیلہ کوئی سہارا نہ تھا! اُس کی اُمیدوں کی بیخکنی ہو گئی، وہ زار و قطار رونے لگی - ایشور! تُم سے اتنا بھی نہ دیکھا گیا؟ مجھ دُکھیا کو تُم نے یونہی مجہول بنا دیا تھا، اب آنکھیں بھی پھوڑ دیں! اب وہ کس کے سامنے ہاتھ پھیلائے گی؟ کس کے دروازے پر بھیک مانگے گی؟ اس کا جسم پسینہ سے شل ہو گیا، روتے روتے

آنکھیں سُوج گئیں۔ وہ سر جھکائے رو رہی تھی اور رُکمنی اُسے دلاسا دے رہی تھی۔ مگر اُس کے آنسُو نہ تھمتے تھے۔ رنج کی آگ فرو نہ ہوتی تھی ٭

تین بجے جیا اسکول سے لوٹا۔ نرملا اُس کے آنے کی خبر پا کر دیوانہ وار اُٹھی اور اُس کے کمرہ کے دروازہ پر جا کر بولی۔ بھیا دِل لگی کی ہو تو دیدو۔ دُکھیا کو ستا کر کیا پاؤگے؟

جیا رام ایک لمحہ کے لیے مضمحل ہو گیا۔ چوری میں اس کی پہلی کوشش تھی۔ وہ سنگ دلی جسے ستانے میں مزہ آتا ہے ابھی تک اُس میں نہ پیدا ہوئی تھی اگر اُس کے پاس صندوقچہ ہوتا اور اُسے پھر اتنا موقع مِلتا کہ وُہ اُس کو اُسی طاق پر رکھ دے۔ تو شاید وہ اُس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیتا۔ مگر اب صندوقچہ اُس کے ہاتھ نکل چُکا تھا۔ یار لوگوں نے اُسے صرافہ میں پہنچا دیا تھا اور گہنے کم و بیش قیمت پر فروخت بھی کر ڈالے تھے۔ چوری کی آبرو بچو کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔ بولا۔ بھلا امّاں جی میں آپ سے ایسی دل لگی کروں گا۔ آپ ابھی تک مجھ پر شک کرتی جا رہی ہیں۔ میں کہہ چُکا ہُوں کہ میں رات کو گھر میں نہ تھا مگر آپ کو یقین نہیں آتا۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ مجھے اتنا کمینہ سمجھتی ہیں ٭

نرملا نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ مَیں تمہارے اوپر شک نہیں کرتی، بھیا، تمہیں چوری نہیں لگاتی۔ میں نے سمجھا کہ شاید دِل لگی کی ہو ٭

جیا رام پر چوری کا شبہ کیسے کر سکتی تھی؟ دُنیا یہی تو کہے گی کہ لڑکے کی ماں مر گئی ہے تو اُس پر چوری کا الزام لگایا جا رہا ہے۔ میرے منہ میں تو کالک لگ جائیگی ٭

جیا رام نے تشفی دیتے ہوئے کہا۔ چلئے میں تو دیکھوں، آخر لے کون گیا؟ چور آیا کس راستہ سے؟

بھُنگی۔ بھتا تم بھی چوروں کے آنے کو کہتے ہو، چُوہے کے بل سے تو نکل ہی آتے ہیں

یہاں تو چاروں طرف کھڑکیاں ہیں +

جیارام۔ خوب اچھی طرح تلاش کر لیا ہے؟

نرملا۔ سارا گھر تو چھان مارا، اب کہاں کھوجنے کہتے ہو؟

جیارام۔ آپ لوگ سو بھی تو جاتی ہیں مُردوں سے بازی لگا کر +

چار بجے منشی جی گھر میں آئے تو نرملا کی حالت دیکھ کر دریافت کیا۔ کیسی طبیعت ہے؟ کہیں درد تو نہیں ہے؟ یہ کہہ کر انہوں نے آشا کو گود میں اٹھا لیا +

نرملا کوئی جواب نہ دے سکی، پھر رونے لگی!

رُکمنی نے کہا ایسا کبھی نہ ہوا تھا۔ میری ساری عمر اسی گھر میں کٹ گئی۔ آج تک ایک پیسہ کی چوری نہیں ہوئی۔ دُنیا یہی کہے گی کہ بھگی کا کام ہے اب تو بھگوان ہی آبرو رکھیں +

منشی جی اچکن کے بٹن کھول رہے تھے۔ پھر بٹن بند کرتے ہوئے بولے۔ کیا ہوا؟ کیا کوئی چیز چوری گئی؟

رُکمنی۔ بہو جی کے سارے گہنے اُڑ گئے +

منشی جی۔ رکھے کہاں تھے؟

نرملا نے سسکیاں بھرتے ہوئے رات کا سارا واقع بیان کر دیا۔ مگر جیارام کے صورت والے آدمی کے اپنے کمرہ سے نکلنے کی بات نہ کہی۔ منشی جی نے آہ سرد بھر کر کہا۔ ایشور بھی بڑا انیائی ہے، جو مرے ہیں انہیں کو مارتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بُرے دن آ گئے ہیں۔ مگر چور آیا تو آیا کدھر سے؟ کہیں نقب نہیں ہوئی، اور کسی طرف سے آنے کا راستہ نہیں۔ میں نے تو کوئی اور گناہ بھی نہیں کیا جس کی مجھے

یہ سراپا مری ہے۔ بار بار کہتا رہا کہ یہ زیور کا صندوق طاق پہ نہ رکھو مگر کون سنتا ہے؟

نرملا۔ میں کیا جانتی تھی کہ یہ غضب ٹوٹ پڑے گا +

منشی جی۔ اتنا تو جانتی تھیں کہ سب دن برابر نہیں جاتے۔ آج بنوا نے جاؤں تو دس ہزار سے کم نہ لیں گے۔ پھر آج کل اپنی جو حالت ہے وہ تم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ خرچ بھر کو مشکل سے ملتا ہے، زیور کہاں سے بنیں گے؟ جاتا ہوں، تھانہ میں اطلاع کئے آتا ہوں مگر ملنے کی امید نہ سمجھو +

نرملا نے معترضانہ لہجہ میں کہا۔ جب جانتے ہیں کہ تھانہ میں اطلاع کرنے سے کچھ نہ ہوگا تو کیوں جا رہے ہیں؟

منشی جی۔ دل نہیں مانتا اور کیا؟ اتنا بڑا نقصان اٹھا کر خاموش تو نہیں بیٹھا جاتا +

نرملا۔ ملنے والے ہوتے، تو جاتے ہی کیوں؟ تقدیر کے نہ تھے تو کیسے رہتے؟

منشی جی۔ تقدیر کے ہونگے تو مل جائیں گے ورنہ گئے تو ہیں ہی +

منشی جی کمرہ سے نکلے۔ نرملا نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ میں کہتی ہوں، نہ جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو لینے کے دینے پڑ جائیں +

منشی جی نے ہاتھ چھڑا کر کہا۔ تم بھی کیسی بچوں کی سی ضد کر رہی ہو؟ دس ہزار کا نقصان ایسا نہیں ہے جس کو میں یونہی برداشت کر لوں۔ میں رو نہیں رہا ہوں مگر میرے دل پر جو کچھ گزر رہی ہے وہ میں ہی جانتا ہوں۔ یہ چوٹ میرے کلیجہ پر لگی ہے۔ منشی جی اور کچھ نہ کہہ سکے۔ گلا بھر آیا۔ وہ تیزی کے ساتھ کمرہ سے باہر نکلے اور تھانہ دار اُن کا بہت لحاظ کرتا تھا۔ اُسے ایک بار رشوت کے مقدمہ سے رہا کرا چکے تھے۔ وہ اُن کے ساتھ ہی تفتیش کرنے آ پہنچا۔ نام تھا اللہ داد خاں +

شام ہو گئی تھی۔ تھانہ دار نے مکان کے آگے پیچھے گھوم گھوم کر دیکھا۔ اندر جا کر نکلا کے کمرہ کو غور سے دیکھا۔ اوپر کی منڈیر کی جانچ کی اور تب منشی جی سے بولا۔ جناب خدا کی قسم! یہ کسی باہر کے آدمی کا کام نہیں۔ خدا کی قسم، اگر کوئی باہری آدمی نکلے تو میں آج تھانہ داری کرنا چھوڑ دوں۔ آپکے گھر میں کوئی ملازم تو ایسا نہیں ہے جس پر آپ کو شبہ ہو

منشی جی۔ گھر میں آج کل صرف ایک مہری ہے ؛

تھانہ دار۔ اجی۔ وہ پاگل ہے۔ یہ کسی بڑے شاطر کا کام ہے، خدا کی قسم!

منشی جی۔ تو گھر میں اور کون ہے؟ میرے دونوں لڑکے ہیں۔ بیوی ہے اور بہن ہے ان میں کس پر شبہ کروں؟

تھانہ دار۔ خدا کی قسم، گھر ہی کے کسی آدمی کا کام ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ انشاء اللہ دو چار روز میں میں آپ کو اس کی خبر دونگا۔ یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ مال بھی سب مل جاویگا مگر خدا کی قسم، چور کو ضرور پکڑ لونگا ؛

تھانہ دار چلا گیا تو منشی جی نے آ کر نرملا سے یہ ساری باتیں کہیں۔ نرملا سہم گئی۔ بولی۔ آپ تھانہ دار سے کہہ دیجئے کہ تفتیش نہ کریں۔ میں آپکے پیروں پڑتی ہوں ؛

منشی جی۔ آخر کیوں؟

نرملا۔ اب کیوں بتاؤں؟ وہ کہہ رہا ہے کہ گھر ہی کے کسی آدمی کا کام ہے

منشی جی۔ اُسے بکنے دو ؛

جیارام اپنے کمرہ میں بیٹھا ہوا ایشور کو یاد کر رہا تھا۔ اس کے منہ پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ یہ سن چکا تھا کہ پولیس والے چہرہ سے بھانپ جاتے ہیں۔ باہر نکلنے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ دونوں آدمیوں میں کیا باتیں ہو رہی ہیں جاننے کے لئے بیقرار ہو رہا تھا۔

جیوں ہی تھانہ دار چلا گیا اور بھنگی کسی کام سے باہر نکلی تو جیارام نے پوچھا۔ تھانہ دار کیا کہہ رہا تھا بھنگی؟

بھنگی نے پاس جا کر کہا۔ ڈاڑھی جار کہتا تھا کہ گھر ہی کے کسی آدمی کا کام ہے۔ باہر کا کوئی نہیں ہے۔

جیارام۔ دادا جی نے کچھ نہیں کہا؟

بھنگی۔ کچھ تو نہیں کہا، کھڑے ہموں ہوں کرتے رہے۔ گھر میں ایک بھنگی ہی بیگانی ہے نہ، اور تو سب اپنے ہی ہیں۔

جیارام۔ میں بھی تو بیگانہ ہوں، تو ہی کیوں؟

بھنگی۔ تم بیگانہ کاہے کو ہو بھیا؟

جیارام۔ بابو جی نے تھانہ دار سے کہا نہیں کہ گھر میں کسی پر ان کا شبہ نہیں ہے؟

بھنگی۔ کچھ تو کہتے نہیں سنا۔ بیچارے تھانہ دار نے پہلے ہی کہا کہ بھنگی تو پاگل ہے یہ کیا چوری کرے گی۔ بابو جی تو مجھے پھنسائے ہی دیتے تھے۔

جیارام۔ تب تو تو بھی نکل گئی۔ اکیلا میں ہی رہ گیا۔ تو ہی بتا کہ تو نے مجھے اس دن گھر میں دیکھا تھا؟

بھنگی۔ نہیں بھیا، تم تو تھیٹر دیکھنے گئے تھے۔

جیارام۔ گواہی دے گی نہ؟

بھنگی۔ کیا کہتے ہو بھیا؟ بہو جی تحقیقات بند کرا دیں گی۔

جیارام۔ سچ؟

بھنگی۔ ہاں بھیا۔ بار بار کہتی ہیں کہ تحقیقات نہ کراؤ۔ گہنے گئے تو جانے دو۔

بابوجی مانتے ہی نہیں ٭

پانچ چھ روز تک جیارام نے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ کبھی دو چار لقمے کھا لیتا اور کبھی کہدیتا کہ بھوک نہیں ہے۔ اس کے چہرہ کا رنگ فق رہتا تھا۔ راتیں جاگتے گذرتیں۔ ہر لحظہ تھانےدار کا خوف لگا رہتا تھا۔ اگر وہ جانتا کہ معاملہ اتنا طول پکڑے گا تو کبھی ایسا کام نہ کرتا۔ اس نے تو سمجھا تھا کہ کسی چور پر شبہہ ہوگا۔ میری طرف کسی کا دھیان بھی نہ جاوے گا۔ مگر اب بھنڈا پھوٹتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ کمبخت تھانہ دار جس ڈھنگ سے چھان بین کر رہا تھا اس سے جیارام کو سخت اندیشہ ہو رہا تھا ٭

ساتویں روز شام کے وقت جیارام گھر لوٹا تو بہت متفکر تھا۔ آج تک اسے بچنے کی کچھ نہ کچھ امید تھی۔ مال ابھی تک کہیں برآمد نہ ہوا تھا۔ مگر آج اسے مال کے برآمد ہونے کی خبر مل گئی تھی۔ اسی دم تھانہ دار کانسٹبلوں کو لئے ہوئے آتا ہوگا۔ بچنے کی کوئی سبیل نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ تھانہ دار رشوت لیے سے معاملہ کو دبا دے۔ روپے بھی ہاتھ میں تھے۔ مگر کیا بات چھپی رہیگی؟ ابھی مال برآمد نہیں ہوا، پھر بھی کل شہر میں افواہ تھی کہ بیٹے ہی نے مال اڑایا ہے۔ مال مل جانے پر تو گلی گلی بات پھیل جاویگی۔ پھر وہ کسی کو منہ نہ دکھا سکے گا ٭

منشی جی کچہری سے لوٹے تو بہت گھبرائے ہوئے تھے۔ سر پکڑ کر پلنگ پر بیٹھ گئے۔ [illegible] نے کہا کپڑے کیوں نہیں اتارتے؟ آج تو اور دنوں سے دیر ہو گئی ہے

منشی جی۔ کیا کپڑے اتاروں۔ تم نے کچھ سنا؟

[illegible]۔ کیا بات ہے؟ میں نے تو کچھ نہیں سنا

منشی جی۔ حال برآمد ہو گیا۔ اب جیا لال کا بچنا مشکل ہے۔

نرملا کو تعجب نہیں ہوا۔ اُس کے چہرہ سے ایسا معلوم ہوا گویا اس کو یہ بات معلوم تھی۔ نرملا۔ میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ تھانہ میں اطلاع نہ کیجئے۔

منشی جی۔ تمہیں جیا پر شبہ تھا؟

نرملا۔ شبہ کیوں نہیں تھا؟ میں نے اُسے اپنے کمرہ سے نکلتے دیکھا تھا۔

منشی جی۔ پھر تم نے مجھ سے کیوں نہ کہدیا؟

نرملا۔ یہ بات میرے کہنے کی نہ تھی۔ آپ کے دل میں ضرور خیال گزرتا کہ یہ حسد سے الزام لگا رہی ہے۔ سچ کہئے یہ خیال گزرتا یا نہیں؟ جھوٹ نہ بولئے گا۔

منشی جی۔ ممکن ہے۔ میں انکار نہیں کر سکتا۔ اس حالت میں بھی تمہیں مجھ سے کہدینا چاہئے تھا۔ رپورٹ کی نوبت نہ آتی۔ تم نے اپنی نیک نامی کی تو فکر کی، یہ نہ سوچا کہ نتیجہ کیا ہو گا؟ میں ابھی تھانہ سے چلا آتا ہوں۔ الہ یار خاں آتا ہی ہو گا۔

نرملا نے مایوسی سے پوچھا۔ پھر اب؟

منشی جی نے آسمان کی طرف تاکتے ہوئے کہا۔ پھر جیسی ایشور کی مرضی۔ ہزار دو ہزار روپئے رشوت دینے کے لئے ہوتے تو شاید معاملہ دب جاتا۔ مگر میری حالت تو تم جانتی ہو۔ تقدیر کھوٹی ہے، اور کچھ نہیں۔ پاپ تو میں نے کئے ہیں، سزا کون بھوگے گا؟ ایک لڑکا تھا اُس کی وہ حالت ہوئی، دوسرے کی یہ حالت ہو رہی ہے۔ نالائق تھا، گستاخ تھا، نکما تھا، مگر تھا تو اپنا ہی لڑکا! کبھی نہ کبھی چیتتا ہی۔ یہ صدمہ اب نہ اُٹھایا جا سکے گا۔

نرملا۔ اگر کچھ دے دلا کر جان بچ سکے تو میں روپئے کا بندوبست کر دوں؟

منشی جی - کر سکتی ہو؟ کتنے روپئے دے سکتی ہو؟

نرملا - کتنا درکار ہوگا؟

منشی جی - ایک ہزار سے کم میں تو شاید بات چیت نہ ہو سکے۔ میں نے ایک مقدمہ میں اُس سے ایک ہزار لئے تھے۔ وہ اُس کی کسر آج نکالے گا۔

نرملا - ہو جاویگا۔ آپ ابھی تھانہ جایئے۔

منشی جی کو تھانہ میں بہت دیر لگی۔ تنہائی میں گفتگو کرنے کا بہت دیر بعد موقع ملا۔ الہ یار خاں بہت پرانا گھاگ تھا۔ بڑی مشکل سے ہتھے چڑھا۔ پانچسو روپئے لیکر بھی احسان کا بوجھ سر پر لاد ہی دیا۔ کام ہوگیا۔ منشی جی واپس آ کر بولے - لو بھئی، بازی مار لی۔ روپئے تم نے دیئے مگر کام میری زبان نے ہی کیا۔ بڑی مشکل سے راضی ہوگیا۔ یہ بھی یاد رہے گی۔ جیارام کھانا چکا ہے؟

نرملا - کہاں، وہ تو ابھی گھوم کر لوٹا ہی نہیں۔

منشی جی - بارہ تو بج رہے ہونگے؟

نرملا - کئی مرتبہ جا جا کر دیکھ آئی۔ کمرہ میں اندھیرا پڑا ہوا ہے۔

منشی جی - اور سیارام؟

نرملا - وہ تو کھا پی کر سو رہا ہے۔

منشی جی - اُس سے پوچھا نہیں کہ جیا کہاں گیا ہے؟

نرملا - وہ تو کہتا ہے کہ مجھ سے کچھ کہہ کر نہیں گیا۔

منشی جی کو کچھ اندیشہ ہوا۔ سیارام کو جگا کر پوچھا - تم سے جیارام نے کچھ کہا نہیں؟ کب تک لوٹے گا؟ گیا کہاں ہے؟

سیارام نے سر کھجلاتے اور آنکھیں ملتے ہوئے کہا۔ مجھ سے کچھ نہیں کہا ۔

منشی جی۔ کپڑے سب پہن کر گیا ہے؟

سیارام۔ صرف کُرتا اور دھوتی ۔

منشی جی۔ جاتے وقت خوش تھا؟

سیارام۔ خوش تو نہیں معلوم ہوتے تھے۔ کئی بار اندر آنے کا ارادہ کیا۔ مگر دروازے سے لوٹ گئے۔ کئی منٹ تک سائبان کے نیچے کھڑے رہے۔ چلنے لگے تو آنکھیں پونچھ رہے تھے۔ اِدھر کئی دنوں سے اکثر رویا کرتے ہیں ۔

منشی جی نے ایسی ٹھنڈی سانس لی گویا زندگی میں اب کچھ نہیں رہا۔ نرملا سے بولے۔ تم نے کیا تو اپنی سمجھ میں بھلے ہی کیلئے مگر کوئی دشمن بھی مجھ پر اس سے زیادہ سخت چوٹ نہ کر سکتا تھا۔ سیارام سچ کہتا تھا کہ بیاہ کرنا ہی میری زندگی کی سب سے بڑی خطا تھی ۔

اور کسی وقت ایسے سخت الفاظ سُن کر نرملا تلملا جاتی مگر اس وقت وہ خود اپنی غلطی پر پچھتا رہی تھی۔ اگر سیارام کی ماں ہوتی تو کیا وہ اس میں تامل کرتی؟ ہرگز نہیں۔ بولی ذرا ڈاکٹر صاحب کے کیوں نہیں چلے جاتے؟ شاید وہاں بیٹھا ہو۔ کئی لڑکے روز آتے ہیں۔ انہیں سے پوچھئے۔ شاید کچھ پتہ لگ جائے۔ پھونک پھونک کر قدم رکھنے پر بھی کلنک لگ ہی گیا ۔

منشی جی نے بیدلی سے کہا۔ ہاں جاتا ہوں۔ اور کیا کروں گا؟

منشی جی باہر آئے تو دیکھا کہ ڈاکٹر سنہا کھڑے ہیں۔ چونک کر پوچھا۔ کیا آپ دیر سے کھڑے ہیں ۔

ڈاکٹر - جی نہیں، ابھی آیا ہوں - آپ اس وقت کہاں جا رہے ہیں؟ ساڑھے بارہ بج گئے ہیں۔

منشی جی - آپ ہی کی طرف جا رہا تھا - سیارام ابھی تک گھوم کر نہیں آیا - آپ کی طرف تو نہیں گیا تھا؟

ڈاکٹر سنہا نے منشی جی کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور اتنا کہہ پائے تھے "بھائی صاحب، اب صبر سے کام ...." کہ منشی جی گولی کھائے ہوئے آدمی کی طرح زمین پر گر پڑے۔

(۲۱)

رکمنی نے تیوریاں بدل کر کہا - کیا ننگے پیر ہی مدرسہ جائے گا؟

نرملا نے بچی کے بال گوندھتے ہوئے کہا - میں کیا کروں؟ میرے پاس روپے نہیں ہیں۔

رکمنی گہنے بنوانے کے لئے روپے ہیں؟ لڑکے کے جوتے کے لئے روپیوں میں آگ لگ جاتی ہے - دو تو چلے ہی گئے - کیا تیسرے کو بھی رُلا رُلا کر مار ڈالنے کا ارادہ ہے؟

نرملا نے آہ سرد بھر کر کہا - جس کو جیتا ہے، جئے گا - جس کو مرنا ہے مر جائیگا - میں کسی کو مرنے بلانے نہیں جاتی۔

آج کل ایک نہ ایک بات پر نرملا اور رکمنی میں روز ہی کھٹ پٹ ہو جاتی تھی - جب سے گہنے چوری گئے ہیں نرملا کا مزاج بالکل تبدیل ہو گیا ہے - وہ ایک ایک کوڑی کو دانت سے پکڑنے لگی ہے - سیارام روتے روتے چاہے جان دیدے مگر اسے مٹھائی

سکے تک پیسے نہیں ملتے۔ اور یہ برتاؤ کچھ سیارام ہی کے ساتھ نہیں ہے۔ نرملا خود اپنی
ضرورتوں کو ٹالتی رہتی ہے۔ دھوتی جب تک پھٹ کر تار تار نہ ہو جائے، نئی دھوتی
نہیں آتی۔ مہینوں سر کا تیل نہیں منگایا جاتا۔ پان کھانے کا اُسے شوق تھا، اب کئی
کئی روز تک پاندان خالی پڑا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ بچی کے لئے دودھ بھی نہیں آتا تھا۔
بچی کا مستقبل خوفناک صورت اختیار کر کے اُس کے خیالات کی فضا پر منڈلایا کرتا ہے؂

منشی جی نے اپنے کو بالکل نرملا کے ہاتھوں میں سونپ رکھا ہے۔ اُس کے کسی کام
میں دخل نہیں دیتے۔ نہ جانے اُس سے کیوں کچھ دبے رہتے ہیں۔ وہ اب بلا ناغہ کچہری
جاتے ہیں۔ اس قدر محنت انہوں نے جوانی میں بھی نہ کی تھی۔ آنکھیں خراب ہو گئی ہیں۔
ڈاکٹر سنہا نے رات میں پڑھنے لکھنے کی ممانعت کر دی ہے۔ ہاضمہ پہلے ہی کمزور تھا،
اب اور بھی خراب ہو گیا ہے۔ تنفس کی شکایت بھی پیدا ہو چلی ہے۔ مگر بیچارے صبح سے
نصف شب تک کام کرتے رہتے ہیں۔ کام کرنے کو جی چاہے یا نہ چاہے، طبیعت اچھی ہو
یا نہ ہو، کام کرنا ہی پڑتا ہے۔ نرملا کو ان پر ذرا بھی رحم نہیں آتا ہے۔ وہی مستقبل کی خوفناک
فکر اُس کی نیک مزاجی کو غارت کر رہی ہے۔ کسی فقیر کی آواز پر وہ جھلا اُٹھتی ہے۔ وہ
ایک کوڑی بھی خرچ نہیں کرنا چاہتی؂

ایک روز نرملا نے سیارام کو گھی لانے کے لئے بازار بھیجا۔ بھونگی کا اُسے اعتبار نہ
تھا، اُس سے اب کوئی سودا نہ منگاتی تھی۔ سیارام میں کاٹ کپٹ کی عادت نہ تھی، اونے
پونے کرنا نہ جانتا تھا۔ عموماً بازار کا سارا کام اُسی کو کرنا پڑتا۔ نرملا ایک ایک چیز کو تولتی
ذرا بھی کم ہوتی تو اُسے لوٹا دیتی۔ سیارام کا بہت سا وقت اسی لوٹا پھیری میں گزر جاتا تھا
بازار والے اُسے جلدی کوئی سودا نہ دیتے۔ آج بھی وہی نوبت آئی۔ سیارام اپنے خیال سے

بہت اچھا گھی کئی دکان دیکھ کر لایا تھا مگر نرملا نے اُسے سونگھتے ہی کہا، گھی خراب ہے لوٹا آؤ ۔

سیارام نے جھنجھلا کر کہا۔ اِس سے اچھا گھی بازار میں نہیں ہے، میں تمام دکانیں دیکھ کر لایا ہوں ۔

نرملا۔ تو میں جھوٹ کہتی ہوں؟

سیارام میں نہیں کہتا مگر بنیا اب گھی واپس نہ لے گا۔ اُس نے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ جس طرح دیکھنا چاہو، یہیں دیکھ لو، مال تمہارے سامنے ہے۔ لوٹنے کے وقت میں سودا واپس نہ لوں گا۔ میں نے سونگھ کر چکھ کر دیکھ لیا تھا۔ اب کس مُنہ سے واپس کرنے جاؤں؟

نرملا نے دانت پیس کر کہا۔ گھی میں صاف چربی ملی ہوئی ہے اور تم کہتے ہو گھی اچھا ہے۔ میں اسے رسوئی میں نہ لے جاؤں گی۔ تمہارا جی چاہے لوٹا دو، جی چاہے کھا جاؤ ۔

گھی کی ہانڈی وہیں چھوڑ کر نرملا اندر چلی گئی۔ سیارام غم و غصّہ سے گھبرا اُٹھا۔ وہ کون سا مُنہ لے کر لوٹانے جاوے۔ بنیا صاف کہہ دے گا کہ میں نہیں لوٹاتا۔ تب وہ کیا کرے گا؟ قریب کے دس پانچ بنئے اور سڑک پر چلنے والے لوگ وہاں جمع ہو جائیں گے۔ اُن سبھوں کے سامنے اُسے شرمندہ ہونا پڑے گا بازار میں یونہی کوئی بنیا اسے جلد سودا نہیں دیتا، وہ کسی دکان پر کھڑا نہیں ہونے پاتا۔ چاروں طرف اُسی پر پھٹکار پڑنے لگی۔ اُس نے دل ہی دل میں جھنجھلا کر کہا۔ پڑا رہے گھی، میں لوٹانے نہ جاؤں گا ۔

بلا ماں کے بچّہ کا سا غریب، بیکس اور مظلوم جاندار دُنیا میں نہیں ہوتا۔ اور دُکھ بھول جاتے ہیں، بچّہ کو ماں کی یاد نہیں بھولتی۔ سیارام کو اس وقت ماں کی یاد آئی۔ اماں ہوتیں تو کیا آج مجھے یہ سب سہنا پڑتا؟ بھیا بھی چلے گئے جیارام بھی چلے گئے، میں ہی اکیلا یہ ساری مصیبت اُٹھانے کے لئے کیوں بچ رہا؟ سیارام کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ اُس کے بھرے ہوئے گلے سے ایک گہری سانس کے ساتھ ملے ہوئے یہ لفظ نکل پڑے۔ اماں! تم مجھے کیوں بھول گئیں؟ کیوں مجھے نہیں بلا لیتیں؟

دفعتاً نرملا پھر کمرہ کی طرف آئی۔ اُس نے سمجھا تھا کہ سیارام چلا گیا ہوگا اُسے بیٹھا دیکھا تو غصّہ سے بولی۔ تم ابھی تک بیٹھے ہی ہو، آخر کھانا کب پکے گا؟

سیارام نے آنکھیں پونچھ ڈالیں، بولا۔ مجھے اسکول جانے کو دیر ہو جائیگی۔

نرملا۔ ایک روز دیر ہی ہو جائیگی تو کون ہرج ہے؟ یہ بھی تو گھر ہی کا کام ہے۔

سیارام۔ روز تو یہی دھندا لگا رہتا ہے۔ میں کبھی وقت پر نہیں پہنچتا۔ گھر پر بھی پڑھنے کا وقت نہیں ملتا۔ کوئی سودا بلا دو چار بار لوٹائے نہیں لیا جاتا ڈانٹ تو مجھ پر پڑتی ہے، شرمندہ تو مجھے ہونا پڑتا ہے، آپ کو کیا!

نرملا۔ ہاں مجھے کیا، میں تمہاری دُشمن ٹھہری نہ؟ اپنا ہوتا تب تو اس سے تعلق ہوتا۔ میں تو ایشور سے منایا ہی کرتی ہوں کہ تم پڑھ لکھ نہ سکو۔ مجھ میں تو ساری برائیاں ہی برائیاں ہیں۔ تمہارا کوئی قصور نہیں۔ سوتیلی ماں کا نام ہی بُرا ہوتا ہے۔ اپنی ماں زہر بھی دے تو امرت ہے، میں امرت بھی دوں تو زہر ہو جاوے۔ تم لوگوں کے

کاسن مٹی میں مل گئی - روتے روتے عمر کٹی جاتی ہے - معلوم ہی نہ ہوا کہ ایشور نے کس لئے جنم دیا تھا - اور تمہاری سمجھ میں مزہ کر رہی ہوں - تمہیں ستانے میں مجھے مزہ آتا ہے - ایشور بھی نہیں پوچھتا کہ سب دکھ درد کا خاتمہ ہو جاتا ۔

یہ کہتے کہتے نرملا کی آنکھیں بھر آئیں - وہ اندر چلی گئی - سیارام اُسے روتا دیکھ کر سہم گیا - اُسے رنج تو نہیں ہوا البتہ یہ خوف ہوا کہ نہ جانے کونسی سزا ملے - چپکے سے ہانڈی اٹھا لی اور گھی لوٹانے چلا، اس طرح جیسے کوئی کتا کسی نئے گانوں میں جاتا ہے - اُسی کتے کی طرح اُس کا دل - بچ اُس کے ایک ایک عضو سے ظاہر ہو رہا تھا - اسے دیکھ کر معمولی عقل والا انسان بھی قیاس کر سکتا تھا کہ یہ مالک

سیارام جیوں جیوں آگے بڑھتا تھا، آنے والے جھگڑے کے خوف سے اُس کے دل کی حرکت زیادہ ہوتی جاتی تھی - اُس نے طے کر لیا کہ اگر بنئے نے گھی نہ لوٹایا تو گھی کو وہیں چھوڑ کر چلا آئے گا - جھک مار کر بنیا آپ ہی بلا دیگا - بنئے کو ڈانٹنے کے لئے بھی اس نے الفاظ سوچ لئے - وہ کہے گا - کیوں ساہ جی، آنکھوں میں دھول جھونکتے ہو؟ دکھاتے ہو بڑھیا مال دیتے ہو ردی؟ مگر یہ سب سوچ لینے پر بھی اُس کے قدم بہت آہستہ آہستہ آگے پڑتے تھے - وہ یہ نہ چاہتا تھا کہ بنیا اُسے آتا ہوا دیکھے وہ یکبارگی اُس کے سامنے پہنچ جانا چاہتا تھا - اس لئے وہ چکر کاٹ کر دوسری گلی سے بنئے کی دکان پر گیا ۔

بنئے نے اسے دیکھتے ہی کہا - ہم نے کہہ دیا تھا کہ سودا واپس نہ لیں گے بولو کہا تھا کہ نہیں؟

سیارام نے بگڑ کر کہا - تم نے تو وہ گھی کہاں دیا جو دکھایا تھا؟ دکھایا ایک مال اور دیا دوسرا مال! لوٹاؤ گے کیسے نہیں؟ کیا کوئی رہزنی ہے؟

ساہ اس سے چوکھا گھی بازار میں نکل آوے تو جرمانہ دوں۔ اُٹھاؤ ہانڈی اور جھاڑ دُکان دیکھ آؤ۔

سیارام۔ ہمیں اتنی فرصت نہیں ہے۔ اپنا گھی لوٹا لو۔

سیاہ گھی نہ لوٹے گا۔

بنئے کی دکان پر ایک جٹا دھاری سادھو بیٹھا ہُوا یہ تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اُٹھ کر سیارام کے پاس آیا اور ہانڈی کا گھی سونگھ کر بولا۔ بچہ گھی تو بہت بڑھیا معلوم ہوتا ہے۔

ساہ نے شہ پا کر کہا۔ بابا جی ہم لوگ تو آپ ہی ان کو گھٹیا سودا نہیں دیتے بڑا مال کیا جائے پوچھے گاہکوں کو دیا جاتا ہے؟

سادھو۔ گھی لے جاؤ بچہ! بہت اچھا ہے۔

سیارام۔ روپڑا گھی کو بُرا ثابت کرنے کے لئے اُس کے پاس اب کیا ثبوت تھا۔ بولا۔ وہی تو کہتی ہیں گھی اچھا نہیں ہے۔ لوٹا آؤ۔ میں تو کہتا کہ گھی اچھا ہے۔

سادھو۔ کون کہتا ہے؟

ساہ۔ اِن کی اماں کہتی ہونگی۔ کوئی سودا اُنکے من ہی نہیں بھاتا۔ بیچارے لڑکے کو بار بار دوڑایا کرتی ہیں۔ سوتیلی ماں ہیں نہ۔ اپنی ماں ہو تو کچھ خیال بھی کرے۔

سادھو نے سیارام کو ترحم آمیز نگاہوں سے دیکھا۔ گویا اُسے نجات دینے کے لئے اُس کا دل بے چین ہو رہا ہے۔ تب ہمدردانہ لہجہ میں بولا۔ تمہاری ماں کا سُورگباش ہوئے کتنے دن ہوئے بچہ؟

سیارام۔ چھٹا سال ہے۔

سادھو۔ تب تو تم اُس وقت بھی چھوٹے رہے ہو گے۔ بھگوان تمہاری لیلا کتنی اگم ہے! اس دُودھ مُنہے بچّے سے تم نے ماں کا پیار چھین لیا۔ بڑا انیائے کرتے ہو بھگوان! ہائے چھ سال کا بچّہ اور راکشسی سوتیلی ماں کے پالے پڑا۔ دھنیہ ہے تمہاری دیا! ساہ جی لڑکے پر دیا کرو۔ گھی لوٹا دو، نہیں تو اس کی ماں اسے گھر میں نہ آنے دیگی۔ بھگوان کی دیا سے تمہارا گھی جلدی بک جائے گا۔ میرا آشیرواد تمہارے ساتھ رہیگا۔

ساہ جی نے روپئے نہ واپس کئے۔ آخر لڑکے کو پھر گھی لینے آنا ہی پڑے گا۔ نہ جانے دن میں کتنی بار چکّر لگانا پڑے اور کس فریبی سے پالا پڑے۔ اُس کی دُکان میں جو گھی سب سے بڑھیا تھا وہ اُس نے سیارام کو دیدیا۔ سیارام دل میں سوچ رہا تھا کہ باباجی کتنے رحیم ہیں۔ انہوں نے نہ سفارش کی ہوتی تو ساہ جی کیوں اچھا گھی دیتے۔

سیارام گھی لے کر چلا تو باباجی بھی اُس کے ساتھ ہو لئے۔ راستہ میں میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگے۔ بچّہ میری ماں بھی مجھے تین سال کا چھوڑ کر پرلوک سدھار گئی تھی۔ تبھی سے بِلا ماں والے بچوں کو دیکھتا ہوں تو میرا دل پھٹنے لگتا ہے۔ سیارام نے پوچھا۔ آپ کے باپ نے بھی دوسرا بیاہ کر لیا تھا؟

سادھو۔ ہاں بچّہ! نہیں تو آج سادھو کیوں ہوتا؟ پہلے میرے باپ بیاہ نہ کرتے تھے۔ مجھے بہت چاہتے تھے۔ پھر نہ جانے کیوں من بدل گیا، بیاہ کر لیا۔ سادھو ہوں۔ کڑوی بات مُنہ سے نہ نکالنا چاہیئے، مگر میری دُوسری ماں جتنی ہی سندر تھی اُتنی ہی کڑے دل کی تھی۔ مجھے دن دن بھر کھانے کو نہ دیتی، رونا تو

دارتی۔ باپ کی آنکھیں بھی پھر گئیں۔ اُنہیں میری صورت سے گھن ہونے لگی۔ میرا دھ ناش کر مجھے پیٹنے لگتے۔ آخر میں ایک دن گھر سے بھاگ کھڑا ہوا +

سیا رام کے دل میں بھی گھر سے نکل بھاگنے کا ارادہ کئی بار ہوا تھا۔ اُس وقت بھی اُس کے دل میں یہی خیال پیدا ہو رہا تھا۔ بڑے جوش سے بولا۔ گھر سے نکل کر آپ کہاں گئے ؟

باباجی نے ہنس کر کہا۔ اُسی دن میرے سارے دُکھ درد دُور ہو گئے۔ جس دن گھر کے مایا موہ سے چھُوٹا اور دشمن سے دُور ہوا اُسی دن میرا اُدھار ہو گیا۔ دن بھر تو میں ایک پُل کے نیچے بیٹھا رہا۔ سانجھ ہوتے مجھے ایک مہاتما مل گئے۔ اُن کا نام سوامی پرمانند تھا۔ وہ بال برہمچاری تھے اُنہوں نے مجھ پر دیا کی اور مجھے اپنے ساتھ رکھ لیا۔ اُن کے ساتھ میں تمام دیسوں میں گھومنے لگا۔ وہ بڑے بھاری جوگی تھے۔ مجھے بھی اُنہوں نے جوگ ودّیا سکھلائی تو اب میرے کو اتنا ابھیاس ہو گیا ہے کہ جب من میں آتا ہے، ماتا جی کے درشن کر کے اُن سے باتیں کر لیا کرتا ہوں +

سیا رام نے حیرت آمیز نگاہوں سے دیکھ کر پوچھا۔ آپ کی ماتا جی کا تو سرگباش ہو چکا تھا ؟

سادھو۔ تو کیا ہُوا بچہ، جوگ میں اتنی شکتی (طاقت) ہے کہ جس مرے ہوئے آتما کو چاہے بُلا لے +

سیا رام۔ میں وہ ودّیا سیکھ لوں تو مجھے بھی ماتا جی کے درشن ہوں گے ؟

سادھو۔ ضرور، ابھیاس (مشق) سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ ہاں ابھیا

گرو چاہئے - جوگ سے بڑی بڑی سدھیاں مل سکتی ہیں۔ جتنا دھن چاہو تم ہیں منگا سکتے ہو۔ کیسی ہی بیماری ہو اُس کی دوا بتا سکتے ہو +

سیارام - آپکا استھان کہاں ہے ؟

سادھو - بچہ میرے کو استھان کہیں نہیں ہے - دیس دیس میں رمتا پھرتا ہوں - اچھا بچہ! اب تم جاؤ، اب میں اشنان دھیان کرنے جاؤنگا +

سیارام - چلئے میں بھی اُدھر طرف چلتا ہوں - آپ کے درشن سے جی نہیں بھرا +

سادھو - نہیں بچہ تمہیں پاٹھ شالہ جانے کو دیر ہو رہی ہے +

سیارام - پھر آپ کے درشن کب ہونگے +

سادھو - کبھی آجاؤں گا بچہ، تمہارا گھر کہاں ہے ؟

سیارام خوش ہو کر بولا - چلئے گا میرے گھر؟ بہت نزدیک ہے آپ کی بڑی کرپا ہوگی +

سیارام قدم بڑھا کر آگے آگے چلنے لگا - اتنا خوش تھا گویا سونے کی گٹھڑی لئے جاتا ہو - گھر کے سامنے پہنچ کر بولا - آئیے بیٹھیے کچھ دیر +

سادھو - نہیں بچہ بیٹھوں گا نہیں، پھر کل پرسوں کسی وقت آجاؤں گا - یہی تمہارا گھر ہے ؟

سیارام - کل کس وقت آئیے گا ؟

سادھو - ٹھیک نہیں کہہ سکتا، کسی وقت آؤنگا +

سادھو آگے بڑھا تو تھوڑی ہی دور پر اُنہیں دوسرا سادھو ملا اس کا نام تھا ہری ہرانند +

پرمانند نے پوچھا - کہاں سیر کی؟ کوئی شکار پھنسا ؟

ہری ہرانند - اِدھر تو چاروں طرف گھوم آیا کوئی شکار نہ ملا - ایک وہ ملا بھی تو میری ہنسی اُڑانے لگا ۔

پرمانند - مجھے تو ایک ملتا ہوا جان پڑتا ہے - پھنس جائے تو جانوں ۔

ہری ہرانند - تم یونہی کہا کرتے ہو - جو آتا ہے دوائیوں کے پیچھے نکل بھاگتا ہے ۔

پرمانند - اب کی نہ بھاگے گا، دیکھ لینا - اس کی ماں مر گئی ہے ۔ باپ نے دوسرا بیاہ کر لیا ہے - ماں ستایا کرتی ہے ، گھر سے اوب گیا ہے ۔

ہری ہرانند - ہاں یہ بات ہے تو ضرور پھنسے گا - لاسا لگا رہا ہے نہ ۔

پرمانند - بہت اچھی طرح - یہی ترکیب سب سے اچھی ہے پہلے یہ پتہ لگا لینا چاہئے کہ کن کن گھروں میں سوتیلی مائیں ہیں، بس انہیں گھروں میں پھندا ڈالنا چاہئے ۔

(۲۲)

نرملا نے بگڑ کر پوچھا - اِتنی دیر کہاں لگائی ؟

سیارام نے گستاخانہ لہجہ میں کہا - راستہ میں ایک جگہ سو گیا تھا !

نرملا - یہ تو میں نہیں کہتی مگر جانتے ہو کتنے بج گئے ہیں؟ دس کبھی کے بج گئے۔ بازار کچھ دور بھی تو نہیں ہے ۔

سیارام - کچھ دور نہیں ، دروازہ پر ہی تو ہے ۔

نرملا - سیدھے منہ کیوں نہیں بات کرتے ؟ ایسا بگڑ رہے ہو گویا میری ہی کچھ کم دے گئے ہو ۔

سیارام - تو آپ فضول کیوں اس طرح سنتی ہیں؟ کیا ہوا جو ٹوٹا تھا آسمان

کام ہے؟ بنئے سے گھنٹوں حجت کرنی پڑی وُہ تو کہو کہ ایک بابا جی نے کہہ سُن کر واپس کروادیا ورنہ وہ کبھی نہ واپس لیتا۔ راستہ میں ایک منٹ بھی کہیں نہیں رُکا، سیدھا چلا آتا ہُوں +

نرملا۔ گھی کے لئے گئے تو تم گیارہ بجے لَوٹے ہو، لکڑی کے لئے جاؤ گے تو شام ہی کر دو گے۔ تمہارے بابو جی بغیر کھائے ہی چلے گئے۔ تمہیں اِتنی دیر لگانی تھی تو پہلے ہی کیوں نہ کہدیا تھا؟ جاتے ہو لکڑی اکے لئے؟

سیارام اب ضبط نہ کر سکا، جھلاکر بولا۔ لکڑی کسی اور سے منگا لیجے، مجھے اسکول جانے کے لئے دیر ہو رہی ہے +

نرملا۔ کھانا نہ کھاؤ گے؟

سیارام۔ نہ کھاؤ نگا +

نرملا۔ میں کھانا بنانے کو تیار ہُوں مگر لکڑی لانے تو جا نہیں سکتی +

سیارام۔ بھنگی کو کیوں نہیں بھیجتیں؟

نرملا۔ بُھنگی کا لایا سَودا کیا تم نے کبھی دیکھا نہیں ہے؟

سیارام۔ اب میں تو اِس وقت نہ جاؤں گا +

نرملا۔ پھر مجھے دُکھ نہ دینا +

سیارام کئی دنوں سے اسکول نہیں گیا تھا۔ بازار ہاٹ کے سبب اُسے کتابیں پڑھنے کا وقت نہ ملتا تھا۔ اسکول جاکر جھڑکیاں کھانے، بینچ پر کھڑے ہونے یا اُونچی ٹوپی دینے کے سوا اور کیا ملتا؟ وہ گھر سے کتابیں لے جاتا مگر شہر کے باہر جاکر کسی درخت کے سایہ میں بیٹھا رہتا یا پلٹنوں کی قواعد دیکھتا۔ آج بھی وہ گھر سے چلا مگر

Arif- Azad Azad Azad
Mansehra Shop
KMRI

بیٹھنے کو جی نہ لگا۔ اُس پر آنتیں الگ جل رہی تھیں۔ ہائے اب اُسے روٹیوں کے بھی لالے پڑ گئے۔ دس بجے کیا کھانا نہ بن سکتا تھا؟ مانا کہ بابو جی چلے گئے تھے تو کیا میرے لئے گھر میں دو چار پیسے بھی نہ تھے؟ اماں ہوتیں تو اس طرح بلا کچھ کھائے پئے آنے دیتیں؟ میرا اب کوئی نہیں رہا!

سیارام کا دل باباجی کے درشن کے لئے بے قرار ہو گیا۔ اُس نے سوچا کہ اس وقت وہ کہاں ملیں گے؟ کہاں چل کر دیکھوں؟ اُن کی دلکش گفتگو، اُن کی حوصلہ افزا تشفی اُس کے دل کو کھینچنے لگیں۔ اُس نے گھبرا کر کہا۔ میں اُن کے ساتھ ہی کیوں نہ چلا گیا؟ گھر پر میرے لئے کیا رکھا ہے؟

وہ آج یہاں سے چلا تو گھر نہ جا کر سیدھا ساہ جی گھی والے کی دکان پر گیا شاید باباجی سے وہاں ملاقات ہو جاوے۔ مگر وہ وہاں نہ تھے۔ بڑی دیر تک کھڑا رہا پھر لوٹ آیا۔ مکان میں آکر بیٹھا ہی تھا کہ نرملا نے کہا۔ آج دیر کہاں لگائی؟ سویرے کھانا نہیں بنا۔ کیا اس وقت بھی اُپاس ہو گا؟ جا کر بازار سے کوئی ترکاری لاؤ۔

سیارام نے جھلا کر کہا۔ دن بھر کا بھوکا چلا آتا ہوں، کچھ ناشتہ تک نہیں لائیں۔ اوپر سے بازار جانے کا حکم دیدیا۔ میں نہیں جاتا بازار، کسی کا نوکر نہیں ہوں۔ آخر روٹیاں ہی تو کھلاتی ہو اور کچھ؟ ایسی روٹیاں جہاں محنت کروں گا وہیں مل جائیں گی۔ جب مزدوری ہی کرنا ہے تو آپ کی نہ کروں گا۔ جائیے، میرے لئے کھانا نہ بنائیے گا۔

نرملا ساکت رہ گئی۔ لڑکے کو آج یہ کیا ہو گیا؟ اور دن تو چپکے سے جا کر کام کر لاتا تھا، آج کیوں تیوریاں بدل رہا ہے؟ اب بھی اُس کو یہ نہ سوجھی کہ سیارام کو

دو چار پیسے کچھ کھانے کو دید ے۔ وہ اتنی بخیل ہو گئی تھی! بولی۔ گھر کا کام کرنا مزدوری نہیں کہلاتی۔ اسی طرح میں بھی کہہ دوں کہ میں کھانا نہیں پکاتی، تمہارے بابو جی کہدیں کہ میں کچہری نہیں جاتا تو کیا بنے بتاؤ! نہیں جانا چاہئے، نہ جاؤ! میں بھگی سے منگا لوں گی۔ میں کیا جانتی تھی کہ تمہیں بازار جانا بُرا لگتا ہے نہیں تو بلا سے، پیسے کی چیز دھیلے کی آتی مگر تمہیں نہ بھیجتی۔ لو، آج سے کان پکڑتی ہوں ؛

سیارام دل میں کچھ نادم ہوا مگر بازار نہ گیا۔ اُس کا دھیان بابا جی پر لگا ہوا۔ اپنی ساری تکالیف کا خاتمہ اور زندگی کی ساری اُمیدیں اُسے اب بابا جی کے آشیرواد میں معلوم ہوتی تھیں۔ انہیں کی خدمت میں جا کر اُس کی زندگی کا مقصد حاصل ہوگا۔ غروب آفتاب کے وقت وہ گھبرا اُٹھا۔ سارا بازار چھان مارا مگر بابا جی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ دن بھر کا بھوکا پیاسا وہ نادان لڑکا دُکھتے ہوئے دل کو ہاتھوں سے دبائے اُمید وبیم کا مجسمہ بنا ہوا گلیوں اور مندروں میں اُس چیز کو ڈھونڈھتا پھرتا تھا جس کے بغیر اُسے اپنی جان وبال معلوم ہوتی تھی۔ ایک بار ایک مندر کے سامنے اُسے کوئی سادھو کھڑا دکھائی دیا۔ اُس نے سمجھا، وہی ہیں۔ وہ خوشی سے پھول گیا۔ دوڑا اور سادھو کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ مگر یہ کوئی اور ہی مہاتما تھے۔ مایوس ہو کر آگے بڑھ گیا +

رفتہ رفتہ سڑک پر سناٹا چھا گیا۔ مکانوں کے دروازے بند ہونے لگے۔ سڑک کی پٹریوں پر اور گلیوں میں بورئے بچھا بچھا کر ہندوستان کی رعایا خواب شیریں کا لطف اُٹھانے لگی۔ مگر سیارام گھر واپس نہ گیا۔ اُس گھر سے اس کا دل متنفر ہو گیا تھا۔ جہاں کسی کو اُس سے محبت نہ تھی، جہاں وہ کسی محتاج کی طرح پڑا ہوا تھا۔ اور یہ صرف اس لئے کہ اُس کا اور کہیں ٹھکانا نہ تھا۔ اس وقت بھی اُس کے گھر واپس نہ جانے کی کسے فکر ہوگی؟ بابو جی کھانا

کھا کر لیٹے ہونگے، اماں جی بھی آرام کرنے جا رہی ہونگی، کسی نے میرے کمرہ کی طرف جھانک کر دیکھا بھی نہ ہوگا ہاں، تُو اجی گھبرا رہی ہونگی - جب تک میں نہ جاؤنگا وہ کھانا نہ کھائینگی۔

رُکمنی کی یاد آتے ہی سیارام گھر کی طرف چلا - وہ اگر اور کچھ نہ کر سکتی تھی تو کم از کم اُسے گود میں لپٹا کر روتی تو تھی، اُس کے باہر سے آنے پر ہاتھ مُنہ دھونے کے لئے پانی تو رکھ دیتی تھی! دُنیا میں سبھی لڑکے دُودھ کی کُلیاں نہیں کرتے، سبھی سونے کے نقمے نہیں کھاتے۔ کتنوں کو پیٹ بھر کر کھانا بھی نہیں ملتا - مگر گھر سے متنفر وُہی ہوتے ہیں جو مہر مادری سے محروم ہیں!

سیارام گھر کی طرف چلا ہی تھا کہ دفعتاً بابا پرمانند ایک گلی سے آتے ہوئے دکھائی دئیے - سیارام نے جا کر اُن کا ہاتھ پکڑ لیا - پرمانند نے چونک کر پُوچھا - بچہ! تُم یہاں کہاں؟

سیارام نے بات بنا کر کہا - ایک دوست سے ملنے آیا تھا - آپ کا استھان یہاں سے کتنی دُور ہے؟

پرمانند - ہم لوگ آج یہاں سے جا رہے ہیں بچہ، ہردوار کی جاترا ہے۔

سیارام نے نراس ہو کر کہا - کیا آج ہی چلے جائیگا؟

پرمانند - ہاں بچہ، اب لوٹ کر آؤنگا تب درشن دونگا۔

سیارام نے بالدھی سے کہا - لوٹ کر؟

پرمانند - جلد ہی آؤنگا بچہ!

سیارام نے انکساری سے کہا - میں بھی آپ کے ساتھ چلونگا۔

پرمانند - میرے ساتھ! تمہارے گھر کے لوگ جانے دینگے؟

سیارام - گھر کے لوگوں کو میری کیا پرواہ ہے! اس کے آگے سیارام اور کچھ نہ کہہ سکا اُس کی آنسو بھری آنکھوں نے اُس کی داستانِ غم کو اُس سے کہیں زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا جتنی اُس کی زبان سے ادا ہو سکتی تھی ❊

پرمانند نے بچہ کو گلے سے لگا کر کہا۔ اچھا بچہ، تیری اچھا (خواہش) ہے تو چل! سادھو سنتوں کی سنگت کا بھی آنند اُٹھا۔ بھگوان کی اچھا ہوگی تو تیری اچھا پوری ہو جائیگی ❊

دانہ پر منڈلاتا ہوا طائر بالآخر دانہ پر گر پڑا! اس کی زندگی کا خاتمہ پنجرے میں ہوگا یا صیاد کی چھری تلے، یہ کون جانتا ہے؟

(۲۳)

منشی جی پانچ بجے کچہری سے لوٹے اور اندر جا کر پلنگ پر گر پڑے۔ بڑھاپے کا بدن، اُس پر آج تمام دن کھانا نہ نصیب ہوا، مُنہ سوکھ گیا تھا۔ نرملا سمجھ گئی، آج بھی دن خالی گیا ❊

نرملا نے پوچھا۔ آج کچھ نہ ملا؟

منشی جی۔ سارا دن دوڑتے گزرا مگر ہاتھ کچھ نہ لگا ❊

نرملا۔ فوجداری والے معاملہ میں کیا ہوا؟

منشی جی۔ میرے موکل کو سزا ہو گئی ❊

نرملا۔ اور پنڈت والے مقدمہ میں؟

منشی جی۔ پنڈت پر ڈگری ہو گئی ❊

نرملا۔ آپ تو کہتے تھے، دعویٰ خارج ہو جائیگا؟

منشی جی۔ کہتا تو تھا، اور اب بھی کہتا ہوں کہ دعویٰ خارج ہو جانا چاہئے تھا۔

مگر اتنا سر مغزن کون کرے ؟

نرملا۔ اور اُس تنہروالے دعوے میں ؟

منشی جی۔ اس میں ہار ہو گئی ٭

نرملا۔ تو آج کسی ابھاگے کا مُنہ دیکھ کر اُٹھے تھے ٭

منشی جی سے اب کام بالکل نہ ہو سکتا تھا ایک تو ان کے پاس مقدمے آتے ہی نہ تھے اور جو آتے بھی تھے وہ خراب ہو جاتے تھے۔ مگر اپنی ناکامیوں کو وُہ نرملا سے چھپاتے رہتے تھے۔ جس روز کچھ نہ ملتا اُس روز کسی سے دو چار روپئے اُدھار لاکر نرملا کو دیدیتے۔ عموماً سبھی دوستوں سے کچھ نہ کچھ لے چکے تھے۔ آج وہ ڈول بھی ڈلگا ٭

نرملا نے متفکرانہ لہجہ میں کہا۔ آمدنی کا یہ حال ہے تو ایشور ہی مالک ہے۔ اُس پر بیٹے کا یہ حال ہے کہ بازار جانا مشکل! بھنگی ہی سے سب کام کرانے کو جی نہیں چاہتا ہے گھی لے کر گیارہ بجے کو لوٹے۔ کتنا کہکہ ہار گئی کہ لکڑی لیتے آؤ مگر سُنا ہی نہیں ٭

منشی جی۔ تو کھانا نہیں پکایا ؟

نرملا۔ ایسی ہی باتوں سے مقدمے ہارتے ہیں۔ ایندھن کے بغیر کسی نے کھانا بنایا ہے کہ میں ہی بنالیتی ؟

منشی جی۔ تو بلا کچھ کھائے ہی چلا گیا ؟

نرملا۔ گھر میں اور کیا رکھا تھا جو کھلا دیتی ؟

منشی جی نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ کچھ پیسے نہ دیئے ؟

نرملا نے بھوئیں سکوڑ کر کہا۔ گھر میں پیسے پھلتے ہیں نہ ؟

منشی جی نے کچھ جواب نہ دیا۔ فدا دیر تو انتظار کرتے رہے کہ شاید ناشتہ کے بعد کچھ ملے گا۔ لیکن جب نرملا نے پانی تک نہ منگایا تو بیچارے مایوس ہو کر باہر چلے گئے سیارام کی تکلیف کا اندازہ کر کے اُن کا دل بیچین ہو گیا۔ سارا دن گزر گیا بیچارے نے اب تک کچھ نہیں کھایا۔ کمرہ میں پڑا ہو گا۔ ایکبارہ بھنگی ہی سے لکڑی منگائی جاتی تو ایسا کیا نقصان ہو جاتا؟ کفایت بھی کس کام کی کہ گھر کے آدمی بھوکے رہ جاویں؟ اپنا صندوقچہ کھول کر ٹٹولنے لگے کہ شاید دو چار آنے پیسے مل جائیں۔ اُس کے اندر سارے کاغذات نکال ڈالے۔ ایک ایک خانہ دیکھا، نیچے ہاتھ ڈال کر دیکھا مگر کچھ نہ ملا۔ اگر نرملا کے صندوق میں پیسے نہ پھلتے تھے تو اس صندوقچہ میں شاید اس کے پھول بھی نہ لگتے ہوں۔ لیکن اتفاق ہی کہئے کہ کاغذات کو جھاڑتے ہوئے ایک چونّی گر پڑی بارے خوشی کے منشی جی اُچھل پڑے۔ اس کے پیشتر بڑی رقمیں کما چکے تھے مگر یہ چونّی پا کر اُنہیں جتنی خوشی ہوئی اُتنی پیشتر کبھی نہ ہوئی تھی۔ چونّی ہاتھ میں لئے ہوئے سیارام کے کمرہ کے سامنے جا کر پکارا۔ کوئی جواب نہ ملا۔ تب کمرہ میں جا کر دیکھا۔ سیارام کا کہیں پتہ نہ تھا۔ کیا ابھی اسکول سے نہیں لوٹا۔ دل میں یہ سوال پیدا ہوتے ہی منشی جی نے اندر جا کر بھنگی سے پوچھا۔ معلوم ہوا کہ اسکول سے لوٹ آیا ہے +

منشی جی نے پوچھا۔ کچھ پانی پیا ہے؟

بھنگی نے کچھ جواب نہ دیا۔ ناک سکوڑ کر مُنہ پھیرے ہوئے چلی گئی +

منشی جی آہستہ آہستہ آ کر اپنے کمرہ میں بیٹھ گئے۔ آج پہلی بار اُنہیں نرملا پر غصہ آیا۔ لیکن ایک ہی لمحہ میں غصہ کا حملہ اپنے ہی اُوپر ہونے لگا۔ اُس اندھیرے کمرے میں فرش پر لیٹے ہوئے وہ اپنے لڑکے کی طرف سے اِتنا بے پرواہ ہونے پر اپنے کو لعنت

ملاحت کرنے لگے۔ دن بھر کے تھکے تھے، ذرا ہی دیر بعد اُنہیں نیند آگئی +

بھنگی نے آکر پکارا۔ بابوجی، رسوئی تیار ہے +

منشی جی چونک کر اُٹھ بیٹھے۔ کمرہ میں لیمپ جل رہا تھا۔ پوچھا۔ کے بج گئے بھنگی؟ مجھے نیند آگئی تھی؟

بھنگی نے کہا۔ کوتوالی کے گھنٹے میں نو بج گئے ہیں +

منشی جی۔ سیا بابو آئے؟

بھنگی۔ آئے ہونگے تو گھر ہی نہ ہونگے؟

منشی جی نے جھنجھلا کر پوچھا۔ میں پوچھتا ہوں، آئے کہ نہیں اور تو نہ جانے کیا کیا جواب دیتی ہے؟ آئے کہ نہیں؟

بھنگی۔ میں نے تو نہیں دیکھا۔ جھوٹ کیسے کہہ دوں؟

منشی جی پھر لیٹ گئے اور بولے۔ اُن کو آ جانے دے تب چلونگا +

نصف گھنٹہ تک دروازہ کی طرف آنکھیں لگائے ہوئے منشی جی دیکھتے رہے تب وہ اُٹھ کر باہر آئے اور داہنے ہاتھ کوئی دو تین فرلانگ تک چلے تب لوٹ کر دروازے پر آئے اور پوچھا۔ سیا بابو آگئے؟

اندر سے جواب ملا۔ ابھی نہیں +

منشی جی پھر بائیں طرف چلے اور گلی کے موڑ تک گئے۔ سیارام نہیں دکھائی دیا۔ وہاں سے پھر گھر لوٹے اور دروازہ پر کھڑے ہو کر پوچھا۔ سیا بابو آگئے؟

اندر سے جواب ملا۔ نہیں +

کوتوالی کے گھنٹے میں دس بجنے لگے۔ منشی جی بڑی تیزی سے کمپنی باغ کی طرف چلے۔

سوچنے لگے کہ شاید وہاں گھومنے گیا ہو اور گھاس پر لیٹے لیٹے نیند آ گئی ہو۔ باغ میں پہنچ کر اُنہوں نے ہر بنچ کو دیکھا۔ چاروں طرف گھومے بہت سے آدمی گھاس پر پڑے ہوئے تھے مگر سیارام کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اُنہوں نے سیارام کا نام لے کر زور سے پُکارا مگر کہیں سے آواز نہیں آئی ۔

پھر خیال آیا کہ شاید اسکول میں کوئی تماشہ ہو رہا ہو۔ اسکول بیگیچے سے کچھ زیادہ فاصلہ پر تھا۔ وہ اسکول کی طرف چلے مگر نصف ہی راستہ سے لوٹ پڑے ۔ بازار بند ہو گیا تھا۔ اسکول میں اتنی رات تک تماشا نہیں ہو سکتا۔ اب تک اُنہیں اُمید ہو رہی تھی کہ سیارام لوٹ آیا ہوگا۔ دروازہ پر آ کر اُنہوں نے پُکارا بھنگی کواڑ کھول کر بولی۔ ابھی تک تو نہیں آئے۔ مُنشی جی نے آہستہ سے بھنگی کو اپنے پاس بُلایا اور دُرد بھری آواز میں بولے۔ تُو تو گھر کی سب باتیں جانتی ہے۔ بتا، آج کیا ہُوا تھا؟

بھنگی۔ بابُوجی جھُوٹ نہ بولوں گی۔ مالکن چھیڑا دینگی اور کیا؟ دوسرے کا لڑکا اس طرح نہیں رکھا جاتا۔ جہاں کوئی کام ہُوا کہ بس بازار بھیج دیا۔ دن بھر بازار دوڑتے بیتتا تھا۔ آج لکڑی لانے نہ گئے تو چُولھا ہی نہ جلا۔ کہو تو مُنہ پُھلا دیں۔ جب آپ ہی نہیں دیکھتے تو دُوسرا کون دیکھے گا؟ چلئے کھانا کھا لیجئے، بہو جی کب سے بیٹھی ہیں ۔

مُنشی جی۔ کہدے، اس وقت نہ کھائینگے ۔

مُنشی جی پھر اپنے کمرہ میں چلے گئے اور ایک لمبی سانس لی۔ ساتھ ہی دَرد سے بھرے ہُوئے یہ الفاظ اُن کے مُنہ سے نکل پڑے۔ ایشور! کیا ابھی سزا پُوری نہیں ہُوئی؟ کیا اس اندھے کی لکڑی کو بھی ہاتھ سے چھین لوگے؟

نرملا نے آ کر کہا۔ آج سیارام ابھی تک نہیں آئے۔ کہتی رہی کہ کھانا بنائے دیتی

ہوں، کھا لو۔ مگر نہ جانے کب اُٹھ کر چل دیئے۔ نہ جانے کہاں گھوم رہے ہیں؟ بات تو سُنتے ہی نہیں۔ اب کب تک اُن کی راہ دیکھا کروں؟ چل کر کھا لیجئے، اُن کے لئے کھانا اُٹھا کر رکھدوں گی +

مُنشی جی نے نرملا کی طرف سے تیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ابھی کتنے بجے ہونگے؟

نرملا۔ کیا جانے، شاید دس بجے ہونگے +

مُنشی جی۔ جی نہیں بارہ بجے ہیں!

نرملا۔ بارہ! بارہ بج گئے! اتنی دیر تو کبھی نہ کرتے تھے۔ تو اب کب تک اُن کی راہ دیکھو گے؟ دوپہر کو بھی تو کچھ نہ کھایا تھا۔ ایسا سیلانی لڑکا تو میں نے نہیں دیکھا +

منشی جی۔ جی، تمہیں بہت دق کرتا ہے، کیوں؟

نرملا۔ دیکھئے نہ کہ اتنی رات گئی اور گھر کی سُدھ ہی نہیں +

منشی جی۔ شاید آخری شرارت ہو؟

نرملا۔ کیسی باتیں منہ سے نکالتے ہیں۔ جائینگے کہاں؟ کسی یار دوست کے گھر پڑ رہے ہونگے +

منشی جی۔ شاید ایسا ہی ہو، ایشور کرے ایسا ہی ہو +

نرملا۔ سویرے آویں تو ذرا تنبیہ کر دیجئے گا +

منشی جی۔ خوب اچھی طرح کرونگا +

نرملا۔ چلئے کھا لیجئے، بہت دیر ہوئی ہے +

مُنشی جی۔ سویرے اُس کو تنبیہ کر کے کھاؤں گا۔ کہیں نہ آیا تو تمہیں ایسا ایماندار

نوکر کہاں ملے گا؟

نرملا نے اینٹھ کر کہا۔ تو کیا میں نے بھگا دیا؟

منشی جی۔ نہیں، یہ کون کہتا ہے؟ تم اُسے کیوں بھگانے لگیں؟ تمہارا تو کام کرتا تھا، شامت آگئی ہوگی؟

نرملا نے اور کچھ نہیں کہا۔ بات بڑھ جانے کا خوف تھا۔ اندر چلی گئی۔ سونے کو بھی نہیں کہا۔ ذرا دیر میں ٹھنگی نے اندر سے کواڑ بھی بند کر دیئے +

کیا منشی جی کو نیند آسکتی تھی؟ تین لڑکوں میں صرف ایک بچ رہا تھا۔ وہ بھی ہاتھ سے نکل گیا تو زندگی میں تاریکی کے سوا اور کیا ہے؟ کوئی نام لیوا بھی نہ رہجائیگا! ہائے کیسے کیسے جواہر ہاتھ سے نکل گئے! منشی جی کی آنکھوں سے اگر اس وقت آنسوؤں کا تار بندھا ہُوا تھا تو اِس میں کیا تعجب ہو سکتا ہے؟ اُس بڑی پشیمانی، اُس گھنی تاریکی میں اُمید کی ایک ہلکی سی جھلک اُنہیں سنبھالے ہُوئے تھی۔ جس وقت یہ جھلک غائب ہو جائیگی تو کون کہہ سکتا ہے کہ اُن پر کیا بیتے گی؟ اُن کی اس پریشانی کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟

کئی بار منشی جی کی آنکھیں جھپکیں، مگر ہر بار سیارام کی آہٹ کے دھوکے میں چونک پڑے۔ صبح ہوتے ہی منشی جی پھر سیارام کو ڈھونڈھنے لگے۔ کسی سے پوچھتے ہوئے شرم آتی تھی۔ کس مُنہ سے پوچھیں؟ اُنہیں کسی سے ہمدردی کی اُمید نہ تھی۔ ظاہرا نہ کہہ کر بھی دل میں سب یہی کہیں گے کہ جیسا کیا ویسا بھوگو۔ تمام دن وہ اسکول کے میدانوں، بازاروں اور باغیچوں کا چکر لگاتے رہے۔ دو دن فاقہ سے رہنے پر بھی اُن میں یہ سکت کہاں سے آئی، یہ وہی جانیں +

رات کے بارہ بجے منشی جی لوٹے۔ دروازے پر لالٹین جل رہی تھی۔ نرملا دروازہ پر کھڑی تھی۔ دیکھتے ہی بولی۔ کہا بھی نہیں، نہ جانے کب چل دیئے۔ کچھ پتہ چلا؟

منشی جی نے جلتی ہوئی آنکھوں سے تاکتے ہوئے کہا۔ ہٹ جاؤ، سامنے سے ورنہ برا ہوگا۔ میں آپے میں نہیں ہوں۔ یہ تمہارا ہی کرتوت ہے۔ تمہارے ہی سبب آج میری یہ حالت ہو رہی ہے۔ آج چھ سال قبل کیا اس گھر کی یہی حالت تھی؟ تم نے میرا بنا ہوا گھر لگاڑ دیا۔ تم نے میرے لہلہاتے ہوئے باغ کو اجاڑ ڈالا۔ صرف ایک ٹھونٹھ رہ گیا ہے، اس کا نشان بھی مٹا کر ہی تمہیں صبر ہوگا۔ میں اپنی تباہی کے لئے تمہیں اپنے گھر نہیں لایا تھا۔ آسائش کی زندگی کو اور بھی آسائش والی بنانا چاہتا تھا۔ یہ اسی کا خمیازہ ہے۔ جو لڑکے پان کی طرح پھیرے جاتے تھے انہیں میرے جیتے جی تم نے غلام سمجھ لیا اور میں آنکھوں سے سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی اندھا بنا بیٹھا رہا۔ جاؤ میرے لئے تھوڑا سنکھیا بھیج دو۔ بس یہی کسر رہ گئی ہے، وہ بھی پوری ہو جائے۔

نرملا نے روتے ہوئے کہا۔ میں تو ابھاگن ہی ہوں، کہا جب آپ کہیں گے تب جاؤں گی؟ نہ جانے ایشور نے مجھے جنم کیوں دیا تھا۔ مگر یہ آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ سیارام اب آئینگے ہی نہیں؟

منشی جی نے اپنے کمرہ کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ جلاؤ مت! جا کر خوشیاں مناؤ۔ تمہاری دلی خواہش پوری ہو گئی!

(۲۴)

نرملا ساری رات روتی رہی۔ اِتنا بڑا کلنک! اُس نے جیارام کو گہنے لے جاتے ہُوئے دیکھنے پر بھی مُنہ کھولنے کی جُرأت نہ کی تھی۔ کیوں؟ اِسی لئے تو یہ کہ لوگ سمجھیں گے کہ وُہ جھُوٹا الزام لگا کر لڑکے سے دُشمنی کر رہی ہے۔ آج اُس کے خاموش رہنے پر اُسے قصُوروار قرار دیا جا رہا ہے۔ اگر وُہ جیارام کو اُسی وقت روکتی، اور جیارام شرم سے کہیں بھاگ جاتا تو کیا اُسکے سر یہ الزام نہ رکھا جاتا؟

سیارام ہی کے ساتھ اُس نے کونسی بدسلوکی کی تھی؟ وہ کچھ بچت کرنے ہی کے خیال سے تو سیارام کی معرفت سودا منگوایا کرتی تھی۔ کیا وہ بچت کر کے اپنے لئے زیور بنوانا چاہتی تھی؟ جب آمدنی کا یہ حال ہو رہا تھا تو پیسے پیسے پر نگاہ رکھنے کے سوائے کچھ جمع کرنے کا اُس کے پاس اور ذریعہ ہی کیا تھا؟ جوانوں کی زندگی کا ہی کوئی بھروسہ نہیں پھر بُوڑھوں کا کیا ٹھکانا؟ بچّی کے بیاہ کے لئے وہ کس کے آگے ہاتھ پھیلاتی؟ بچّی کا بار کچھ اُس پر تو نہیں تھا؟ وہ صرف شوہر کی آسانی کے لئے کچھ جمع کر لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ شوہر ہی کی کیوں؟ سیارام ہی تو باپ کے گھر کا مالک ہوتا۔ بہن کے بیاہ کا بار اُس کے سر نہ پڑتا؟ نرملا ساری کانٹ چھانٹ شوہر کی تکلیف رفع کرنے کے خیال سے کر رہی تھی۔ موجودہ حالات میں بچّی کا بیاہ بجز تکلیف دہی کے اور کیا ہو سکتا تھا؟ مگر اس کے لئے بھی اُس کے نصیب میں بدنامی ہی بدی تھی!

دوپہر ہو گئی تھی، مگر آج بھی چُولہا نہیں جلا۔ کھانا بھی زندگی کا کام ہے، اس کا کسی کو ہوش نہ تھا۔ مُنشی جی باہر بیجان سے پڑے تھے، اور نرملا اندر۔ بچّی کبھی باہر جاتی کبھی اندر، کوئی اُس سے بولنے والا نہ تھا۔ بار بار سیارام کے کمرہ کے

دروازے پر جا کر کھڑی ہوتی اور "بیٹا بیٹا" پکارتی مگر "بیٹا" کوئی جواب نہ دیتا تھا۔
شام کو منشی جی آ کر نرملا سے بولے۔ تمہارے پاس کچھ روپئے ہیں؟

نرملا نے چونک کر پوچھا۔ کیا کیجئے گا؟

منشی جی۔ میں جو پوچھتا ہوں اُس کا جواب دو۔

نرملا۔ کیا آپ کو نہیں معلوم ہے؟ دینے والے تو آپ ہی ہیں۔

منشی جی۔ تمہارے پاس کچھ روپئے ہیں یا نہیں؟ اگر ہوں تو مجھے دیدو ورنہ صاف جواب دے دو۔

نرملا نے اب بھی صاف جواب نہ دیا۔ بولی۔ ہونگے تو گھر ہی میں ہونگے۔ میں نے کہیں اور تو نہیں بھیجدیئے۔

منشی جی باہر چلے گئے۔ وہ جانتے تھے کہ نرملا کے پاس روپئے ہیں۔ واقعی تھے بھی۔ نرملا نے یہ بھی نہیں کہا کہ نہیں ہیں یا میں نہ دونگی مگر اُس کی گفتگو سے ظاہر ہو گیا کہ وہ دینا نہیں چاہتی۔

نو بجے رات کو منشی جی نے کہا۔ بہن میں ذرا باہر جاتا ہوں۔ میرا بستر بھونگی سے بندھوا دینا اور ٹرنک میں کچھ کپڑے رکھوا کر بند کر دینا۔

رُکمنی کھانا پکا رہی تھی، بولی بہو تو کمرہ میں ہے کہہ کیوں نہیں دیتے؟ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟

منشی جی۔ میں تم سے کہتا ہوں۔ بہو سے کہنا ہوتا تو تم سے کیوں کہتا؟ آج تم کیوں کھانا پکا رہی ہو؟

رُکمنی کون پکا دے؟ بہو کے سر میں درد ہو رہا ہے۔ آخر اس وقت کہاں جا رہے ہو

سویرے چلے جانا +

منشی جی ۔ اسی طرح ٹالتے ٹالتے تو آج تین روز ہوگئے۔ اِدھر اُدھر گھوم گھام کر دیکھوں، شاید کہیں سیارام کا پتہ چل جاوے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایک سادھو کیمیا کی باتیں کر رہا تھا۔ شاید وہی کہیں بہکا کر لے گیا ہو +

رُکمنی ۔ تو لوٹو گے کب تک +

منشی جی ۔ کچھ کہہ نہیں سکتا۔ ہفتہ بھر لگ جائے، مہینہ بھر لگ جائے، کونسا ٹھکانا ہے +

رُکمنی ۔ آج کون سا دِن ہے؟ کسی پنڈت سے پوچھ لیا ہے، جاترا ہے کہ نہیں؟

منشی جی کھانا کھانے بیٹھے ۔ نرملا کو اس وقت اُن پر بڑا ترس آیا۔ اس کا سارا غُصّہ فرو ہو گیا۔ خود تو نہ بولی مگر بچّی کو جگا کر پچکارتی ہوئی بولی ۔ دیکھ تیرے بابوجی کہاں جا رہے ہیں؟ پُوچھ تو!

بچّی نے دروازہ سے جھانک کر پوچھا ۔ بابوجی، تہاں داتے ہو؟

منشی جی ۔ بڑی دور جاتا ہُوں، بیٹی! تمہارے بھیّا کو کھوجنے جاتا ہُوں +

بچّی نے وہیں سے کھڑے کھڑے کہا ۔ ام بی تلیں گے +

منشی جی ۔ بڑی دُور جاتے ہیں بچّی! تمہارے واسطے چیزیں لاوینگے۔ یہاں کیوں نہیں آتی؟

بچّی مُسکرا کر چھُپ گئی اور ایک لمحہ بعد پھر کواڑ سے سر نکال کر بولی ۔ ام بی تلینگے؟

منشی جی نے اُسی لہجہ میں کہا۔ تم کو نہیں لے تلیں گے +

بچّی ۔ ام کو کیوں نہیں لے تلوگے؟

منشی جی - تم تو ہمارے پاس آتی نہیں ہو +

لڑکی ٹھمکتی ہوئی آکر باپ کی گودی میں بیٹھ گئی - ذرا دیر کے لئے منشی جی اُسکی طفلانہ حرکتوں میں اپنا دُکھ بھول گئے +

کھانا کھاکر منشی جی باہر چلے گئے - نرملا کھڑی تاکتی رہی - کہنا چاہتی تھی کہ بے فائدہ جا رہے ہو، مگر کہہ نہ سکتی تھی - کچھ روپئے نکال کر دینے کا ارادہ کرتی تھی مگر دے نہ سکتی تھی +

آخر رہا نہ گیا - رُکمنی سے بولی - دیدی جی! ذرا سمجھا دیجئے، کہاں جا رہے ہیں؟ میری تو زبان پکڑی جائیگی مگر بغیر بولے رہا نہیں جاتا - بلا ٹھکانے کہاں کھوجینگے؟ بے فائدہ حیرانی ہوگی +

رُکمنی نے رقّت بھری نگاہوں سے دیکھا اور اپنے کمرہ میں چلی گئی +

نرملا بچی کو گود میں لئے سوچ رہی تھی کہ شائد جانے کے قبل بچی کو دیکھنے یا مجھ سے ملنے کے لئے آویں مگر اُسے مایوس ہونا پڑا - منشی جی نے بستر اُٹھایا اور تانگہ پر جا بیٹھے اُسی وقت نرملا کا کلیجہ مسوسنے لگا - اُسے ایسا معلوم ہوا کہ اب اُن سے ملاقات نہ ہوگی - وہ بے صبری سے دروازہ پر آئی کہ منشی جی کو روک لے مگر تانگہ روانہ ہوگیا تھا +

(۲۵)

دِن گذرنے لگے، پُورا ایک مہینہ گذر گیا، مگر منشی جی نہ لوٹے - کوئی خط بھی نہ بھیجا - نرملا کو اب روز یہی تردّد رہتا تھا کہ وہ لوٹ کر نہ آئے تو کیا ہوگا؟ - اُسے اِس کی فکر نہ ہوتی تھی کہ اُن پر کیا بیت رہی ہوگی - وہ کہاں مارے مارے

پھرتے ہونگے، اُن کی صحت کیسی ہوگی؟ اُسے صرف اپنی اور اس سے بھی زیادہ بچّی کی فکر تھی۔ گرہستی کیسے چلے گی؟ ایشور کیسے بیڑا پار لگا دینگے؟ بچّی کی کیا حالت ہوگی؟ اُس نے کاٹ چھانٹ کرکے جو روپئے جمع کئے تھے اُس میں ہر روز کچھ نہ کچھ کمی ہوتی جاتی تھی۔ نرملا کو اس میں سے ایک ایک پیسہ نکالنا اس قدر کھلتا تھا گویا کوئی اُس کے بدن سے خون نکال رہا ہو۔ جھنجھلا کر منشی جی کو کوستی۔ لڑکی کسی چیز کے لئے روتی تو اُسے کمبخت منحوس وغیرہ کہہ کر ڈانٹ دیتی۔ یہی نہیں، رُکمنی کا گھر میں رہنا بھی اُسے ناگوار تھا گویا وہ اُس کی گردن پر سوار ہے۔ جب دل جلتا ہے تو الفاظ بھی جلے کٹے نکلتے ہیں۔ نرملا بڑی شیریں زبان عورت تھی مگر اب اس کا شمار بدزبان عورتوں میں کیا جاسکتا تھا۔ تمام دن اس کے مُنہ سے سخت باتیں نکلا کرتیں۔ اُس کے الفاظ کی نرمی نہ جانے کیا ہوگئی تھی۔ جذبات میں حلاوت کا کہیں نام نہ تھا۔ بھُنگی بہت دنوں سے اِس گھر میں نوکر تھی، مزاج میں بُردباری تھی، مگر یہ ہر وقت کی بکواس اُس سے بھی برداشت نہ ہوسکی۔ ایک روز اُس نے بھی گھر کی راہ لی۔ یہاں تک کہ جس بچّی کو وہ جان سے عزیز رکھتی تھی اُس کی صورت سے بھی نفرت ہوگئی۔ بات بات پر جھڑک دیتی، کبھی کبھی مار بیٹھتی۔ رُکمنی روتی ہوئی لڑکی کو گود میں اُٹھا لیتی اور لاڈ پیار کرکے چُپ کراتی۔ اُس بےکس کے لئے اب یہی ایک سہارا رہ گیا تھا +

نرملا کو اب اگر کچھ اچھا لگتا تھا تو سُدھا سے باتیں کرنا۔ وہ وہاں جانے کا موقع تلاش کرتی رہتی تھی۔ بچّی کو اب وہ اپنے ساتھ نہ لے جانا چاہتی تھی۔ پہلے جب بچّی کو اپنے گھر میں سبھی چیزیں کھانے کو ملتی تھیں تو وہ وہاں جا کر ہنستی کھیلتی تھی۔ اب وہاں جا کر اُسے بھُوک لگتی تھی۔ نرملا اُسے گھُور گھُور کر دیکھتی مُٹھیاں باندھ کر

دھمکاتی مگر لڑکی کی بھوک کی رٹ لگانا نہ چھوڑتی تھی - اسی لئے نرملا اب اُسے ساتھ نہ لے جاتی تھی - سُدھا کے پاس بیٹھ کر اُسے معلوم ہوتا تھا کہ میں آدمی ہوں - اتنی دیر کے لئے اُس کو تفکرات سے نجات مل جاتی تھی - جیسے شرابی کو شراب کے نشہ میں بے فکری ہو جاتی ہے اُسی طرح نرملا سُدھا کے گھر جاکر مطمئن ہو جاتی - اُس کے مزاج میں تبدیلی نظر آتی - وہی بدزبان عورت یہاں آکر حلاوت اور خوش گفتاری کا مجسمہ بن جاتی تھی - شباب کی قدرتی تحریکیں وہاں گھر میں راستہ بند پاکر یہاں متحرک ہو جاتی تھیں - وہ یہاں اپنا پورا بناؤ سنگار کرکے آتی اور حتی الامکان اپنے رنج و غم کو اپنے دل ہی میں رکھتی - یہاں وہ رونے کے لئے نہیں، ہنسنے کے لئے آتی تھی +

مگر شاید اُس کے نصیب میں یہ سُکھ بھی نہیں بدا تھا - نرملا معمولاً دوپہر یا تیسرے پہر میں سُدھا کے گھر جایا کرتی تھی - ایک روز اُس کا جی اس قدر گھبرایا کہ سویرے ہی جا پہنچی - سُدھا دریا نہانے گئی ہوئی تھی - ڈاکٹر صاحب اسپتال جانے کے لئے کپڑے پہن رہے تھے - مہری اپنے کام دھندے میں لگی ہوئی تھی - نرملا اپنی سکھی کے کمرہ میں جاکر فراغت سے بیٹھ گئی - اُس نے سمجھا کہ سُدھا کوئی کام کر رہی ہوگی اور ابھی آتی ہوگی - جب بیٹھے بیٹھے دو تین منٹ گزر گئے تو اُس نے الماری سے تصاویر کی ایک کتاب اُتار لی اور بال کھولے ہوئے پلنگ پر لیٹ کر تصویریں دیکھنے لگی - اسی اثناء میں ڈاکٹر صاحب کو ضرورتاً نرملا کے کمرہ میں آنا پڑا - شاید عینک تلاش کر رہے تھے بیدھڑک اندر چلے آئے - نرملا دروازہ کی طرف بال کھولے ہوئے لیٹی ہوئی تھی - ڈاکٹر صاحب کو دیکھتے ہی ایک دم اُٹھ بیٹھی اور سر کو ڈھانکتی ہوئی پلنگ سے اُتر کر نیچے کھڑی ہو گئی - ڈاکٹر صاحب نے لوٹتے ہوئے چق کے پاس کھڑے ہو کر کہا - معاف

کرنا نرملا، مجھے معلوم نہ تھا کہ تم یہاں ہو۔ میرا عینک میرے کمرہ میں نہیں مل رہا ہے۔ نہ جانے
کہاں اُتار کر رکھ دی تھی۔ میں نے سمجھا کہ شاید یہاں ہو۔

نرملا نے پلنگ کے سرہانے والے طاق پر نگاہ ڈالی تو عینک کا خانہ دکھائی پڑا۔
اُس نے آگے بڑھ کر خانہ اُتار دیا اور سر جھکائے بدن سمیٹے۔ شرم سے مُنہ چھپائے ہوئے ڈاکٹر
صاحب کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ڈاکٹر صاحب نے نرملا کو دو ایک بار پیشتر بھی دیکھا تھا
مگر اس وقت کے سے ارادے کبھی اُن کے دل میں نہ پیدا ہوئے تھے، جس آگ کو
دو برسوں سے دل میں دبائے ہوئے تھے وہ آج ہوا کا جھونکا پا کر بھڑک اُٹھی۔ انہوں
نے عینک لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو ہاتھ کانپ رہا تھا۔ عینک لے کر بھی وہ باہر نہ گئے
وہیں ساکت سے کھڑے رہے۔ نرملا نے اِس تنہائی سے خوفزدہ ہو کر پُوچھا۔ سدھا کہیں
گئی ہیں کیا؟

ڈاکٹر صاحب نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا۔ ہاں ذرا نہلانے گئی ہیں۔
پھر بھی ڈاکٹر صاحب باہر نہ گئے، وہیں کھڑے رہے۔ نرملا نے پھر پُوچھا
کب آوینگی؟

ڈاکٹر صاحب نے سر جھکائے ہُوئے کہا۔ آتی ہی ہونگی۔
پھر بھی وُہ باہر نہ گئے۔ اُن کے دِل میں سخت تلاطم ہو رہا تھا۔ اخلاقی
رکاوٹ نہیں بلکہ کم ہمتی کا تاگا اُن کی زبان کو باندھے ہوئے تھا۔
نرملا نے پھر کہا۔ کہیں گھومنے لگی ہونگی، میں بھی اس وقت جاتی ہوں۔
کم ہمتی کا کچا دھاگا بھی ٹوٹ گیا۔ دریا کی ساحلی بُلندیوں پر پہنچ کر بھاگتی
ہُوئی موج میں غیر معمولی طاقت آجاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے سر اُٹھا کر نرملا کو دیکھا

ادر نہایت محبت آمیز لہجہ میں کہا۔ نہیں نرملا، اب آتی ہی ہوگی۔ ابھی نہ جاؤ۔ اور سدھا کی خاطر سے بیٹھتی ہو تو آج میری خاطر سے بیٹھو۔ بتاؤ کہ کب تک اس آگ میں جلا کروں؟ سچ کہتا ہوں نرملا....

نرملا نے اور کچھ نہ سنا، اُسے ایسا معلوم ہوا گویا ساری زمین چکر کھا رہی ہے، گویا اُس کی جان پر ہزاروں بجلیاں گر رہی ہیں۔ اُس نے جلدی سے الگنی پر لٹکتی ہوئی چادر اُتار لی اور بغیر مُنہ سے ایک لفظ نکالے کمرہ کے باہر نکل گئی۔ ڈاکٹر صاحب کھسیانے سے ہوئے رونی صورت بنائے کھڑے رہ گئے اُسے روکنے کی یا اور کچھ کہنے کی ہمت نہ پڑی ۔

نرملا جونہی دروازہ پر پہنچی کہ اُس نے سدھا کو تانگے سے اُترتے دیکھا۔ سدھا اُسے دیکھتے ہی جلدی سے اتر کر اُس کی طرف دوڑی اور کچھ کہنا چاہتی تھی، مگر نرملا نے اُس کو موقع نہ دیا۔ وُہ تیر کی طرح تیزی سے چلی گئی۔ سدھا ایک لمحہ تک متحیر کھڑی رہی۔ وُہ کچھ نہ سمجھ سکی کہ بات کیا ہے۔ وہ گھبرا اُٹھی۔ جلد اندر گئی اور مہری سے پُوچھا کہ کیا بات ہوئی۔ اُسے محسوس ہوا کہ کہیں مہری یا اور کسی نوکر نے اُس کو کوئی توہین آمیز بات کہہ دی ہے۔ وُہ مجرم کا پتہ لگائے گی اور اُس کو کھڑے کھڑے نکال دے گی۔ دوڑی ہوئی وہ اپنے کمرے میں گئی۔ اندر قدم رکھتے ہی ڈاکٹر کو سر جھکائے پلنگ پر بیٹھے دیکھا۔ پُوچھا۔ نرملا یہاں آئی تھیں؟

ڈاکٹر نے سر کھجلاتے ہوئے کہا۔ ہاں آئی تو تھیں۔

سدھا۔ کسی مہری نے اُنہیں کچھ کہہ تو نہیں دیا؟ مجھ سے بولیں تک نہیں، تیزی سے نکل گئیں

ڈاکٹر صاحب کا چہرہ اور اُداس ہو گیا، کہا۔ یہاں تو اُنہیں کسی نے بھی کچھ نہیں کہا ۔

سُدھا۔ کسی نے کچھ کہا ہے، دیکھوں میں پُوچھتی ہُوں نہ۔ ایشور جانتا ہے کہ پتہ پا جاؤنگی تو کھڑے کھڑے نکال دُوں گی ۔

ڈاکٹر صاحب سٹ پٹا کر بولے۔ میں نے تو کسی کو کچھ کہتے ہُوئے نہیں سُنا، تمہیں اُنہوں نے دیکھا ہی نہ ہوگا ۔

سُدھا۔ واہ دیکھا ہی نہ ہوگا! اُن کے سامنے تو میں تانگے سے اُتری۔ اُنہوں نے میری طرف دیکھا بھی مگر بولیں کچھ نہیں۔ اِس کمرہ میں آئی تھیں ۔

ڈاکٹر صاحب کی رُوح فنا ہوئی جاتی تھی ہچکچاتے ہُوئے بولے۔ آئی کیوں نہیں تھیں ۔

سُدھا۔ تمہیں یہاں بیٹھا دیکھ کر چلی گئی ہونگی۔ بس کسی مہری نے کچھ کہہ دیا ہوگا۔ نیچ ذات ہیں نہ، کسی کو بات کرنے کی تمیز تو ہے نہیں۔ آدمی او سُندریا، ذرا یہاں تو آنا!

ڈاکٹر۔ اُسے کیوں بلاتی ہو؟ وہ یہاں سیدھے دروازے کی طرف گئیں، مہریوں سے تو بات تک نہیں ہُوئی ۔

سُدھا۔ تو پھر تمہیں نے کچھ کہدیا ہوگا ۔

ڈاکٹر صاحب کا دِل دھڑکنے لگا، بولے۔ میں بھلا کیا کہدیتا، کیا ایسا گنوار ہُوں ۔

سُدھا۔ تُم نے اُسے آتے دیکھا تب بھی بیٹھے رہ گئے؟

ڈاکٹر۔ میں یہاں تھا ہی نہیں۔ باہر کمرہ میں اپنی عینک ڈھونڈھتا رہا۔ جب وہاں نہ ملی تو میں نے سوچا کہ شاید اندر ہو۔ یہاں آیا تو انہیں بیٹھے دیکھا میں باہر جانا چاہتا تھا کہ انہوں نے خود ہی پوچھا، کسی چیز کی ضرورت ہے؟ میں نے کہا۔ ذرا دیکھنا، یہاں میری عینک تو نہیں ہے۔ عینک اسی سرہانے والے طاق پر تھی... انہوں نے اٹھا کر دے دی۔ بس اتنی ہی بات ہوئی۔

سُدھا۔ بس تمہیں عینک دیتے ہی وہ جھلائی ہوئی باہر چلی گئیں، کیوں؟

ڈاکٹر۔ جھلائی ہوئی تو نہیں چلی گئیں۔ جانے لگیں تو میں نے کہا، بیٹھیے، وہ آتی ہوں گی۔ نہ بیٹھیں تو میں کیا کرتا؟

سُدھا نے کچھ سوچ کر کہا۔ بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔ میں ذرا ان کے پاس جاتی ہوں۔ دیکھوں کیا بات ہے۔

ڈاکٹر۔ تو چلی جانا۔ ایسی جلدی کیا ہے؟ سارا دن تو پڑا ہوا ہے۔

سُدھا تیزی سے قدم بڑھاتی ہوئی نرملا کے گھر کی طرف چلی اور پانچ منٹ میں جا پہنچی۔ دیکھا تو نرملا اپنے کمرہ میں پلنگ پر پڑی ہوئی رو رہی تھی اور بچی اس کے پاس کھڑی ہوئی پوچھ رہی تھی، اماں! کیوں روتی ہو؟ سُدھا نے لڑکی کو گود میں اٹھا لیا اور نرملا سے بولی۔ بہن سچ بتاؤ کیا بات ہے؟ میرے یہاں کسی نے تمہیں کچھ کہا ہے؟ میں سب سے پوچھ چکی، کوئی کچھ نہیں بتلاتا۔

نرملا آنسو پونچھتی ہوئی بولی۔ کسی نے کچھ نہیں بہن! بھلا وہاں مجھے کون کچھ کہتا؟

سُدھا۔ تو پھر مجھ سے بولیں کیوں نہیں اور آتے ہی رونے لگیں؟

نرملا۔ اپنے نصیبوں کو رو رہی ہُوں اور کیا؟

سُدھا۔ تم یُوں نہ بتاؤ گی تو میں قسم رکھا دوں گی +

نرملا۔ قسم نہ رکھانا بھئی! مجھے کسی نے کچھ نہیں کہا، جھُوٹ کیسے لگا دُوں؟

سُدھا۔ کھاؤ میری قسم!

نرملا۔ تم ناحق ضد کرتی ہو +

سُدھا۔ اگر تم نے نہ بتلایا نرملا! تو میں سمجھُونگی کہ تمہیں مجھ سے ذرا بھی محبت نہیں ہے بس سب زبانی جمع خرچ ہے۔ میں تم سے کسی بات کا پردہ نہیں رکھتی اور تم مجھے غیر سمجھتی ہو۔ مجھے تم پر بڑا بھروسا تھا، اب جان گئی کہ کوئی کسی کا نہیں ہوتا۔

سُدھا آبدیدہ ہو گئی۔ اُس نے بچّی کو گودی سے اُتار دیا اور دروازہ کی طرف چلی نرملا نے اُٹھ کر اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور روتی ہُوئی بولی۔ سُدھا میں تمہارے پیروں پڑتی ہُوں، کچھ مت پُوچھو۔ تمہیں سُن کر رنج ہوگا اور شاید میں پھر اپنا مُنہ دکھا سکوں۔ میں ابھاگن نہ ہوتی تو یہ دِن ہی کیوں دیکھتی؟ اب تو ایشور سے یہی بنتی ہے کہ وہ اسی دُنیا سے مجھے اُٹھا لیں۔ ابھی یہ دُرگت ہو رہی ہے تو آگے نہ جانے کیا ہوگا +

اِن الفاظ میں جو اشارہ تھا وہ فہیم سُدھا سے مخفی نہ رہ سکا۔ وہ سمجھ گئی کہ ڈاکٹر صاحب نے کچھ چھیڑ چھاڑ کی ہے۔ اُن کا جھجکتے ہوئے باتیں کرنا اور اُس کے سوالوں کو ٹالنا۔ اُن کا وہ اُداس اور بدرنگ چہرہ یاد آ گیا۔ دوسرے پیر تک کانپ اُٹھی۔ اور بلا کچھ کہے سُنے شیرنی کی طرح غصّہ میں بھری ہُوئی دروازہ

سی طرف چلی۔ نرملا نے اُسے روکنا چاہا مگر نہ پا سکی۔ دیکھتے دیکھتے وہ سڑک پر جا رہی اور گھر کی طرف چل دی۔ تب نرملا وہیں زمین پر بیٹھ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی +

(۲۶)

نرملا تمام دن پلنگ پر پڑی رہی۔ معلوم ہوتا ہے، اُس کے بدن میں جان ہی نہیں رہی ہے۔ نہ نہائی اور نہ کھانا کھانے کیلئے اُٹھی۔ شام کو اُسے بخار ہو گیا تمام رات بدن توے کی طرح جلتا رہا۔ دوسرے روز بھی بخار نہ اُترا، البتہ کچھ کم ہو گیا تھا۔ وہ پلنگ پر لیٹی ہوئی ٹکٹکی باندھ کر دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ چاروں طرف سُونا تھا اندر بھی سُونا اور باہر بھی سُونا۔ نہ کوئی فکر تھی نہ کچھ یاد، نہ کسی قسم کا رنج تھا۔ دماغ میں احساس کی قوت ہی باقی نہ رہی تھی +

دفعتاً رُکمنی بچی کو گود میں لئے آ کر کھڑی ہو گئی۔ نرملا نے پُوچھا۔ کیا یہ بہت روتی تھی؟

رُکمنی۔ نہیں، یہ تو بھلا تک نہیں۔ رات بھر چُپ چاپ پڑی رہی۔ سدھا نے تھوڑا دودھ بھیج دیا تھا، وہی پلا دیا تھا +

نرملا۔ اہیرن دودھ نہ دے گئی تھی +

رُکمنی۔ کہتی تھی کہ پچھلے پیسے دیدو تو دُودھ دوں۔ تمہارا جی اب کیسا ہے؟

نرملا۔ مجھے کچھ نہیں ہُوا ہے۔ کل بدن کچھ گرم ہو گیا تھا +

رُکمنی۔ ڈاکٹر صاحب کا تو بُرا حال ہو گیا +

نرملا نے گھبرا کر پُوچھا۔ کیا ہُوا؟ سب خیریت ہے نہ؟

رُکمنی۔ خیریت ہے کہ لاش اُٹھانے کے لئے تیاری ہو رہی ہے۔ کوئی

کہتا ہے زہر کھا لیا۔ کوئی کہتا ہے دل کی چال بند ہو گئی۔ بھگوان جانے کیا ہُوا +

نِرملا نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور روندے ہوئے گلے سے بولی۔ ہائے

ایشور، سدھا کی کیا حالت ہو گی! وہ کیسے جئے گی؟

یہ کہتے ہوئے وہ رو پڑی دیر تک سسکتی رہی۔ پھر پلنگ سے اُتر کر سُدھا کے پاس جانے کو تیار ہو گئی۔ پاؤں تھر تھر کانپ رہے تھے۔ دیوار تھامے کھڑی تھی، مگر دل نہ مانتا تھا۔ نہ جانے سُدھا نے یہاں سے جا کر شوہر سے کیا کہا؟ میں نے تو اس کو کچھ کہا بھی نہیں، نہ جانے میری باتوں کا وہ کیا مطلب سمجھی؟ ہائے ایسے شکل و صورت والے، ایسے مہربان، ایسے نیک شخص کا یہ حال! اگر نِرملا کو معلوم ہوتا کہ اُس کے غصہ کا یہ عبرت ناک نتیجہ ہو گا تو وہ زہر کا گھونٹ پی کر بھی اُس بات کو ہنسی میں اُڑا دیتی +

یہ سوچ کر کہ میری ہی بیدردی کے سبب ڈاکٹر صاحب کا یہ حال ہُوا، نِرملا کا دِل پاش پاش ہو گیا۔ ایسی تکلیف ہُوئی گویا دل میں شدت کا درد ہو رہا ہو۔ وہ ڈاکٹر صاحب کے گھر چلی +

لاش اُٹھ چکی تھی۔ باہر سناٹا چھایا ہُوا تھا۔ گھر میں عورتیں جمع تھیں۔ سُدھا زمین پر بیٹھی رو رہی تھی۔ نِرملا کو دیکھتے ہی وہ زور سے چلّا کر رو پڑی اور آ کر اُس کے سینہ سے لپٹ گئی۔ دونوں دیر تک روتی رہیں +

جب عورتیں چلی گئیں تو تنہائی میں نِرملا نے پوچھا۔ یہ کیا ہو گیا بہن! تم نے کہہ کیا دیا؟

سُدھا اپنے حلق کو ایسے سوال کا جواب آج کتنی ہی بار دے چکی تھی۔ اُس کا

اُس کا دِل جس جواب سے تشفی پا چکا تھا وہی جواب اُس نے نرملا کو دیا۔ بولی چُپ بھی تو نہ رہ سکتی تھی بہن غُصّہ کی بات پر غصہ آتا ہی ہے ۔

نرملا۔ مَیں نے تو تم سے کوئی ایسی بات بھی نہ کہی تھی ۔

سُدھا۔ تم کیسے کہتیں ؟ کہہ نہیں سکتی تھیں ! مگر اُنہوں نے جو بات ہوئی تھی کہہ دی ۔ اُس پر مَیں نے جو مُنہ میں آیا، کہا۔ جب ایک بات دِل میں آگئی تو اُسے ہوا ہی سمجھنا چاہیئے۔ موقع ملے تو وہ ضرور ہی پوری ہو۔ یہ کہہ کر کوئی نہیں نکل سکتا کہ مَیں نے تو ہنسی کی تھی۔ تنہائی میں ایسا لفظ زبان پر لانا ہی کہہ دیتا ہے کہ نیت بُری تھی مَیں نے تُم سے کبھی کہا نہیں، بہن، مگر مَیں نے اُنہیں کئی بار تمہاری طرف تاکتے دیکھا۔ اُس وقت مَیں نے بھی یہی سمجھا کہ شاید مجھے دھوکا ہو رہا ہو۔ اب معلوم ہُوا کہ اُس تاک جھانک کا کیا مطلب تھا۔ اگر مَیں نے دنیا زیادہ دیکھی ہوتی تو تمہیں اپنے گھر نہ آنے دیتی، کم سے کم تم پر اُن کی نگاہ نہ پڑنے دیتی لیکن یہ کیا جانتی تھی کہ مردوں کی زبان پر کچھ اور دِل میں کچھ اور ہوتا ہے؟ ایشور کو جو منظور تھا وہ ہُوا۔ ایسے سہاگ سے تو میں بدھوا ہونا بُرا نہیں سمجھتی۔ غریب اُس امیر سے کہیں زیادہ سُکھی ہے جسے اُس کی دولت سانپ بن کر کاٹنے دوڑے فاقہ آسان ہے۔ مگر زہریلا کھانا کھا لینا اُس سے بدرجہا مشکل !

اِسی وقت ڈاکٹر سنہا کے چھوٹے بھائی اور کرشنا نے گھر میں قدم رکھا گھر میں کہرام مچ گیا ۔

(۲۷)

ایک مہینہ گزر گیا۔ سُدھا اپنے شوہر کے بھائی کے ساتھ تیسرے ہی

رونق چلی گئی - اب نرملا تنہا تھی - پہلے ہنس بول کر دل بہلا لیا کرتی تھی - اب حسرت رونے سے کام تھا - اُس کی صحت روز بروز ابتر ہوتی گئی - پہلے اپنے مکان کا کرایہ زیادہ تھا - دوسرا مکان کم کرایہ پر لیا - یہ ایک تنگ گلی میں تھا - اندر ایک کمرہ تھا اور چھوٹا سا صحن - نہ روشنی کا گزر تھا نہ ہوا کا - بدبو پھیلی ہوئی تھی کھانے کا یہ حال کہ پیسے ہوتے ہوئے بھی اکثر فاقہ کرنا پڑتا تھا - بازار سے لائے کون؟ پھر اب گھر میں کوئی مرد نہیں، کوئی لڑکا نہیں، تو روز کھانا پکانے کی زحمت کون اُٹھائے - عورتوں کے لئے روز کھانے کی ضرورت ہی کیا؟ اگر ایک وقت کھا لیا تو دو روز کے لئے فراغت مل گئی - بچی کے لئے تازہ حلوا یا روٹیاں بن جاتی تھیں - ایسی حالت میں صحت کیوں نہ خراب ہوتی؟ تفکر، رنج، تباہی، ایک ہو تو کوئی کہے، یہاں تین تین بلائیں نازل ہوئی تھیں - اُس پر نرملا نے دوا کھانے کی قسم کھا لی تھی - کرتی ہی کیا؟ تھوڑے سے روپیوں میں دوا کی گنجائش کہاں تھی؟ جہاں کھانے کا ٹھکانا نہ تھا وہاں دوا کا ذکر ہی کیا؟ روز بروز خشک ہوتی جا رہی تھی +

ایک روز رکمنی نے کہا - بہو! اس طرح کب تک گھلا کرو گی؟ جان ہے تو جہان ہے، چلو کسی وید کو دکھا لاؤں +

نرملا نے بے پروائی سے کہا - جسے رونے ہی کے لئے جینا ہو اُس کا مر جانا ہی بہتر +

رکمنی - بلانے سے تو موت نہیں آتی +

نرملا - موت تو بغیر بلائے آتی ہے، بلانے پر کیوں نہ آئیگی - اُس سے آنے

میں اب بہت دن نہ لگیں گے بہن، جتنے روز جیتی ہوں اُتنے ہی برس سمجھ لیجئے ✣

رُکمنی - دل ایسا چھوٹا مت کرو بہو! ابھی تم نے سنسار کا سُکھ ہی کیا دیکھا ہے ✣

نِرملا - اگر سنسار کا یہی سُکھ ہے جو اتنے دنوں سے دیکھ رہی ہوں تو اُس سے جی بھر گیا۔ سچ کہتی ہوں بہن۔ اس بچّی کا موہ مجھے باندھے ہوئے ہے ورنہ اب تک کبھی کی چلی گئی ہوتی۔ نہ جانے اس بیچاری کے بھاگ میں کیا لکھا ہے ✣

دونوں عورتیں رونے لگیں۔ اِدھر جب سے نِرملا نے چارپائی پکڑی ہے رُکمنی کے دل میں رحم کا چشمہ سا اُبل پڑا ہے۔ نفرت کا نام بھی نہیں رہا۔ کوئی کام کرتی ہو مگر نِرملا کی آواز سُنتے ہی دوڑتی ہے۔ گھنٹوں اُس کے پاس بیٹھ کر کتھا پُران سُنایا کرتی ہے۔ کوئی ایسی چیز پکانا چاہتی ہے جسے نِرملا رغبت سے کھائے۔ نِرملا کو کبھی ہنستا دیکھ لیتی ہے تو خوش ہو جاتی ہے! اور بچّی کو تو اپنے گلے کا ہار بنائے رہتی ہے۔ اُسی کی نیند سوتی ہے۔ اُسی کی نیند جاگتی ہے۔ وہی بچّی اب اُس کی زندگی کا سہارا ہے ✣

رُکمنی نے ذرا دیر بعد کہا۔ بہو تم اتنی نراس کیوں ہوتی ہو؟ بھگوان چاہیں گے تو تم دو چار روز میں اچھی ہو جاؤ گی۔ میرے ساتھ آج وید جی کے پاس چلو، بڑے اچھے آدمی ہیں ✣

نِرملا - دیدی جی! اب مجھے کسی وید حکیم کی دوا فائدہ نہ کرے گی۔ آپ میری فکر نہ کریں۔ بچّی کو آپ کی گود میں چھوڑے جاتی ہوں۔ اگر جیتی جاگتی بچے تو کسی اچھے گھرانے میں بیاہ دینا۔ میں اُس کے لئے اپنی زندگی میں کچھ نہ کر سکی۔ صرف جنم دینے بھر

کے لئے گنہگار ہوں۔ چاہے کنواری رکھنے دکہ چاہے زہر دیکر مار ڈالئے گا۔ مگر
نااہل کے گلے نہ باندھئے گا۔ اتنی ہی آپ سے میری بنتی ہے۔ میں نے آپ کی کچھ
خدمت نہ کی، اس کا مجھے بڑا رنج ہو رہا ہے۔ مجھ ابھاگن سے کسی کو سکھ نہیں
ملا۔ جس پر سایہ بھی پڑ گیا وہ بالکل تباہ ہو گیا۔ اگر سوامی جی کبھی گھر آویں تو ان
سے کہئے گا کہ بدنصیب کا قصور معاف کریں ❖

رکمنی روتی ہوئی بولی۔ بہو تمہارا کوئی قصور نہیں۔ ایشور کی ساکھی
دے کر کہتی ہوں کہ تمہاری طرف سے میرے دل میں ذرا بھی میل نہیں ہے۔ ہاں
میں نے ہمیشہ تمہارے ساتھ بُرائی کی، اس کا مجھے مرتے دم تک رنج رہیگا۔

نرملا نے آرزدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ دیدی جی! کہنے کی بات
نہیں مگر بنا کہے نہیں رہا جاتا۔ سوامی جی نے ہمیشہ مجھے بے اعتبار نظر سے
دیکھا مگر میں نے دل میں اُن کی بےعزتی کا خیال بھی نہیں آنے دیا۔ جو ہونا تھا وہ
تو ہو ہی چکا، ادھرم کر کے اپنا پرلوک کیوں بگاڑتی؟ اُس جنم میں نہ جانے کیسے
پاپ کئے تھے۔ جن کا یوں بدلا چکانا پڑا۔ اِس جنم میں کانٹے بوتی تو کیا گت ہوتی؟

نرملا کی سانس بڑی تیزی سے چلنے لگی۔ پھر پلنگ پر لیٹ گئی اور بچی کی طرف
ایسی نگاہ سے دیکھا جو اُس کی ساری زندگی کی مصیبت بھری داستان کی مفصل
تنقید تھی۔ الفاظ میں اُس کے اظہار کی قدرت کہاں؟

تین روز تک نرملا کی آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھا رہا۔ وہ نہ کسی
سے بولتی تھی اور نہ کسی کی طرف دیکھتی تھی اور نہ کسی کی کچھ سنتی تھی۔ بس روئے
چلی جاتی تھی! اُس کی دلی تکلیف کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟

چوتھے روز شام کے وقت یہ درد و دُکھ کی کہانی ختم ہو گئی۔ اُسی وقت جب چرند پرند، اپنی اپنی جائے قیام کو واپس ہو رہے تھے۔ بِرنگلا کا طائرِ رُوح تمام دن شکاریوں کی نشانہ بازیوں، شکاری چڑیوں کے پنجوں اور ہوا کے تُند جھونکوں سے مضروب و مجروح ہو کر اپنے بسیرے کی طرف اُڑ گیا۔

محلے کے لوگ جمع ہو گئے۔ لاش باہر نکالی گئی۔ کون داہ (جلانے کی رسم) کرے گا، یہ سوال اُٹھا۔ لوگ اسی فکر میں تھے کہ دفعتاً، ایک بڈھا منہ اور ایک بقچہ لٹکائے ہوئے وہاں جا کر کھڑا ہو گیا۔ یہ منشی طوطا رام تھے!

تمام شُد

ALLAMA IQBAL LIBRARY
257636

• اپنے ذوق کی تسکین کیلئے

•• اپنے علم میں اضافہ کیلئے

••• اپنے دل کو بہلانے کیلئے

•••• اپنے وقت کے بہترین مصرف کیلئے

★ اپنی ضرورت ★ اپنی پسند ★ اپنے ذوق کی ہر ایک کتاب

خواہ کہیں بھی چھپی ہو ہم سے طلب کریں

روپیہ سے زیادہ کے آرڈر پر 25

خاص رعایت دی جاتی ہے!

خط وکتابت سے معلوم کریں

مکتبہ رنگین ۱۰۹۷ گنج میر خاں دھلی ۶

Iqbal Library
No. 257636

ھند پاکستان کے بلند مرتبہ ادیبوں
کے

ناول - افسانے - ڈرامے

ادبی مرکز ۔ دھلی

حسین اور معیاری شاہکاروں کی صورت میں
پیش کرتا ھے

...... سول ایجنٹس ....

مکتبہ رنگین ۱۰۹۷ گنج میر خاں ۔ دھلی ۲